مصباح البلاغہ

اردو ترجمہ و شرح

دروس البلاغہ

مترجم و شارح

استاذ العلماء علامہ

محمد لیاقت علی رضوی

شبیر برادرز
اردو بازار ○ لاہور

نام کتاب	مصباح البلاغہ دروس البلاغہ
مترجم	علامہ محمد لیاقت علی رضوی
کمپوزنگ	ورڈز میکر
باہتمام	ملک شبیر حسین
سن اشاعت	نومبر 2014ء
سرورق	اے ایف ایس ایڈورٹائزر 0322-7202212
طباعت	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ہدیہ	280/- روپے

شبیر برادرز®
زبیدہ سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور
آفس: 042-37246006
shabbirborther786@gmail.com

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

ترتیب

مقدمہ مصباح البلاغہ

ادب کے لغوی مفہوم کا بیان

ادب عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے ابواب سے مصدر اور اردو میں بطور حاصل مصدر مستعمل ہے۔لفظ ادب باب کَرُمَ سے بھی آتا ہے اور ضرب سے بھی، کرُمَ سے اس کا مصدر اَدَبًا (دال پر زبر کے ساتھ) آتا ہے، ادب والا ہونا اور اسی سے ادیب ہے جس کی جمع ادباء ہے اور باب ضَرَبَ سے اس کا مصدر اَدْبًا (دال پر جزم کے ساتھ) دعوت کا کھانا تیار کرنے اور دعوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔اسی سے اسم فاعل آداب ہے۔ادب باب افعال سے بھی اسی معنی میں بولا جاتا ہے، باب تفعیل سے علم سکھلانے کے معنی میں مستعمل ہے۔باب استفعال اور باب تفعل دونوں سے ادب سیکھنے اور ادب والا ہونے کے معنی میں آتا ہے۔

اردو میں سب سے پہلے گلشنِ عشق میں مستعمل ملتا ہے۔اردو لغات میں ادب کے معنی، کسی کی عظمت و بزرگی کا پاس ولحاظ، حفظ مراتب، احترام، تعظیم، پسندیدہ طریقہ، ضابطہ یا سلیقہ، قاعدہ، قرینہ، وغیرہ ہیں۔

ادب کے اصطلاحی مفہوم کا بیان

ادب کی اصطلاحی تعریف میں علماء کی مختلف آراملتی ہیں۔علامہ مرتضٰی زبیدی کے قول کے مطابق یہ ہے۔

الادب ملكة تعصم من قامت به عما يشينه .

ادب ایک ایسا ملکہ ہے کہ جس کے ساتھ قائم ہوتا ہے ہر ناشائستہ بات سے اس کو بچاتا ہے۔

ابوزید انصاری نے ادب کی تعریف کچھ یوں کی ہے۔

الادب يقع على كل رياضه محموده يتخرج بها الانسان في فضيله من الفضائل .

ادب ایک ایسی اچھی ریاضت ہے جس کی وجہ سے انسان بہتر اوصاف سے متصف ہوتا ہے۔

ابن الاکفانی کے نزدیک۔

وهو علم يتعرف منه التفاهم عما في الضمائر بادلة الالفاظ و الكتابة . وموضوعه الفظ و الخط ومنفعته اظهار مافي نفس انسان .

(علم ادب) ایسا علم ہے جس کے ذریعے الفاظ اور کتابت کے ذریعے اپنا مافی الضمیر دوسروں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔اور اس کا موضوع لفظ اور خط ہے۔اس کا فائدہ مافی الضمیر کا اظہار ہے۔

معروف عربی لغت المنجد میں علم ادب کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے۔

ھو علم یحترز بہ من الخلل فی کلام العرب لفظاً و کتابۃ ۔

علم ادب وہ علم ہے جس کے ذریعہ انسان کلام عرب میں لفظی اور تحریری غلطی سے بچ سکے۔

یعنی اپنے مافی الضمیر کو قرینے اور سلیقے سے بیان کرنا۔ کلام خواہ نثر ہو یا نظم، اس کے الفاظ جچے تلے ہوں، مفہوم واضح، اچھوتا اور دلنشین ہو، اسے ادب کہا جاتا ہے۔

علم ادب کی اہمیت کا بیان

ادب خوب صورت پیرائے میں اظہار مدعا کا نام ہے۔ ادب، دراصل اخلاق کے چہرے کا حسن اور زبان کی زینت کا نام ہے۔ کسی زبان کا ادب اس کی ثقافت کا بہترین عکس ہوتا ہے۔ ادب ہی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں کسی قوم کی ثقافت تہذیب و تمدن، اس کے اخلاق، ماحول کا معیار اور اس معاشرے کی بلندی یا پستی دیکھی جا سکتی ہے۔

بقول صاحبزادہ خورشید گیلانی ادب معاشرے کی آنکھ، کان، زبان اور ذہن ہوتا ہے، انسانی زندگی میں پھیلے ہوئے ہزاروں بے جوڑ و سنگین واقعات، طبقاتی امتیازات، روزمرہ کے معمولات، رموز و کنایات، سنگین حادثات، فطرت کی نوازشات، یہ سب کچھ ایک ادیب کو دکھائی اور سنائی دیتے ہیں، جس سے اس کا ذہن منفی یا مثبت طور پر متاثر ہوتا ہے، ان مناظر کو وہ زبان عطا کرتا ہے اور پھر سے وہ معاشرے کو لوٹا دیتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہما سے شعر سنتے اور اچھے اشعار پر اپنی پسندیدگی کا اظہار فرماتے۔ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے، یہ فتح مکہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف اشعار کہا کرتے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا تو ان کے بھائی بجیر نے ان کو پیغام بھیجا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے ایسے شعراء کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، الا یہ کہ کوئی تائب ہو کر مسلمان ہونے کا اعلان کر دے۔ کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اپنا لافانی قصیدہ بانت سعاد کہا جو آج بھی عربی ادب کے ماتھے کا جھومر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اپنی چادر انعام کے طور پر مرحمت فرمائی۔

علوم ادب

علم ادب، دراصل مختلف علوم پر مشتمل ہے۔ ان سب علوم کا مقصد کلام میں حسن اور تاثیر پیدا کرنا ہوتا ہے۔ علامہ عبدالرحمن ابن خلدون نے چار علوم، لغت، نحو، بیان اور ادب کو عربی زبان کا رکن قرار دیا ہے۔

ابن الاکفانی (مھ) نے علم الادب کو دس انواع میں تقسیم کیا ہے۔ اسی طرح صاحب منتہی الادب نے دو اور علوم کا اضافہ کر کے درج ذیل بارہ علوم علوم ادب میں شامل کیے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا بیان

اہل عرب فصاحت و بلاغت میں تمام اقوام عالم سے برتر اور افضل تھے۔ انہیں اپنے اس وصف پر اتنا ناز تھا کہ وہ اپنے سوا تمام اقوام عالم کو عجمی (گونگا) کہتے تھے۔ ان فصحاء و بلغاء میں بھی حضور کی شانِ فصاحت عدیم المثال تھی۔

حضور ﷺ کی شانِ فصاحت کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا تھا۔ حضور ﷺ کے کلام میں بلا کی سلاست و روانی تھی۔ یوں معلوم ہوتا کہ کلمات نور کے سانچے میں ڈھل کر زبان اقدس سے ادا ہو رہے ہیں۔ جو بات زبان مبارک سے نکلتی وہ ہر عیب سے پاک ہوتی، اس میں تکلف کا شائبہ تک نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو جوامع الکلم سے نوازا تھا۔ یعنی الفاظ قلیل ہوتے لیکن لطائف اور معانی کا ایک سمندر ان میں موجزن ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے ایسے حکیمانہ جملے صادر ہوتے جو حکمت و دانائی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔

عرب کے مختلف خطوں میں جو عربی بولی جاتی تھی اس میں بڑا تفاوت ہوتا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ کا وطن مبارک اگرچہ حجاز تھا لیکن حضور ﷺ اہل حجاز کی لغت میں بھی جب گفتگو فرماتے تو فصاحت و بلاغت کے چمن آباد ہو جاتے اور عرب کے دیگر علاقوں کی علاقائی زبانوں میں بھی اس سلاست و قادر الکلامی سے گفتگو فرماتے کہ سننے والے حیران ہو جاتے۔ حضور ﷺ جب بھی کسی کو مخاطب فرماتے تو اس کی علاقائی زبان میں خطاب فرماتے۔ اسی زبان کے محاورے استعمال فرماتے۔ انہیں کی شان فصاحت کا مقابلہ کرتے، یہاں تک کہ صحابہ کرام جب کسی دوسرے علاقہ کی زبان میں حضور ص ﷺ کو گفتگو کرتے سنتے تو کئی الفاظ کی تشریح وضاحت کیلئے اپنے آقا کی طرف رجوع کرتے۔

ذوالمعشار ہمدانی سے اس وقت ملاقات ہوئی جب حضور ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ بنی نہد کے خطیب طہفہ النہدی، قطن بن حارثہ، اشعث بن قیس، وائل بن حجر الکندی اور حضر موت کے قبیلوں کے روسا اور یمن کے بادشاہوں سے گفتگو فرماتے تو انہیں کی زبان اور انہیں کے لہجہ سے۔

بطور مثال ہادی برحق ﷺ کا ایک مکتوب یہاں پیش کر رہا ہوں جو سرکار نے قبیلہ ہمدان کے سردار ذوالمعشار الہمدانی کی طرف اس کی زبان میں لکھا تھا۔

> ان لکم فراعها و وهاطها و عزازها . تاكلون علافها و ترعون عفاء فها لنا من دفئهم و صرامهم ما سلموا بالميثاق والامانة و لهم من الصدقة الثلب والناب والفصيل . والفارض والداجن و الكبش الحوری و علیهم فيها الصالغ و لقارح (الشفاء)

اس کے ترجمہ کی ضرورت نہیں یہ سارے جملے اہل عرب کے لیے بھی غریب اور مشکل ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر متعدد علاقائی زبانوں کے نمونے بیان کئے ہیں۔ بنی نہد قبیلہ کے سردار طہفہ کے لیے حضور ﷺ کے ارشادات، وائل بن حجر کے نام حضور ﷺ کا گرامی نامہ، مختلف قبائل کے روسا اور سلاطین کے طرف حضور

ﷺ کے خطابات اگرچہ ہم ان کلمات میں سے اکثر کو نہیں سمجھ سکتے لیکن ان میں روانی اور سلاست، جزالت اور فصاحت سب، پڑھنے والا سمجھے بغیر ان کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

سب عرب کی ان علاقائی زبانوں میں، جو متداول نہ تھیں حضور ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا سمندر یوں ٹھاٹھیں مار رہا ہو کہ پڑھنے اور سننے والے سمجھے بغیر ان کی فصاحت و جزالت سے لطف اندوز ہوتے تو روزمرہ زبان میں جو شیرینی اور چاشنی ہوگی اس کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

کئی ادباء نے سرور عالم ﷺ کے جوامع الکلم اور حکیمانہ اقوال کے مجموعے تالیف کیے ہیں جو عربی زبان کا طرۂ امتیاز ہیں اور اہل عرب کے لیے فخر ومباہات کا باعث ہیں۔ جوامع الکلم اور اقوال حکمت کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

جوامع الکلام ہونے کی بعض مثالوں کا بیان

1 ۔ المسلمین تتکافا دماء هم تمام مسلمانوں کا خون مساوی ہے۔

یعنی قصاص و دیت میں کسی شخص کو اس کی ثروت اور اس کے خاندان کے پیش نظر ترجیح نہیں دی جائے گی بلکہ سب کا قصاص یکساں ہوگا۔

2 .یسعی بذمتهم ادناهم اگر کوئی کم درجے والا مسلمان کسی قوم کو امان دے گا یا عہد کرے گا تو سب مسلمانوں پر اس کی پابندی لازمی ہوگی۔

3 .وهم ید علی من سواهم تمام مسلمان دشمن کے مقابلہ میں یکجان ہوں گے۔

یہ تین چھوٹے چھوٹے جملے ہیں لیکن اگر ان میں غور کیا جائے تو ان میں علم وحکمت کے چشمے ابلتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔ ان کی تشریح میں بڑے بڑے دفاتر لکھے جا سکتے ہیں۔

حضور ﷺ کے متعدد ارشادات جو جوامع الکلم میں سے ہیں اور ان کا دامن حکمت کے انمول موتیوں سے معمور ہے ان میں سے چند یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

1 . الناس كاسنان المشط تمام انسان اس طرح برابر ہیں جس طرح کنگھی کے دندانے

2 .والمرء مع من احب ہر انسان کو اس کی معیت حاصل ہوگی جس کے ساتھ وہ محبت کرتا ہے۔

3 . لاخیر فی صحبة من لایری لك ما تری له اس شخص کی ہم نشینی میں کوئی فائدہ نہیں کہ تو اس کے بارے میں خیر کی تمنا کرے اور وہ تمہیں زک پہنچانے کے منصوبے بناتا رہے۔

4 . والناس معادن لوگوں کے مزاج مختلف قسم کے ہوتے ہیں جس طرح زمین میں مختلف قسم کی معدنیات ہوتی ہیں۔

5 . وما هلك امرو عرف قدره جو اپنی قدر پہچانتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا۔

6 . ،،المستشار موتمن و هو بالخیار مالم یتکلم،، جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ جب تک وہ اپنی رائے کا

اظہار نہ کرے بلکہ خاموش رہے اسے اختیار ہے کہ وہ مشورہ دے یا نہ دے۔

7. رحم الله عبدا قال خيرا فغنم او سكت فسلم ۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو اچھی بات زبان سے نکالتا ہے اور اس سے فائدہ پہنچتا ہے یا سکوت اختیار کرتا ہے اور تمام لوگوں کی ایذا رسانی سے محفوظ رہتا ہے۔

یہاں علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے حضور پرنور علیہ الصلوۃ والسلام کی جوامع الکلمات کی بہت سے نادر مثالیں درج کی ہیں۔ان کے پڑھنے سے یقیناً نور بصیرت میں اضافہ ہوتا ہے۔(ضیاء النبی جلد پنجم صفحہ 275 پیر محمد کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ)

فصاحت وبلاغت کے اعجاز کا بیان

نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک آیا تو دنیا حسن بیان سے آراستہ اور زیور کلام سے پیراستہ ہو چکی تھی۔خاص طور پر عرب اپنی زبان دانی اور جادو بیانی کے سبب ساری دنیا کو عجم (یعنی گونگا) کہتے تھے۔چنانچہ عربوں کی زبان بیان کے صنم خانہ کو ڈھانے کیلئے قدرت نے اعجاز قرآن سے کام لیا اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کو فصاحت و بلاغت کے حسن و جمال سے آراستہ و پیراستہ کیا۔اس طرح خالق نطق و بیان نے اپنے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو سرزمین عرب پر افصح العرب بنا کر بھیجا۔چنانچہ آپ سب سے زیادہ فصاحت وبلاغت کے مالک تھے۔

جیسا کہ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جہاں تک فصاحت لسانی اور بلاغت زبانی کا تعلق ہے تو اُمی لقب افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے۔

عرب میں دو قبیلے فصاحت وبلاغت میں سب سے زیادہ ممتاز تھے۔ایک تو قریش اور دوسرے بنو سعد قریش میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہی ہوئے تھے،اور بنو سعد میں پرورش پائی تھی۔اس لیے فصاحت وبلاغت اور خطابت آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی! بنو سعد صحرائی ماحول میں پرورش پانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں زور کلام اور فطری انداز بیان از خود آ گیا تھا اور قریش میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے،جس کا نتیجہ تھا کہ فصاحت وبلاغت کے ساتھ کے ساتھ شہری انداز گفتگو کی شائستگی اور شستہ الفاظ کی تابندگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں رچ بس گئی تھی اور سب سے بڑی بات یہ کہ تائید الٰہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھی،جس کا ادراک علم انسانی سے بعید ہے۔

الفاظ آیتیں ہیں تو فقرے ہیں سورتیں گویا کہ بولتا ہوا قرآن ہیں مصطفیٰ ﷺ

چنانچہ آپ نے زبان کھولی تو معرفت کا نور برسنے لگا۔آپ نے کلام فرمایا تو فصاحت وبلاغت کے چشمے ابلنے لگے۔۔۔جلالت خطابت آپ پر نثار۔۔۔طلاقت بیان آپ پر قربان۔۔۔صنعت ایجاز واختصار آپ کے وجدان کا صدقہ!

حسن ترکیب کی جدت ترتیب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افکار کی زکوٰۃ! منتخب حروف اور موزوں الفاظ غلام تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہا کرتے تھے! خوش بیانی اور شگفتہ بیانی کنیزیں تھیں کہ حاشیہ برداری میں آپ کے پیچھے پیچھے چلا کرتی تھیں! یہی سبب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برملا فرمایا کرتے تھے۔

انا افصح العرب۔ میں عرب کا فصیح ترین شخص ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول مبارک کو نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کوئی جھٹلا سکا اور نہ آج تک کسی میں یہ جرأت پیدا ہو سکی!

ظاہر ہے کہ جس کے حسن بیان کی خالق نطق و بیان نے خود قسم کھائی ہو۔ اس کے کلام فصاحت نظام کے مقابل بھلا کون آ سکتا ہے؟ (الزخرف (87)

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا — کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

اعجاز کلام: نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کے اعجاز کلام نے سخن دان عرب کے علم و ادب کی بساط ہی الٹ کر رکھ دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توحید کا وہ نغمۂ جانفزا چھیڑا کہ عرب کی مردہ روایات کا جنازہ نکل گیا۔ کفار کے فرسودہ اعتقادات ماضی کے تاریک غاروں میں دفن ہو کر رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیصورت سرمدی سے زبان کے جادوگروں اور بیان کے سامریوں کا طلسم ہوشربا ٹوٹا!

حضرت افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم کو فصاحت و بلاغت کی وہ بلندیاں عطا کی گئیں تھی کہ ان کے آگے فن و ادب کی کوئی معراج کمال باقی نہ رہی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق بیان میں وہ تاثیر تھی کہ اُدھر دہن مبارک سے کوئی کلمہ حق نکلا اور ادھر کئی دشمن جانی، نور ایمانی سے سرفراز ہو کر ہمیشہ کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے دام غلام بنے۔ چنانچہ احادیث مبارکہ میں یہ بات تواتر سے آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شریں زبان اور فصیح بیان تھے۔ جو کوئی آپ کا کلام سنتا دیوانہ ہو جاتا۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کے سامنے سورۃ النجم تلاوت کی۔ ابھی آپ نے ان پر چند لفظ ہی ادا فرمائے تھے کہ دمک کے ابر سے عالم پر گر پڑی بجلی سننے والے اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکے، بے ساختہ سجدے میں گر پڑے۔

انہی عرفانی تجلیات اور نورانی واردات کے سبب سیاہ بخت کافر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیا کرتے تھے کہ کہیں نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز حق ان کے محروم کانوں میں نہ پڑ جائے اور کہیں اسے سن کر اثر و تاثیر کی نورانی بجلیاں ان کے تاریک دلوں پر نہ ٹوٹ پڑیں اور پھر امر واقعہ بھی یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مواعظ حسنہ کے مسحور کن انداز میں تجلیات الٰہی کی بجلیاں کوندا کرتی تھیں۔ بقول حضرت انس رضی اللہ عنہ، ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: اے لوگو! جو میں جانتا ہوں اگر تم وہ جانتے تو ہنستے کم اور روتے زیادہ!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ کچھ ایسے کرب سے فرمایا کہ اس اثر انگیزی سے لوگوں کی حالت غیر ہو گئی وہ منہ پر کپڑے ڈال کر بے اختیار رونے لگے۔

حسب حال گفتگو: حضور افصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حسب حال گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ہر شخص سے اس کے ذہن کے مطابق بات کرتے تھے اور اپنے صحابہ کرام کو بھی یہی ہدایت فرماتے تھے۔ زبان نبوت کا یہ اعجاز تھا کہ سب کچھ بر وقت فطری انداز

میں بے تکلفانہ ادا ہوتا چلا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں آمد ہی آمد تھی، آورد کا نام تک نہ تھا۔ موقع ومحل سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی بات کو مؤثر بنانے کا فن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب آتا تھا۔ چنانچہ ایک موقع پر وعظ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ معرفت اچانک ڈوبتے ہوئے سورج پر جا پڑی۔ سورج کے پیلے چہرے کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجب ولدوز انداز میں فرمایا: دنیا کی گذشتہ عمر کے مقابلہ میں اب اس کی عمر کا اسی قدر حصہ باقی رہ گیا ہے جتنا آج کے دن کا سورج اور اس کے غروب ہونے کا وقفہ۔ یہ سن کر لوگوں پر رقت طاری ہوگئی۔ دل آخرت کے تصور سے لرزنے لگا۔ قرب قیامت کا احساس بیدار ہو گیا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک سفر تھیں عرب کا لق ودق صحرا تھا۔ حدی خواں نے اُنٹوں کو تیز دوڑانا شروع کیا تو مستورات بیقرار ہونے لگیں۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بے ساختہ یہ خوبصورت جملہ نکلا: رویدك رفقا بالقواریر۔ آہستہ چلو ساتھ نازک (شیشے کے) آبگینے بھی ہیں۔

یہ حدیث شریف کیا ہے؟ سراسر ادبیت ہی ادبیت ہے۔ خصوصاً قواریر کا لفظ حدیث شریف کی جان ہے۔ اس میں جو بلیغ کنایہ ہے، اس کی تعریف سے زبان عاجز ہے۔ صنف نازک کو شیشے سے تشبیہ دینا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا طرۂ امتیاز ہے۔ خواتین کی اس خوبصورت تعبیر تو آج تک کوئی بڑے سے بڑا شاعر وادیب بھی نہ پیش کر سکا۔ حقیقت یہ ہے کہ ساری ادبیت وبلاغت اس مختصری حدیث شریف کے اندر سمٹ آئی ہے اور لطف یہ کہ یہاں حقیقی اور مجازی دونوں معانی کی گنجائش موجود ہے۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!

کلام وبیان میں میانہ روی: حضرت افصح الخلق صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کلام فصاحت نظام میں درمیانہ روش اختیار فرماتے تھے۔ ہمیشہ اعتدال سے کام لیتے تھے میانہ روی کا دامن کبھی نہ چھوڑتے تھے، ہمیشہ حسب موقع اور بقدر ضرورت کلام فرماتے تھے اور وہ بھی اس شان کے ساتھ کہ اپنی گفتگو میں نہایت موزوں الفاظ اور جچا تلا مگر نہایت مؤثر انداز اختیار فرماتے تھے۔ بقول ام معبد رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کثیر الکلام تھے اور نہ ہی قلیل الکلام، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات بڑی واضح ہوا کرتی تھی۔

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں الفاظ ضرورت سے کم ہوتے تھے اور نہ ضرورت سے زیادہ! جیسا کہ ترمذی شریف میں ہے کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں نہ تو سست روی ہوتی تھی اور نہ ہی جلد بازی، بلکہ الفاظ ومعانی کا حسین توازن ہوتا تھا۔

اسی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح البیان، واضح البیان اور مختصر کلام تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سب سے زیادہ وزنی ہوتے تھے اور معانی بھی سب سے زیادہ وسیع ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کی غماز تھی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلاغت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انداز تکلم میں نہ تو بے جا تکلف کا عیب دکھائی دیتا تھا اور نہ ہی اس میں زبردستی کی الفاظی کا خلل دکھائی دیتا تھا۔

اگرچہ کبھی کبھی کسی خاص موقع پر آپ اپنے خطبے کو طویل بھی کر دیا کرتے تھے مگر یہ طول لوگوں کی بیزاری کا باعث کبھی نہ بنا اور نہ

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہر حال میں پسند فرماتے تھے۔ [illegible]
[illegible] محسوس کی گئی۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یونہی باتوں میں نہیں لگے رہتے تھے جیسے تم [illegible]
[illegible] بات ضرورت سے زائد [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جوامع الکلم پر مشتمل ہوتا تھا [illegible]
[illegible] صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم
[illegible] بقول حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ
[illegible] ضرورت ہوتی کمی اور نہ کسی کی کوتاہی کا احساس ہوتا تھا۔ کبھی تصنع برتا اور نہ بناوٹ سے کام لیا [illegible]
کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بازاری زبان بولی نہ کبھی کوئی گھٹیا لفظ استعمال کیا نہ [illegible] تفصیل کی جگہ تفصیل اختصار کی جگہ اختصار گویا آپ صلی اللہ علیہ
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بناوٹ سے خالی، تکلف سے پاک۔۔۔
وسلم کا کلام مقتضائے حال کے عین مطابق ہوتا تھا۔

سیدھی سیدھی روش پہ کروڑوں درود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں جو شخص بھی اچھی بات کہتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تحسین فرماتے!! اگر کسی کی گفتگو نامناسب ہوتی تو اشارے کنائے سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمادیتے!! دوران گفتگو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی بات نہیں کاٹتے اور اگر کوئی دوسرا کسی کی بات کاٹتا تو اس کو بھی ناپسند فرماتے!!! صحابہ کرام کو اس بات کی سخت تاکید تھی کہ کسی کی شکایت یا عیب جوئی نہ کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ جب دنیا سے جاؤں تو سب کی طرف سے صاف جاؤں۔

غرضیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز کلام، تکلف سے پاک اور آپ کا انداز بیان، تصنع سے آزاد تھا، نازک سے نازک معانی کو بیان کرنے کیلئے نہایت سادہ و سلیس مگر پرکشش اسلوب لفظی اختیار فرماتے تھے دقیق سے دقیق مطالب کو بڑی روانی سے دل پذیر انداز میں بیان کرتے چلے جاتے، جسے سن کر روح وجد کرنے لگتی اور دل جھوم جھوم جاتے!

معزز قارئین! دراصل فصاحت و بلاغت کلام کی خوبیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ نبیوں کا کلام زبان و بیان کی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہوتا تھا۔ مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ وصف خاص بدرجہ اولیٰ عطا ہوا تھا۔

الفاظ آیتیں ہیں تو فقرے ہیں سورتیں
گویا کہ بولتا ہوا قرآن ہیں مصطفیٰ ﷺ

فصاحت ایک ایسی سنت ہے جو کلام کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔ انداز گفتگو اور ہیئت تکلم کے لیے استعمال ہو سکتی ہے اور گفتگو یا کلام کے موضوع کے لیے بھی آسکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت میں یہ تمام اوصاف موجود تھے۔ آپ ﷺ کے کلام کی ہیئت نطق و تکلم اور موضوع کلام سب میں فصاحت موجود ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ افصح العرب تھے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ میں قریش سے ہوں اور بنو سعد بن بکر میں میں نے پرورش پائی ہے۔ آپ ﷺ کے نطق و گویائی کا جمال فصاحت بھی آپ ﷺ کے کلام بلیغ کی طرح پرکشش اور بے مثال تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے نطق گویائی کے بارے میں فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یونہی باتوں میں نہیں لگے رہتے تھے جس طرح تم لوگ باتیں کرتے چلے جاتے ہو بلکہ وہ ایسے انداز میں کلام کرتے تھے جو واضح نکھرا نکھرا ہوتا جسے آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والا حفظ کر لیتا تھا۔

آپ ﷺ کی نطق گویائی حروف اوران کے مخارج کے عیوب سے پاک تھی اور یہ کہ آپ ﷺ ان حروف کے خوبصورت ترین اور موثر ترین طریقے سے ادا کرنے پر قدرت کاملہ رکھتے تھے۔

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمہ اللہ نے فصاحت نبوی ﷺ کے متعلق لکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فصیح تھے۔ آپ ﷺ کا کلام سب سے زیادہ شریں تھا اور کہا کرتے تھے کہ میں افصح العرب ہوں۔ اہل جنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں گفتگو کریں گے آپ ﷺ کم بولنے والے آسانی سے گفتگو کرنے والے تھے۔ جب بھی بولتے تو نہ آپ ﷺ فضول بات کرتے نہ بیکار یوں لگتا تھا کہ آپ ﷺ کا کلام موتی ہیں جولڑی میں پرو دیے گئے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں آپ ﷺ سب سے زیادہ مختصر کلام کرنے والے تھے۔ بھی کبھی آپ ﷺ کے لیے جبرئیل علیہ السلام لاتے تھے اختصار کے ساتھ آپ ﷺ کلام حسب ضرورت جامع بھی ہوتا تھا۔ آپ جوامع الکلم کے انداز میں بات کرتے تھے۔ جس میں نہ فالتو بات ہوتی نہ کوئی نقص۔ یوں لگتا تھا جیسے الفاظ ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے آرہے ہیں۔ آپ ﷺ کے کلام میں وقفہ ہوتا تھا۔ جس سے سننے والا آپ ﷺ کی بات حفظ کر لیتا تھا۔ آپ ﷺ بلند آواز اور سب سے زیادہ خوش آواز تھے۔ آپ ﷺ کافی دیر تک خاموش رہتے۔ بغیر ضرورت کے آپ ﷺ بات نہ کرتے تھے ناپسندیدہ بات آپ ﷺ کبھی نہ کرتے۔ خوشی اور ناراضگی میں حق بات ہی کہتے تھے۔ جو شخص اچھی بات نہ کرتا اس سے آپ ﷺ کنارہ کشی اختیار کرتے۔ مجبوراً کسی ناپسندیدہ چیز کا نام لینا پڑتا تو کنایات سے کام لیتے۔ آپ ﷺ جب خاموش ہوتے تو آپ ﷺ کے ہمنشین بات کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے گفتگو میں جھگڑا نہیں ہوتا تھا۔ وعظ فرماتے تو بڑی توجہ اور اخلاص سے آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ آیات قرآنی کو ایک دوسرے سے مت ٹکرایا کرو۔ کیونکہ یہ تو متعدد طریقوں سے نازل ہوا ہے۔

کلام میں حسن ومٹھاس کا بیان

مصر کے ممتاز عالم استاذ محمد عطیۃ الابراشی نے عظمۃ الرسول میں آپ ﷺ کی فصاحت کے بارے میں لکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فصیح تھی کلام بلیغ تھا۔ الفاظ پر رونق عبارت عمدہ اور تکلف نہ تھا۔ آپ ﷺ کو جوامع الکلم عطا ہوئے۔ انوکھی حکمت بھری باتیں آپ ﷺ کی خصوصیت تھی۔ عرب کی زبانوں کا آپ ﷺ کو علم عطا ہوا تھا۔ آپ ﷺ ہر قبیلے سے اس کی زبان میں بات چیت کرتے۔ اس کی اپنی زبان اور لہجہ میں سوال و جواب ہوتے تھے۔ چنانچہ قریش انصار اہل حجاز اور اہل نجد کے ساتھ گفتگو میں جو انداز بیان اختیار کرتے وہ اس اسلوب کلام سے مختلف ہوتا تھا جو آپ ﷺ قحطانی عربوں کے ساتھ بات چیت کے دوران اختیار کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ تمام فصحاء سے بڑے فصیح تمام بلغاء سے بڑا بلیغ اور تمام ذکی لوگوں زیادہ ذہین تھے۔ آپ ﷺ کا اسلوب آسان شیریں اور خوبصورت ہوتا تھا جسے ہر سننے اور پڑھنے والا سمجھ لیتا اور اس کی فصاحت و بلاغت سے لطف اندوز ہوتا تھا۔

امام العرب العربی ابوعثمان عمرو بن بحر الجاحظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش

کرتا ہے کلام نبوی ایک ایسا کلام ہے جس کے حروف کی تعداد تو قلیل ہے مگر اس کے معانی کی تعداد کثیر ہے۔ یہ تصنع سے بلند تر اور تکلف سے منزہ ہے۔ یہ کلام تو بالکل ایسا ہی ہے کہ جیسا اللہ تعالیٰ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دیجیے کہ میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ بھلا کیوں نہ ایسا ہوتا جبکہ آپ ﷺ نے باچھیں پھاڑ کر بات کرنے کو معیوب قرار دیا اور گلے کی گہرائی سے آواز نکالنے والوں سے کنارہ کشی کی ہے۔ آپ ﷺ بات کو پھیلانے کے موقع پر بات کو پھیلاتے اور مختصر بات کی جگہ مختصر بات ہی کرتے تھے۔ آپ ﷺ انوکھے اور نامانوس الفاظ کو ترک کرتے۔ بازاری اور رکیک الفاظ سے نفرت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا کلام سراپا حکمت و دانش کی میراث تھا۔ آپ ﷺ کی گفتگو کو حافظت خداوندی اپنے جلو میں لیے ہوئے تھی۔ اس کلام کی تعبیر کو تائید الٰہی اور توفیق ربانی کی سہولت میسر تھی۔ کلام نبوی ﷺ ایک ایسا کلام ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے محبت کی رنگت نکھار دی ہے۔ اور اسے شرف قبولیت سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس میں ہیبت کے ساتھ شیرینی وحلاوت اور حسنِ فہم کے ساتھ قلت کلمات ایک ساتھ نظر آئے گی۔ قاضی عیاض سیرت نبوی ﷺ میں لکھتے ہیں جہاں تک فصاحت لسانی اور بلاغت زبانی کا تعلق ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے۔ آپ ﷺ کا مرتبہ فصاحت کسی سے پوشیدہ نہ تھا۔ طبیعت کی سلامت وروانی معانی پیدا کرنے کا کمال جامع ومختصر جملے بولنا ستھرے اور چمک دمک والے الفاظ صحت معانی اور ہر بات بے تکان اور بے تکلف وبلا تصنع بولنا۔ آپ ﷺ کی فصاحت وبلاغت کا حصہ تھا۔ انوکھی اور پُرحکمت باتیں آپ ﷺ کے خصائص میں سے تھیں اور آپ ﷺ کو عرب کی تمام زبانوں کا علم دیا گیا تھا۔

علامہ ابوالحسن الماوردی علوم النبوۃ میں لکھتے ہیں۔ آپ ﷺ سب سے زیادہ فصیح اللسان واضح لبیان مختصر کلام تھے۔ آپ ﷺ کے الفاظ سب سے زیادہ وزنی اور آپ کے معانی بھی سب سے زیادہ صحیح ہوتے۔ آپ ﷺ کا کلام بلاغت کی تمام شرائط کا مجموعہ تھا۔ آپ ﷺ نے نہ تو کسی سے بلاغت سیکھی اور نہ اہل بلاغت سے آپ ﷺ کا کبھی میل جول رہا تھا۔ آپ ﷺ کی بلاغت تو وہی ہے جو آپ ﷺ کی جبلت اور فطرت کا تقاضا تھا۔

امام بوصیری فصاحت نبوی ﷺ کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی معجزہ کافی تھا کہ دورِ جاہلیت کی تاریکیوں کو علم سے روشناس کر دیا اور یتیم ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ کو دستِ قدرت نے ادب سکھا دیا۔

عرب کے تمام فصحاء وبلغاء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت وبلاغت کی ستائش کی ہے اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ عربی زبان وادب کی تاریخ میں کلام اللہ کے بعد فصاحت وبلاغت میں کلام نبوی ﷺ کا مقام ہے۔ آپ ﷺ کا اسلوب فیضان الٰہی کا نتیجہ ہے۔ اس لیے اس میں وحی الٰہی کے اثرات نمایاں تھے۔ آپ ﷺ کے اسلوب تکلم وخطابت میں تکلف وتصنع نہیں تھا بلکہ سادہ وسلیس پرکشش تھا۔ جاحظ نے البیان میں لکھا ہے لوگوں نے آپ ﷺ کو ہمیشہ انتہائی راست گو صائب کامل صاحب فضیلت ومعصومیت اور شرف ربانی کی تائید سے متصف پایا تو وہ جان گئے کہ یہ حکمت کا پھل اور توفیق ایزدی کا نتیجہ ہے۔ اور یہ حکمت تقویٰ کا پھل اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان پر بیشتر آفات زبان کی بدولت آتی ہیں۔ حتیٰ کہ سب سے بڑی آفت

یعنی جہنم میں داخل ہونا بھی زبان درازی کا نتیجہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے ریاکاری تکلف سے تیاری کرنے اور ہر اس چیز سے منع فرمایا ہے جو دکھلاوے شہرت حاصل کرنے تکبر اور بڑائی دکھانے کے مشابہ ہو۔ اس طرح ایک دوسرے کو جھٹلانے جھگڑنے مقابلہ کرنے اور ایک دوسرے پر غالب آنے کے لیے خطابت کو استعمال کرنے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ ایک ایسی قوم میں مبعوث ہوئے تھے جس کے ہاں کمال کا معیار ہی بیان و بلاغت اور فصاحت لسانی تھی۔ ایک موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ تمام عرب کے لہجے اور مقامی بولیاں سمجھ لیتے ہیں اور ہر قبیلے سے اس کی زبان میں گفتگو کرتے ہیں یہ علم و ادب آپ کو کس طرح حاصل ہوا آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا میرے رب نے مجھے سلیقہ اور ادب سکھایا ہے اور میری خوب خوب تربیت فرمائی۔

اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ جس دور میں جس چیز کا زور ہوتا ہے اسی کے مطابق انبیاء کو معجزہ عطا ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ساحری کا چرچا تھا چنانچہ ید بیضاء اور عصا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا کیا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ طب و حکمت کا عہد تھا اس لیے آپ ﷺ کو اعجاز مسیحائی عطا ہوا۔ لیکن فصاحت و بلاغت کے رسا عربوں میں قرآن کریم کے اعجاز سے کام لیا گیا۔ اس لیے آپ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر اور زبان اقدس کو فصاحت و بلاغت کے تمام لوازمات کمال سے نوازا گیا۔ آپ ﷺ کی فطرت میں خطابت کا اعجاز ودیعت کیا گیا آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ آپ ﷺ انداز کلام اور اسلوب خطابت میں ہمیشہ اعتدال و میانہ روی اختیار فرماتے تھے۔ حسب موقع اور بقدر ضرورت گفتگو فرماتے۔ جب تقریر فرماتے تو نہایت موزوں الفاظ اور جچا تلا۔ مگر پر اثر انداز اختیار فرماتے۔ بات ختم کر چکے۔ تو سامعین کی تشنگی جاتی نہیں رہتی تھی۔ آپ ﷺ کے خطبات اکثر مختصر مگر جامع ہوتے۔

آپ ﷺ کی بود و باش ایسے قبائل میں تھی جو خالص ترین زبان والے اور شیریں ترین بیان والے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ بنو ہاشم میں پیدا ہوئے۔ قریش میں بڑے ہوئے اور بنو سعد میں پرورش پائی۔ اس لیے آپ ﷺ فطرتاً افصح العرب تھے۔ آپ ﷺ کی فصاحت الہام و فیضان کے مشابہ معلوم ہوتی تھی۔ جس میں آپ ﷺ نے مشقت یا تکلف سے کچھ کام نہ لیا۔ آپ ﷺ کی زبان سے نہ تو کبھی کوئی ناگوار لفظ ادا ہوا۔ اور نہ آپ ﷺ کے اسلوب بیان میں ناہمواری نظر آئی۔ آپ ﷺ کا کلام قرآن مجید کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ تھا۔ آپ ﷺ کے کلام میں نہ تکلف تھا نہ آپ ﷺ اسے سجانے کا قصد فرماتے اور نہ تصنع کے وسائل میں سے کسی وسیلے کی تلاش میں ہوتے۔

بلاغت کی پانچ امتیازی خصوصیات کا بیان

آپ ﷺ کی بلاغت کی پانچ امتیازی خصوصیات تھیں:

1- کتاب اللہ کے بعد عربی فصاحت و بلاغت کی تاریخ میں کوئی ایسا خطیب نہیں ہوا جو آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا ہم پلہ ہو سکے۔ یعنی قرآنی بلاغت کے بعد بلاغت نبوی ﷺ کا ایک اعلیٰ و منفرد مقام ہے۔

2-کلام نبوت میں ایسی تراکیب ہیں جو قلت لفظ کے ساتھ ساتھ کثرت معنی کا رنگت لیے ہوئے ہیں۔ گویا کوزے میں دریا بند ہے۔ چند لفظ ہیں جن میں خطابت کے وسیع سمندر ٹھاٹھیں مارتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

3-تیسری خصوصیت خلوص ہے۔ یعنی کسی قسم کا ابہام مغالطہ نہیں۔ لفظ و معنی میں ایسی پختگی اور وضاحت ہے کہ سامع کو کوئی مشکل پیش نہیں آتی۔

4-قصد و اعتدال چوتھی خصوصیت ہے یعنی لفظ و معنی میں ایجاز و اقتصاء اور ایسا توازن پایا جاتا ہے جسے اقتصاد لفظی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

5-آپ ﷺ کے کلام کی پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ سننے والے کے دل میں کوئی تشنگی یا طلب باقی نہیں رہتی۔ لفظ و معنی اس کی تسلی کر دیتے ہیں۔

آپ ﷺ کے بے حد و بے شمار حکمت آگیں فصاحت نظام و بلاغت کلام کے نمونے موجود ہیں جن میں سے چند مندرجہ ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔

کلام میں فصاحت و بلاغت کی بعض امثلہ کا بیان

1-لوگ کنگھی کے دانوں کی طرح ہیں۔

2-بیٹا اس کا جس کے بستر پر پیدا ہوا۔

3-سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی بات کی طرح نہیں ہے۔

4-جو مخلوق پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

5-قوم کا سردار وہ ہے جو اس کی خدمت کرے۔

6-شر کا ترک کرنا بھی صدقہ ہے۔

7-انسان اس کی ساتھ ہے جس کو وہ محبوب رکھے۔

8-لوگ کانیں ہیں۔

9-جس سے مشورہ لیا جائے اس کے امانت ضروری ہے۔

10-انسان مختار ہے جب تک کلام نہ کرے۔

11-وہ شخص ہلاک نہیں ہوتا جو خود شناس ہے۔

12-اللہ تعالیٰ نے اس بندے پر رحم فرمایا جس نے اچھی بات کہی تو فائدہ اٹھایا یا خاموشی اختیار کر کے محفوظ ہو گیا۔

13-منہ دیکھ کر بات کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حضور میں باعزت نہیں ہے۔

14-میانہ روی اچھی چیز ہے۔

15-اسلام قبول کر محفوظ ہو جا۔

16-اللہ سے ڈر تو جہاں کہیں بھی ہو۔

17-اپنے دوست کو راز کم باؤ ممکن ہے وہ تمہارا کسی روز دشمن ہو جائے۔

18-تم کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر آگے ہوئے سبزے سے بچو (یعنی انسانی زندگی کی ایسی ظاہری خوشنمائی اور چکا چوند سے بچنا چاہیے جس کی تہہ میں فکر ونظر اور اخلاق کی گندگی اور عفونت ہو۔

19-اب تنور بھڑکا ہے۔ (یعنی معرکہ کارزار اب گرم ہوا ہے۔

20-دعا انبیاء کا ہتھیار ہے۔

21۔ پہلے اونٹ کا گھٹنا باندھو پھر اللہ پر توکل کرو (یعنی ہر معاملے میں پہلے اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیے پھر اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

22-تم کبھی کبھار ملنے جاؤ محبت مین اضافہ ہوگا۔ (یعنی کبھی کبھار کی ملاقات سے باہمی محبت بڑھتی ہے۔

23-نہ کسی کو نقصان پہنچانا روا ہے نہ کس کو انتقام کی خاطر تکلیف دینا روا ہے۔

24-آبگینوں کو ٹھیس مت پہنچاؤ۔ یعنی عورتوں سے محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آؤ۔

25- کامیابی صبر کے ساتھ وابستہ ہے۔

26-انسان دوست سے پہچانا جاتا ہے۔

27-جس نے کوشش کی وہ کامیاب ہوا۔

28-جو دوسروں پر ہنستا ہے دنیا اس پر ہنسے گی۔

29۔لڑائی ایک چال ہے۔یعنی میدان جنگ میں چال چلنا بھی لڑائی ہے۔

30۔حیا ایمان مین سے ہے۔

31-اچھا خلق بہترین عبادت ہے۔

32-شگون لینا شرک ہے۔

33-اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھو یعنی تمہارا ہاتھ کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرے۔

34-۔اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔

35-غصہ سے اجتناب کرو۔

قرآن مجید کی فصاحت کا بیان

قرآن مجید جس دور میں نازل ہوا وہ فصاحت وبلاغت اور منطق وحکمت کا دور تھا چنانچہ جب اسے فصیح وبلیغ ادیبوں' عالموں اور

شاعروں کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ بے ساختہ پکار اُٹھے کہ "خدا کی قسم یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہیں ہے۔
قرآن مجید ایسی فصیح و بلیغ زبان میں نازل ہوا جس کی نظیر پیش کرنے سے انسان قاصر تھے، قاصر ہیں اور قاصر رہیں گے اسلئے قرآن مجید نے جب اپنی فصاحت و بلاغت کا دعویٰ کیا تو عربوں نے انتہائی غور و فکر کے بعد تین الفاظ پر اعتراض کیا کہ وہ عربی محاورے کے خلاف ہیں یہ الفاظ کُبَّار، ھُزُوًا اور عُجَاب تھے۔ معاملہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ آپ نے معترضین کے مشورے سے ایک بوڑھے شخص کو منصف بنایا۔
جب وہ شخص آیا اور بیٹھنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" ادھر بیٹھ جائیں"۔ وہ اس طرف بیٹھنے لگا تو آپ نے فرمایا "اُدھر بیٹھ جائیں"۔ جب وہ اُدھر بیٹھنے لگا تو پھر اشارہ کرکے فرمایا" ادھر بیٹھ جائیں"۔ اس پر اس شخص کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا۔
انا شیخ کُبَّار اتتخذنی ھُزُوًا ھذا شیء عُجَاب،
"میں نہایت بوڑھا ہوں کیا آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں؟ یہ بڑی عجیب بات ہے۔
یوں اس نے تینوں الفاظ تین جملوں میں کہہ ڈالے۔ اس پر معترضین اپنا سا منہ لے کر رہ گئے۔
ایک مصری عالم لکھتے ہیں کہ وہ ایک مجلس میں اپنے جرمن مستشرق دوستوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ مستشرقین نیان سے پوچھا: کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ عربی میں کبھی کسی نے گفتگو کی ہے نہ کوئی ایسی زبان لکھ سکا ہے۔ علامہ نے کہا: ہاں میرا ایمان ہے کہ قرآن جیسی فصیح و بلیغ عربی میں کسی نے کبھی گفتگو کی ہے نہ ایسی زبان لکھی ہے"۔ انھوں نے مثال مانگی تو علامہ نے ایک جملہ دیا کہ اس کا عربی میں ترجمہ کریں": جہنم بہت وسیع ہے۔
جرمن مستشرقین سب عربی کے فاضل تھے، انہوں نے بہت زور مارا۔ جہنم واسعۃ، جہنم وسیعۃ جیسے جملے بنائے مگر بات نہ بنی اور عاجز آ گئے تو علامہ طنطاوی نے کہا: "لو اب سنو قرآن کیا کہتا ہے۔
يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ
"جس دن ہم دوزخ سے کہیں گے: کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی: کیا کچھ اور بھی ہے؟"
اس پر جرمن مستشرقین اپنی نشستوں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور قرآن کے اعجاز بیان پر مارے حیرت کے اپنی چھاتیاں پیٹنے لگے۔

شعراءِ عرب کی فصاحت اور فصاحت قرآن

اگر ہم کسی انسان کے فصیح و بلیغ کلام کا مطالعہ کریں تو اختلاف مضامین، اختلاف احوال اور اختلاف اغراض سے اس کی فصاحت و بلاغت میں فرق ضرور نظر آئے گا جیسے اہل عرب کے جن شعراء اور خطباء کی فصاحت و بلاغت میں مثالیں دی جاتی ہیں ان میں سے کوئی تعریف و مدح بہت بڑھ چڑھ کر ہے تو ہجو میں معمول سے زیادہ گرا ہوا اور کوئی اس کے برعکس ہے کوئی مرثیہ گوئی میں فوقیت رکھتا ہے تو غزل میں بھدا ہے اور کوئی اس کے برعکس ہیا اور یوں ہی کوئی رجز میں اچھا ہے تو قصیدے میں خراب اور کوئی اس کے

برعکس اس تمام کے برعکس قرآن کریم پرغور فرمایئے!! اس میں وجوہ خطاب بھی مختلف ہیں: کہیں قصص ومواعظ ہیں کہیں حلال وحرام کا ذکر کہیں اعذار وانذار تو کہیں وعدہ ووعید کہیں تخویف وتبشیر تو کہیں اخلاق حسنہ کا بیان ہے مگر یہ کتاب ہرفن میں فصاحت وبلاغت کے اس اعلی درجے پر فائز ہے جو بشری طاقت سے باہر ہے یوں تو قرآن کریم کی فصاحت وبلاغت کے سلسلے میں بے شمار واقعات وروایات ہیں، سر دست صرف دو کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں:

() درسِ نظامی (عالم کورس) کے نصاب میں داخل مشہور کتاب سبع معلقات کے فصیح وبلیغ شعراء میں سے ایک حضرت لبید بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور قبول اسلام کے بعد 60 سال زندہ رہے نیز اسلام لانے کے بعد انہوں نے صرف یہی ایک شعر کہا۔

ماعاتب المرء الكريم كنفسه والمرء يصلحه القرين الصالح

ایک دن امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا: اپنے اشعار میں سے مجھے بھی کچھ سناو۔ تو انہوں عرض کی: ماكنت لاقول شعرابعد ان علمني الله تعالى البقرة وال عمران یعنی جب سے اللہ تعالی نے مجھے سورہ بقرۃ اور سورہ ال عمران سکھا دی ہے میں کوئی شعر نہیں کہتا۔ (اسد الغابہ)

دور تابعین سے تعلق رکھنے والے فصاحت وبلاغت میں یگانہ روز ابن المقفع کے متعلق منقول ہے کہ اس نے قرآن کریم کا معارضہ کرنا چاہا تو ایک کلام نظم کیا، اسے مفصل بنایا اور اس کا نام سورتیں رکھا ایک دن وہ کسی مدرسے کے پاس گزرا تو اس نے کسی بچے کو قرآن کریم کی یہ آیت طیبہ پڑھتے ہوئے سنا۔

وَقِيلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ O (ہود)

اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ دور ہوں بے انصاف لوگ۔

یہ سن کر وہ واپس لوٹا اور گھر آ کر جو کچھ لکھا تھا سب مٹا ڈیا اور کہا کہ اشهد ان هذا لايعارض ابدا وماهو من كلام البشر یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کتاب کا معارضہ کبھی نہیں ہوسکتا اور یہ انسان کا کلام نہیں۔ (تفسیر الماوردی، المواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی) یا اس نے یہ کہا: هذا كلام لايستطيع احد من البشران ياتي بمثله یعنی یہ ایسا کلام ہے کہ کوئی بشر اس جیسا کلام نہیں کر سکتا۔ (تفسیر البحر المحیط)

محمد لیاقت علی الرضوی الحنفی

چك سنتيكا بهاولنگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علوم البلاغة

پہلا فن علوم بلاغت کے بیان میں ہے

علوم بلاغت کا تعارف

علوم بلاغت تین ہیں۔ علم البیان علم المعانی علم البدیع

تحریر وتقریر میں فصاحت و بلاغت، حسن تاثیر، زور اور وزن پیدا کرنے اور کسی عبارت میں موجود بلاغت کی مقدار پہچاننے اور جانچنے کے لئے ان علوم کا جاننا اور ان میں مہارت حاصل کرنا انتہائی ضروری ہے۔

علم البیان کی تعریف

علم البیان وہ علم ہے جس میں سلیس و حسین انداز اور موثر پیرائے میں اپنے خیلات کا اظہار کرنے کے لئے لفظی و معنوی پیچیدگی اور تعقید سے بچنے کے قواعد بیان کئے جاتے ہیں۔

گویا اس علم کا مقصد لفظی ژولیدگی اور معنوی پیچیدگی سے بچنا ہے، تاکہ خیالات و احساسات واضح انداز میں مخاطب تک پہنچ سکیں، اور اسے سمجھنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ وہ حسین تعبیر اور بلیغ اسلوب کی بدولت وہ سب کچھ سمجھ لے، جو متکلم اسے بتانا چاہتا ہے۔

علم المعانی کی تعریف

وہ علم ہے جس میں متکلم کو مخاطب کی ذہنی صلاحیت اور مقتضی حال کے مطابق کلام کرنے کے قواعد سکھائے جاتے ہیں، نیز کسی عبارت سے حقیقی معنی کے علاوہ قرائن اور سیاق وسباق سے جو اور معانی، مفہوم ومستنبط ہوتے ہیں ان کی تشریح کی جاتی ہے۔

علم البدیع کی تعریف

علم البدیع وہ علم ہے جس میں لفظی ومعنوی محاسن کے ذریعے، فصیح و بلیغ کلام کو مزید سنوارنے اور خوبصورت بنانے کے قواعد بیان کئے جاتے ہیں۔ گویا اس علم کا مقصد حسین کلام کو مزید حسین بنانا ہے تاکہ اس کا حسن شعلہ و جوالہ بن جائے اور پڑھنے سننے والوں کو مبہوت و ششدر کردے۔ جیسے کسی یگانہ، روزگار شخصیت کے حسن قرار سوز سے انسان ہکا بکا رہ جاتا ہے، اور کچھ دیر کے لئے سحر زدہ سا ہو جاتا ہے۔ علم البیان میں تشبیہ، مجاز لغوی، مجاز مرسل، مجاز عقلی، استعارہ تمثیلیہ، اور کنایہ کی تفصیلات مذکور ہیں۔

(ماخوذ از منہاج البلاغہ، محمد معراج الاسلام)

مقدمہ فصاحت و بلاغت کے بیان میں ہے

فصاحت کے لغوی واصطلاحی مفہوم کا بیان

الفصاحة فی اللغة تنبی عن البیان والظهور یقال افصح الصبی فی منطقه اذابان وظهر کلامه و تقع فی الاصطلاح وصفا للکمة والکلام والمتکلم ۔

فصاحت کا لغوی ہوتا ہے ظاہر ہونا اور واضح ہونا، جس طرح کہا جاتا ہے کہ **افصح الصبی فی منطقه** (بچے نے اپنی بات واضح کی) اس وقت جب کہ اس کی بات واضح اور صاف ہو اور اصطلاح میں یہ کلمہ، کلام اور متکلم کی صفت بنتی ہے۔

شرح

عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے جو اردو میں اپنے اصل معنی وساخت کے ساتھ بطور اسم ہی استعمال ہوتا ہے تحریراً سب سے پہلے 1635ء کو ،، سب رس ،، میں مستعمل ملتا ہے۔ خوش بیانی، خوش کلامی، پرکشش انداز بیان، کلام یا گفتگو کی شستگی، سلامت ولطافت کلام۔

علم معانی میں کلام میں ایسے الفاظ ہونا جن کو اہلِ زبان بولتے ہوں کلام کا خلاف محاورہ، غیر مانوس اور ثقیل الفاظ اور بھاری ترکیبوں سے مبرا ہونا کلام کا معیاری اور مستند محاورے کے مطابق ہونا۔

فصاحت وبلاغت کا بیان

فصاحت و بلاغت کی آمیزش سے ہی اچھا شعر یا اچھا ادب تخلیق کیا جاسکتا ہے۔ حالانکہ ہر انسان اپنی بات کو دوسروں تک پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ لیکن یہ ملکہ کسی کسی کو ہی حاصل ہوتا ہے وہ جو کچھ بیان کرنا چاہتا ہے وہ اتنا پرکشش اور واضح ہو کہ جس سے تحریر و تقریر میں اثر پیدا ہو جائے جیسا کہ غالب نے اچھے شعر کی تاثیر کے بارے میں کہا ہے کہ

دیکھنا تقریر کی لذت کو جو اس نے کہا

میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

ادھر بات منہ سے نکلے اور اُدھر دل میں گھر کر جائے۔ علما فصاحت کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فصاحت وہ صفت ہے جس کے معنی خوش بیانی کے ہیں۔ یعنی جملے اور فقرے میں ایسے الفاظ ومحاورات کا استعمال کرنا جو مستند ہوں جن کو ادا کرنے میں اہل

زبان کی پیروی کی جائے مثلاً قدماء اس کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

فصاحت کلمہ اور کلام دونوں میں پائی جاتی ہے یعنی کلمہ بھی فصیح ہوتا ہے اور کلام بھی، کلمے کی فصاحت یہ ہے کہ اس میں جو حروف آئیں ان میں تنافر نہ ہو اور مخالفت قیاسِ لغوی اور غرابتِ لفظی سے پاک ہو اور نہ ایسا ہو کہ اس کے سننے سے کراہیت معلوم ہو۔

اس تعریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ فصاحت کا تعلق سماعت سے گہرا ہے شبلی نعمانی بھی الفاظ کے سبک اور شیریں کلمہ کو فصیح کہتے ہیں اور الفاظ کے ثقل اور کریہہ کو غیر فصیح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ انھوں نے اس کو فصیح، فصیح تر، اور فصیح ترین کے درجات میں بھی بانٹا ہے لیکن کچھ مفکروں کا خیال ہے کہ الفاظ یا کلمہ نہ تو خوش صورت ہوتے ہیں نہ کریہہ صورت بلکہ کسی مصرعے، جملے کے طریق استعمال سے یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

اس کے علاوہ متقدمین نے کلام کی فصاحت کے لیے جن عیوب سے کلام کو علیحدہ رکھنے کی تلقین کی وہ قابلِ اعتنا نہیں ہو سکتی کیونکہ جب اظہار و مطلب کے لیے ادباء و شعراء کو روایتی ذخیرہ الفاظ محدود معلوم ہوتے ہیں تو وہ نامانوس الفاظ اور نئی تراکیب استعمال کرنے کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں کئی بار متروک الفاظ اور تراکیب کا استعمال بھی کر جاتے ہیں۔ کیونکہ فلسفیانہ اور مفکرانہ خیالات و جذبات کی تہہ داری کو ظاہر کرنے میں عام اور سادہ الفاظ ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔ ایسے میں ان کے موزوں ترین اظہار کے لیے نادر اور دقیق الفاظ و تراکیب کی طرف ادباء اور شعراء کا رجوع کرنا فطری ہے۔ اس طرح فصاحتِ کلام الفاظ کے موزوں ترین انتخاب اور حسین ترتیب سے عبارت ہے اس سلسلے میں شبلی نعمانی کی آراء ہے کہ

کلام کی فصاحت میں صرف الفاظ کا فصیح ہونا کافی نہیں بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ وہ ترتیب میں آئیں ان کی ساخت ہیئت ونشست سکی اور گرانی کے ساتھ اس کو خاص توازن اور تناسب ہو ورنہ فصاحت قائم نہ رہے گی۔

شمس الرحمٰن فاروقی اس سلسلے میں کہتے ہیں کہ فصاحت سے مراد یہ ہے کہ لفظ یا محاورے کو اس طرح بولا یا لکھا جائے جس طرح مستند اہلِ زبان لکھتے یا بولتے ہیں۔ لہٰذا فصاحت کا تصور زیادہ تر سماعی ہے اس کی بنیاد روزمرہ اہلِ زبان ہے جو بدلتا بھی رہتا ہے اس لیے فصاحت کے بارے میں کوئی دلیل لانا یا اصول قائم کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

کلمہ میں فصاحت ہونے کا بیان

(۱) ففصاحة الكلمة سلامتها من تنافر الحروف ومخالفة القياس والغرابة فتنافر الحروف وصف في الكلمة يوجب ثقلها على اللسان وعسر النطق بها نحو الظش للموضع الخش والهعخع لنبات ترعاه الابل والفتاح للماء العذب الصافي والمستشزد للمفتول ومخالفة القياس كون الكلمة غير جارية على القانون الصرفي كجمع بوق على بوقات في قول المتنبي۔

فان يك بعض الناس سيفالدولة   ففى الناس بوقات لها وطبول

اذاالقياس فى جمعه للقلة ابواق وكمودة فى قوله

ان بنى للئام زهده

مالى فى صدورهم من موددة

والقياس مودة بالادغام

والغرابة كون الكلمة غير ظاهرة المعنى نحوتكأكأبمعنى اجتمع وافرنقع بمعنى انصرف واطلخم بمعنى اشتد .

ترجمہ

پس کلمہ کی فصاحت اس کا تنافر حروف، مخالفت قیاس، اور غرابت سے محفوظ ہونا ہے۔ پس تنافر حروف کلمہ کی ایک ایسی صفت ہے جوکلمہ کوزبان پر ثقیل بنادے اوراس کی ادائیگی دشوار کردے۔ جس طرح، ظش، بمعنی کھردری جگہ اور ھعخع بمعنی اونٹوں کا چارہ جسے وہ چرتے ہیں اور، نقاخ، بمعنی صاف اور شیریں پانی اور، مستشزر، بمعنی بٹا ہوا، بنا ہوا اور مخالفت قیاس وہ کلمہ کا قانون صرفی پر پورانہ اترنا ہے جس طرح کہ متنبی کا لفظ بوق کی جمع اپنے اس شعر میں بوقات کی شکل میں لانا۔

فان يك بعض الناس سيفا لدولة   ففى الناس بوقات لها وطبول

(اگرکوئی شخص کسی حکومت کے لئے تلوار کے درجے میں ہے تو بعض لوگ اس کے لئے بگل اور ڈھول کے درجے میں ہیں) اس لئے کہ صرفی قاعدہ کے اعتبار سے اس کی جمع قلت، ابواق آتی ہے اور جس طرح لفظ، موددہ شاعر کے اس شعر میں۔

إن بنى للئام زهده   مالى فى صدورهم من موددہ

(بے شک میرے بیٹے کمینے ہیں بخیل ہیں ان کے دلوں میں میرے لئے کوئی محبت نہیں ہے) حالانکہ صرفی قاعدہ لفظ مودة ادغام کے ساتھ لانے کا تھا اور غرابت فی السمع وہ کلمہ کا غیر ظاہر المعنی ہونا ہے جس طرح تکأکأ، یعنی وہ چیز جمع ہوگئی اور، افرنقع، یعنی لوٹ گیا اور، اطلخم، یعنی دشوار اور شدید ہوگیا۔

شرح

علم بیان کی اصطلاح میں ایسا کلام جو مقام اور حال کے مطابق ہو۔ کلام بلیغ میں فصاحت کا ہونا لازمی ہے، لیکن فصاحت کے لیے بلاغت لازمی نہیں ہے۔ گویا فصاحت اور بلاغت کے درمیان عموم وخصوص مطلق کی نسبت پائی جاتی ہے۔

بلاغت کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے کہ ایسا کلام جس میں مخاطب کے سامنے وہی نکات بیان کیے جائیں جو اسے پسند ہوں۔ جو اس کو ناگوار محسوس ہوتے ہوں ان کو حذف کر دیا گیا ہو۔ زیادہ اہم باتوں کو پہلے بیان کیا گیا ہو اور کم اہمیت رکھنے والی باتوں کو بعد میں، نیز غیر ضروری باتوں کو نظر انداز کر دیا گیا ہو

تنافر خواہ حروف کا ہو یا کلمات کا، اس کا ادراک ذوق سلیم سے ہوتا ہے جو مذکورہ بالا علوم میں طہارت سے پیدا ہوتا ہے۔
غرابت سے مراد کسی شعر میں عجیب وغریب یا غیر مانوس الفاظ کا استعمال ہے جنہیں سمجھنے کے لیے لغات کا سہارا لینا پڑے۔

کلام میں فصاحت ہونے کا بیان

(۲) وفصاحة الكلام سلامته من تنافر الكمات مجتمعة ومن ضعف التاليف ومن التعقيد . مع فصاحة كلماته .

فالتنافر وصف في الكلام يوجب ثقله على اللسان وعسر النطق به . نحو

في رفع عرش الشرع مثلك يشرع ولبس قرب قبر حرب قبر
كريم متى امدحه املحه والورى معي واذا مالمته لمته وحدى

وضعف التاليف كون الكلام غير جار على القانون . النحوى المشهور (۱) كالاضمار قبل الذكر لفظا ورتبة في قوله۔

جزى بنوه ابا الغيلان عن كبر وحسن فعل كما يجزى سنمار

والتعقيد ان يكون الكلام خفي الدلالة على المعنے المراد والخفاء اما من جهة اللفظ بسبب تقديم او تاخيرا و فصل ويسمى تعقيد الفظيا كقول المتنبي۔

جفخت وهم لا يجفخون بهابهم شيم على الحسب الاغر دلائل

فان تقديره جفخت بهم شيم دلائل على الحسب الاغر وهم لا يحفخون بها واما من جهة المعنى بسبب اسعمال مجازات و كنايات لايفهم المراد بها ويسمے تعقيدًا معنوياً نحو قولك نشر الملك السنة في المدينة مريدا جواسيسه والصواب نشر عيونه وقوله . سأطلب بعدالدار عنكم لتقربوا وتسكب عيناى الدموع لتجمدا حيث كنى بالجمود عن السرور مع ان الجمود يكنى به عن البخل رقت البكاء .

ترجمہ

کلام کی فصاحت وہ محفوظ رہنا ہے اس کے کلمات کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ کلموں کے باہم جمع ہونے کے سبب پیدا ہونے والے تنافر سے اور ضعف تالیف سے اور تعقید سے، پس تنافر کلمات کا ایک ایسا وصف ہے جو زبان پر اس کے تلفظ کو بوجھل بنا دیتا ہے اور اس کی ادائیگی دشوار کر دیتا ہے جس طرح۔ في رفع عرش الشرع مثلك يشرع۔ شریعت کی عزت اور تخت کی سربلندی کا کام آپ جیسا ہی شخص کر سکتا ہے اور جس طرح، وليس قرب قبر حرب قبر ، حرب نامی مقتول شخص کی قبر کے پاس کسی کی کوئی قبر نہیں ہے۔

اور جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے۔

کریم متی امدحہ امدحہ والوریٰ   معی واذا ما لمتہ لمتہ وحدی

(میرا ممدوح ایسا شریف اور سخی ہے کہ جب میں اس کی تعریف کرتا ہوں تو ساری مخلوق میرے ساتھ مل کے تعریف کرتی ہے اور اگر میں اس کی مذمت وہجو کروں تو اکیلا ہی اس کی ملامت کرنے والا رہ جاتا ہوں) اور ضعف تالیف وہ کلام کا مشہور نحوی قانون کے مطابق نہ ہونا ہے جس طرح کہ لفظ اور رتبے کے اعتبار سے کسی لفظ کو ذکر کرنے سے پہلے ہی ضمیر کو لے آنا جس طرح کی شاعر کے اس شعر میں۔

جزیٰ بنوہ ابا الغیلان عن کبر   وحسن فعل کما جوزی سنمار

(بڑھاپے اور حسن سلوک کے باوجود اس کے بیٹوں نے ابوالغیلان کو ایسا بدلہ دیا جیسا کہ سنمار نامی معمار کو بدلہ دیا گیا ہے) اور تعقید یہ ہے کہ کلام اپنا معنی مرادی صاف اور واضح طور پر نہ بتائے۔ اور کلام کا یہ خفاء کبھی تو لفظ کی طرف سے آتا ہے تقدیم ما حقہ التاخیر کی وجہ سے یا تاخیر ما حقہ التقدیم کی وجہ سے یا مبتدا اور خبر، موصوف وصفت اور حال ذوالحال جس طرح دو مربوط کلمات کے درمیان کسی اجنبی لفظ کے ذریعہ فصل لانے کی وجہ سے اور اسے تعقید لفظی کہا جاتا ہے جس طرح متنبی کے اس شعر میں ہے۔

جفخت وھم لا یجفخون بھا بھم   شیم علی الحسب الاعز دلائل

(فخر کیا حالانکہ وہ لوگ فخر نہیں کرتے ہیں ان لوگوں پر ایسے اچھے اخلاق نے جو معزز حسب پر دلالت کرنے والے ہیں) اس شعر کی تقدیری عبارت یہ ہوگی جفخت بھم شیم دلائل علی الحسب الاعز وھم لا یجفخون بھا (ان پر ایسے اچھے اخلاق نے فخر کیا جو کی معزز حسب نسب پر دلالت کرنے والے ہیں حالانکہ یہ لوگ ان اخلاق پر فخر نہیں کرتے) اور خفایا تو معنی کی جہت سے آتا ہے مجازات کثیرہ اور کنایات بعیدہ کے استعمال کے سبب جن کے ہوتے ہوئے معنی مرادی کو سمجھا نہ جا سکے اور اس کو تعقید معنوی کہا جاتا ہے جس طرح تیرا قول نشر الملک السنتہ فی المدینۃ (بادشاہ نے اپنی زبانوں کو شہر میں پھیلا دیا) تو زبانوں سے مراد لے رہا ہو جاسوسوں کو حالانکہ صحیح جملہ نشر الملک عیونہ کہنا چاہیے تھا اور جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے۔

ساطلب بعد الدار عنکم لتقربوا   وتسکب عینای الدموع لتجمدا

(میں تم سے گھر کی دوری طلب کرتا ہوں تاکہ تم قریب ہو جاؤ اور میری آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں تاکہ وہ جم جائیں) اس شاعر نے لفظ جمود سے سرور کا کنایہ کیا ہے حالانکہ جمود کے ذریعے رونے کے موقع پر رونا نہ آنے پر کنایہ کیا جاتا ہے۔

ضعفِ تالیف کے مفہوم کا بیان

اہل زبان اور روزمرہ کے خلاف کوئی نیا لفظ استعمال کرنا۔ مثلاً پکار کے وزن پر اٹھانے سے اُٹھار یا بگاڑنے سے بگار۔ اسی طرح

لباب کی جگہ سب اور سکر کی جگہ خشی استعمال کرتا۔

تعقید کے مفہوم کا بیان

تعقید بھی عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ 'عقد' ہے۔ عقد کا مطلب ہے 'گرہ یا گانٹھ لگانا' یا 'آپس میں باندھنا'۔ 'نکاح' کے لیے بھی عقد کا لفظ اسی رعایت سے استعمال کیا جاتا ہے کہ اس میں فریقین کو ایک رشتے میں باندھ دیا جاتا ہے۔

شاعری کی بحث میں بھی 'تعقید' کی اصطلاح انہی معنوں میں مستعمل ہے لیکن یہاں 'تعقید' صرف 'بے محل و موقع' الفاظ کو آپس میں باندھنے کے عیب کا نام ہے اور یہ بھی معائب سخن میں سے ایک ہے۔

کسی بھی شعر کے الفاظ کی ترتیب جس قدر روزمرہ و محاورہ کے قریب تر ہوگی اسی قدر وہ شعر سہولت کے ساتھ سمجھ آ سکے گا۔ گو قافیہ، ردیف اور وزن نباہنے کی خاطر شعرا کو آزادی حاصل ہے کہ وہ روزمرہ یا محاورہ کی عمومی ترتیب سے ہٹ کر الفاظ کو کسی حد تک الٹ پلٹ سکتے ہیں لیکن اس الٹ پلٹ سے معنوی اعتبار سے شعر میں تبدیلی نہ آئے۔ بطور مثال غالب کا یہ مصرع دیکھئے۔

تھا زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا

اگر اسے روزمرہ کے مطابق نثر میں لکھا جاتا تو یوں ہوتا۔

زندگی میں مرگ کا کھٹکا لگا ہوا تھا

لیکن وزن نباہنے کی خاطر 'تھا' کو آخری کی بجائے پہلا لفظ بنا دیا گیا۔

اس حد تک تو جائز ہے۔ لیکن یہ آزادی ایک حد سے تجاوز کر جائے تو 'تعقید' کے زمرہ میں آتی ہے۔ یعنی اگر اسے 'ہوا تھا مرگ کا زندگی میں لگا کھٹکا' کر دیا جائے تو اس کا مفہوم یا تو بمشکل تمام سمجھ آئے گا اور یا معنوی اعتبار سے اس مفہوم سے مختلف ہوگا جو شاعر نے ادا کرنا چاہا اور یہی 'تعقید' ہے۔

فصاحت متکلم کا بیان

(۳) وفصاحة المتكلم ملكة يقتدربها على التعبير عن المقصود بكلام فصيح في اى غرض كان .

(والبلاغة) في اللغة الوصول والانتهاء يقال بلغ فلان مراده اذا وصل اليه وبلغ الركب المدينة اذا انتهى اليها وتقع في الاصطلاح وصفا للكام والمتكلم .

فبلاغة الكلام مطابقته لمقتضى الحال مع فصاحت .

والحال ويسمىٰ بالمقام هوالامر الحامل للمتكلم على ان يورد عبارته على صورة مخصوصة والمقتضى ويسمے الاعتبار المناسب هوالصورة المخصوصة التى تورد عليها العبارة .

مثلا المدح حال يدعولا يراد العبارة على صورة الاطناب وذكاء المخاطب حال يدعولا يرادها

علی صورة الایجاز فکل من المدح والذکاء حال وکل من الاطناب والایجاز مقتضی و ایراد الکلام علی صورة الاطناب والایجاز مطابقة للمقتضی وبلاغة المتکلم ملکة یقتدر بها علی التعبیر عن المقصود بکلام بلیغ فی ای غرض کان . ویعرف التنافر بالذوق .

ومخالفة القیاس بالصرف وضعف التالیف والتعقید اللفظی بالنحو والغرابة بکثرة الاطلاع علی کلام العرب والتعقید المعنوی بالبیان والاحوال ومقتضیاتها بالمعانی فوجب علی طالب البلاغة معرفة اللغة والصرف النحو والمعانی والبیان مع کونه سلیم الذوق کثیر الاطلاع علی کلام العرب .

ترجمہ

متکلم کی فصاحت ایک ایسی صلاحیت وقابلیت ہے جس کے ذریعے کسی بھی غرض میں کلام فصیح کی مدد سے معنی مقصود کے ادا کرنے پر متکلم قادر ہو جائے۔

بلاغت لغت میں پہنچنے اور رک جانے کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے بلغ فلان مراده جب کہ اپنی مراد کو پہنچ جائے اور پالے اور کہا جاتا ہے بلغ الرکب المدینة جب کہ قافلہ شہر تک اپنے سفر کی انتہا کرے اور وہاں جا کر رک جائے اور اصطلاح میں یہ کلام اور متکلم کی صفت بنتی ہے۔

کلام کی بلاغت وہ اس کا فصاحت کلام کے ساتھ ساتھ حال کے تقاضے کے موافق ہونا ہے اور حال جسے مقام بھی کہا جاتا ہے وہ ایک ایسی بات ہے جو متکلم کو اپنا کلام کسی مخصوص صورت میں لانے پر آمادہ کرے اور مقتضا جسے اعتبار مناسب بھی کہا جاتا ہے وہ ایسی مخصوص صورت ہے جس کے مطابق عبارت کو لایا جائے مثلاً کسی کی تعریف کرنا یہ ایک حال ہے جو عبارت کو اطناب کی شکل میں لانے کا تقاضا کرتا ہے اور جس طرح مخاطب کی دانائی وذکاوت یہ ایک حال ہے جو عبارت کو ایجاز کی صورت میں لانے کو چاہتی ہے پس مدح وذکاوت میں سے ہر ایک حال ہوئے اور اطناب اور ایجاز میں سے ہر ایک مقتضا ہوئے اور کلام کا اطناب اور ایجاز کی صورت میں لانا ہر ایک مقتضا کے مطابق ہوا۔ متکلم کی بلاغت ایک ایسی صفت ہے جس کے ذریعے کسی بھی غرض میں کلام بلیغ کی مدد سے معنی مقصود کے ادا کرنے پر متکلم قادر ہو جائے۔

اور تنافر پہچانا جاتا ہے ذوق سلیم سے اور مخالفت قیاس لغوی سے علم صرف سے اور ضعف تالیف اور تعقید لفظی علم نحو سے غرابت فی السمع کلام عرب کا بکثرت مطالعہ کرنے سے اور تعقید معنوی علم بیان سے اور احوال اور ان کے مقتضیات علم معانی سے۔ لہٰذا علم بلاغت کے طالب علم کے لیے اس کے ذوق سلیم ہونے اور عربوں کے کلام کی بکثرت واقفیت کے ساتھ ساتھ لغات کو پہچاننا اور علم صرف، علم نحو، علم معانی اور علم بیان کا سیکھنا ضروری ہے۔

بلاغت کی لغوی تعریف

لغوی طور پر یہ لفظ بلاغت فصیح و بلیغ ہونا۔ بلوغ بلغ۔ بلغ بلاغا۔ پہنچنا، پہنچانا، خبر پہنچانا، اطلاع دینا۔ (القاموس)

بلاغت کی اصطلاحی تعریف

بلاغت کی مختلف تعریفات کی گئی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) پہلی تعریف

اس کی دو قسمیں ہیں: الف بلاغت کلام: کلام کا فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضائے حال کے مطابق ہونا۔ یعنی جو بات مقام و شخص کے مطابق ہو۔

ب بلاغت متکلم: وہ ملکہ و صلاحیت ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے مقصود کو کلام بلیغ کے ساتھ تعبیر کرنے پر قادر ہو جائے۔

(۲) دوسری تعریف

کون الکلام مطابقاً لمقتضی الحال

یعنی جس کے معانی واضح اور صحیح عبارت کے ساتھ ادا کئے جائیں۔ اس قسم کی عبارت جو دلوں پر چھا جائے، متکلم کی حالت کے مطابق ہو، اس کی ذہنی کیفیت کے مطابق ہو اور سامعین کی قوت فہم اور موقع محل کے مطابق ہو۔

بلاغت سے مراد کلام کو دوسروں کے گوش گزار کرنے سے تعلق رکھتی ہے بلاغت کے لغوی معنی تیز زبان کے ہیں۔ بلاغت کی تعریف عموماً یوں کی جاتی ہے کہ کلام فصیح ہو اور مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ بلاغت کی تعریف کرتے ہوئے شمس الرحمن فاروقی رقم طراز ہیں کہ بلاغت کسی علم کا نام نہیں ہے بلکہ بلاغت ایک تصور ہے۔ بلاغت اس صورت حال کی تصوراتی شکل کو کہا جاتا ہے جو زبان کو حسن اور خوبی کے ساتھ استعمال کرنے سے ظہور میں آتی ہے بلاغت اس صورت حال کو کہتے ہیں۔ جب کلام میں الفاظ معمولی زبان کے مقابلے میں زیادہ زور اور خوبی کے حامل ہوں مغرب کے جدید ماہرین استعارہ بھی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ شعر میں زبان کے استعمال کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ عام زبان سے زیادہ ارفع و امجد ہوتی ہے۔

اور شبلی نعمانی کا خیال ہے کہ گویا بلاغت کا صرف اس قدر فرض ہے کہ تم کسی مطلب کو ادا کرنا چاہو تو یہ بتا دے کہ جملہ کے اجزا کیا ہونا چاہئیں اور ان اجزا کی ترکیب کیا ہونی چاہئے۔ لیکن اگر عام طور سے یہ پوچھا جائے کہ کس قسم کے مضامین کیوں کر ادا کرنا چاہئیں؟ تو موجودہ فن بلاغت اس کے متعلق کچھ رہبری نہیں کر سکتا، حالانکہ بلاغت کا اصلی تعلق مضامین ہی سے ہے نہ الفاظ سے بلاغت الفاظ درحقیقت بلاغت کا ابتدائی درجہ ہے۔ اصلی اور اعلیٰ درجہ کی بلاغت، معانی کی بلاغت ہے۔ یعنی قدما کے نزدیک بلاغت کلام سے تعلق رکھتی ہے۔ لیکن دور جدید میں اسے تصور سے تعبیر کیا جاتا ہے جو زبان کے فنکارانہ استعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔ وہاب اشرفی بلاغت کے جدید تصور کی روشنی میں اپنی آراء کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

شاعری میں جو الفاظ ہوتے ہیں وہ یقینی جانے پہچانے ہوتے ہیں۔ لیکن خالق انھیں نئی توانائی بخش دیتا ہے۔ اس طرح کہ وہ عام سطح سے بلند ہو جاتے ہیں اور ایک واضح معیاری صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہی مرتبہ کمال ہے۔ جس کا حصول آسان نہیں اور جس میں ذوق کی کارکردگی کھل کر سامنے آتی ہے۔ گویا بلاغت کی تفہیم معنی سے زیادہ الفاظ سے ہوتی ہے۔ یہ بالکل نیا تصور ہے۔

مندرجہ بالا اقوال کی روشنی میں یہ بات پوری طرح سامنے آجاتی ہے کہ بلاغت کا تعلق الفاظ سے بھی ہے اور معنی سے بھی لیکن اس کا اصل تعلق مضامین سے گہرا ہے یعنی ایک ادیب یا شاعر جس واقعہ کو بیان کر رہا ہے وہ اس طرح بیان ہو کہ موقع اور حالت کے پیش نظر عقل اس کو قبول کرے اور واقعات کی جزئیات حالت سے پوری طرح ہم آہنگ ہونی چاہئے تا کہ وہ تصویر آنکھوں کے سامنے کھنچ جائے اسی کا نام بلاغت ہے۔ اگر کلام میں بلاغت نہیں ہوگی تو وہ تاثیر اور فطرت کے منافی ہوگا۔ فصاحت اور بلاغت کا چولی دامن کا ساتھ ہوتا ہے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی کلام میں فصاحت ہو، بلاغت نہ ہو مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی کلام بلیغ ہو، اور فصیح نہ ہو۔

علم المعانی

پہلا علم معانی بلاغت کے بیان میں ہے

ھو علم یعرف بہ احوال اللفظ العربی التی بھا یطابق مقتضی الحال ۔ فتختلف صور الکلام لاختلاف الاحوال ۔ مثال ذلک قولہ تعالیٰ (وانالاندری اشر ارید بمن فی الارض ارادبھم ربھم رشدا فان ماقبل وام) صورۃ من الکلام تخالف صورۃ ما بعدھا لان الاولی فیھا فعل الارادۃ مبنی للمجھول ۔

والثانیۃ فیھا فعل الارادۃ مبنی للمعلوم والحال الداعی لذلک نسبۃ الخیر الیہ سبحانہ فی الثانیۃ ومنع نسبۃ الشر الیہ فی الاولی ۔ وینحصر الکلام علی ھذا العلم فی ثمانیۃ ابواب وخاتمۃ ۔

ترجمہ

علم معانی وہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے احوال کو پہچانا جائے جن کے ساتھ مقتضائے حال موافق ہو پس کلام کی صورتیں احوال کے بدلنے سے بدل جائیں گی اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وانا لا ندری اشر ارید بمن فی الارض ام اراد بھم ربھم رشدا اور ہمیں معلوم نہیں کہ زمین والوں کے ساتھ کیا شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کے ساتھ ان کے رب نے بھلائی کا ارادہ کیا ہے پس ام سے ماقبل کلام کی ایک صورت ہے جو اس کے مابعد کی صورت کے خلاف ہے کیوں کہ پہلی صورت میں ارادت کا صیغہ مجہول کا ہے اور دوسری صورت میں ارادت کا صیغہ معروف ہے اور اس کا تقاضا کرنے والا حال خیر کی نسبت کا اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا ہے دوسری صورت میں ۔ اور اس کی طرف شر کی نسبت کا نہ کرنا ہے پہلی صورت میں ۔ اور اس علم سے متعلق کلام آٹھ ابواب اور ایک خاتمہ میں منحصر ہے ۔

نوٹ

علم معانی علوم بلاغت کی اہم شاخ ہے اور اس کا تعلق الفاظ کے ان استعمالات سے ہے جن کے لیے وہ بنیادی طور پر تخلیق کیے گئے ہوں ۔ اس علم کی مدد سے گویا الفاظ کو ان کے حقیقی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے ۔

الباب الاول في الخبر والانشاء

پہلا باب خبر اور انشاء کے بیان میں ہے

ہر کلام کا خبر یا انشاء میں حصر ہونے کا بیان

كل كلام فهو اما خبرا وانشاء والخبر مايصح ان يقال القائله انه صادق فيه او كاذب كسافر محمدٌ و علي عليه السلام مقيم .

والانشاء مالا يصح ان يقال لقائله ذلك كسافر يا محمدٌ واقم يا علي عليه السلام والمراد بصدق الخبر مطابقته للواقع وبكذبه عدم مطابقته له فجملة علي مقيم ان كانت النسبة المفهومة منها مطابق . لما في الخارج فصدق والافكذب . ولكل جملة ركنان محكوم عليه ومحكوم به ويسمي الاول مسندا اليه كالفاعل ونائبه والمبتداءا الذي له خبر ويسمي الثاني مسندا كالفعل والمبتدأالمكتفي بمرفوعه .

ترجمہ

ہر کلام یا تو خبر ہوگا یا انشاء خبر وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو اس کلام کے کہنے میں سچا یا جھوٹا کہا جا سکے، جیسا کہ سافر محمد (محمد نے سفر کیا) اور علی مقیم (علی مقیم ہے) اور انشاء وہ کلام ہے جس کے کہنے والے کو اس کلام کے کہنے میں سچا یا جھوٹا نہ کہا جا سکے جس طرح سافر یا محمد (اے محمد سفر کر) اور اقم یا علی (اے علی مقیم ہو جا) اور سچی خبر سے مراد یہ ہے کہ وہ خبر واقعہ کے مطابق ہو اور جھوٹی خبر کا مطلب یہ ہے کہ وہ خبر واقعہ کے مطابق نہ ہو چنانچہ علی مقیم کا جملہ سچا ہوگا اگر اس سے سمجھی جانے والی نسبت خارجی نسبت کے مطابق ہے ورنہ وہ جھوٹا ہوگا اور ہر جملے کے دو رکن ہوتے ہیں ایک محکوم علیہ اور دوسرا محکوم بہ اور پہلے کا نام مسند علیہ ہے جیسا کہ فاعل، نائب فاعل اور وہ مبتدا جس کی کوئی خبر ہو اور دوسرے کا نام مسند ہے جس طرح کہ فعل اور وہ مبتدا جس کی اپنے مرفوع کے ذریعے کفایت کی گئی ہو۔

جملہ خبریہ کے مفہوم کا بیان

وہ جملہ جس کے بولنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکے۔ جیسے، زَيْدٌ قَائِمٌ

جب ہم کسی بھی جملہ خبریہ میں غور و فکر اور تحقیق کرتے ہیں تو ہمیں اس میں صرف نو چیزیں نظر آتی ہیں اور یہ نو چیزیں ایسی ہیں کہ

جب بھی کسی چیز کو دوسری چیز کیلئے ثابت کرنا چاہیں یا ایک چیز کی دوسری سے نفی کرنا چاہیں تو ان نو چیزوں کا ہونا لازمی ہے۔

۱۔ جملے کے مفردات جن میں اس کے موارد اور ہیئت لفظیہ بھی شامل ہیں۔

۲۔ مفردات کے معانی اور ان کے مدلول۔

۳۔ جملے کی ہیئت ترکیبیہ۔

۴۔ وہ چیز جس پر ہیئت ترکیبیہ دلالت کرے۔

۵۔ خبر دینے والے شخص کا مادہ جملہ اور ہیئت جملہ کا تصور کرنا۔

۶۔ مادہ جملہ اور ہیئت جملہ کے مدلول کا تصور۔

۷۔ نسبت کا خارج کے مطابق ہونا یا نہ ہونا۔

۸۔ مخبر کا اس مطابقت وعدم کا علم رکھنا یا شک کرنا۔

۹۔ متکلم کا مقدمات ارادہ کے بعد جملے کو خارج میں ایجاد کرنے کا ارادہ کرنا۔

یہ باب خبر کے بیان میں ہے

خبر کا جملہ اسمیہ یا فعلیہ ہونے کا بیان

الخبر اما ان يكون جملة فعلية او اسمية فالاولى موضوعة لافادة الحدوث فى زمن مخصوص مع الاختصار وقد تفيد الاستمرار التجددى بالقرائن اذاكان الفعل مضارعا كقول طريف۔

او كلما وردت عكاظ قبيلة

بعثوا الى عريفهم يتوسم

والثانية موضوعة لمجرد ثبوت المسند للمسند اليه .نحو الشمس مضيئة وقد تفيد الاستمرار بالقرائن اذالم يكن فى خبرها فعل نحو العلم نافع والاصل فى الخبران يلقى لافادة المخاطب الحكم الذى تضمنه الجملة كمافى قولنا حضر الامير . او لافادة ان المتكلم . عالم به لخوانت حضرت أمس ويسمے الحكم فائدة الخبر وكون المتكلم عالمابه لازم الفائدة وقد يلقى الخبر لاغراض اخرىٰ .

ترجمہ

خبر یا تو جملہ فعلیہ ہوگا یا اسمیہ، اور پہلا اختصار کے ساتھ مخصوص زمانے میں حدوث کے معنی کا فائدہ دینے کے لیے بنایا جاتا ہے

اور کبھی قرائن کے پائے جانے کے وقت استمرار تجددی کا فائدہ دیتا ہے بشرطیکہ وہ فعل مضارع ہو جس طرح کہ طریف کا یہ قول ہے۔

او کلما وردت عکاظ قبیلۃ بعثوا الی عریفھم یتوسھم

(جب کبھی میلہ عکاظ میں کوئی قبیلہ اترتا ہے، وہ میری جانب اپنے نمائندے کو بھیجتے ہیں جو مجھے بار بار دیکھتا رہتا ہے اور میرے چہرے کو پہچاننے کی کوشش کرتا رہتا ہے) اور دوسرا بنایا گیا ہے صرف مسند کے مسند الیہ کے لیے ثابت ہونے کو بتانے کے لیے جس طرح، الشمس مضیئۃ (سورج روشن ہے) اور کبھی وہ قرائن کی موجودگی میں استمرار کا فائدہ دیتا ہے بشرطیکہ اس کی خبر میں کوئی فعل نہ ہو جس طرح، العلم نافع (علم نفع دیتا رہتا ہے) اور خبر میں اصل یہ ہے کہ وہ لائی لاتی ہے مخاطب کو اس حکم کا فائدہ پہنچانے کے لیے جس پر جملہ مشتمل ہے جیسا کہ ہم یوں کہیں، حضر الامیر (حاکم آگئے) یا وہ لائی جاتی ہے یہ بات بتانے کے لیے کہ متکلم اس بات سے واقف کار ہے جس طرح، انت حضرت امس (تو کل آیا) اور حکم کو فائدۃ الخبر کہیں گے اور متکلم کے اس خبر سے باخبر ہونے کو لازم فائدۃ الخبر کہیں گے۔

جملہ خبریہ کی وضاحت کا بیان

جملہ خبریہ اس جملہ کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو امور خارجیہ کا لحاظ کیے بغیر سچا یا جھوٹا کیا جا سکے۔

سوال آپ نے امور خارجیہ کا لحاظ نہ رکھنے کی قید کیوں لگائی؟

جواب دفع اشکال کے لئے کیونکہ یہاں پر اشکال ہوتا ہے کہ بعض جملے تو ایسے ہیں جن میں صدق ہی صدق ہوتا ہے جیسے نبی کریم ﷺ کی باتیں کہ اَلْجَنَّةُ حَقٌّ اَلنَّارُ حَقٌّ یا اس شخص کا قول جو مشاہدہ کے موافق ہو جیسے اَلسَّمَاءُ فَوْقَنَا وَالْاَرْضُ تَحْتَنَا ان تمام امور میں اگر ان امور کا لحاظ کریں جو نفس جملہ سے خارج ہیں تو ان کے کہنے والے کو صرف صادق یا صرف کاذب ہی کہیں گے اسطرح یہ جملہ خبریہ نہیں بن سکتے اور اگر ان امور خاجیہ کا لحاظ نہ کریں تو انکے بولنے والے کو سچا یا جھوٹا کہا جا سکتا ہے اس لئے ہم نے امور خارجیہ کا لحاظ نہ کرنے کی قید لگائی۔

جملہ خبریہ کی اقسام کا بیان

جملہ خبریہ کی پھر دو قسمیں ہیں:

(۱) جملہ اسمیہ خبریہ (۲) جملہ فعلیہ خبریہ

جملہ اسمیہ خبریہ کا بیان

اس جملہ کو کہتے ہیں جسکی دو مقصودی جزوں (یعنی مسند و مسند الیہ) میں سے پہلی جزو اسم ہو جیسے (زَیْدٌ قَائِمٌ) دوسری جزو عام ہے خواہ اسم ہو یا فعل ہو۔ اسم ہے جیسے (زَیْدٌ عَالِمٌ) فعل ہو جیسے (زَیْدٌ ضَرَبَ) جملہ اسمیہ کی پہلی جزو کو مسند الیہ کہتے ہیں اور ترکیبی نام اس

کا مبتدا ہے اور دوسری جزو کو مسند کہتے ہیں ترکیبی نام اس کا خبر ہے ان ناموں کے علاوہ مسند الیہ کو محکوم علیہ مخبر عنہ اور موضوع بھی کہتے ہیں اسطرح مسند کو مسند بہ مخبر مخبر بہ محکوم محکوم بہ اور محمول بھی کہتے ہیں۔

جملہ فعلیہ خبریہ کا بیان

اس جملہ کو کہتے ہیں جسکی دو مقصودی جزوں میں سے پہلی جزو فعل ہو اور دوسری جزو ہمیشہ اسم ہی ہوگی جیسے (ضَرَبَ زَیْدٌ) جملہ فعلیہ کی پہلی جزو کو مسند کہتے ہیں اور ترکیبی نام اس کا فعل ہے اور دوسری جزو کو مسند کہتے ہیں اور ترکیبی نام اسکا فاعل ہے یا نائب فاعل ہے۔

خبر کے مختلف مواقع کا بیان

(۱) لالاسترحام فی قول موسیٰ علیه السلام (رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر) .

(۲) واظهار الضعف فی قول زکریا علیه السلام (رب انی وهن العظم منی)

(۳) واظهار التحسر فی قول امراة عمران (رب انی وضعتها انثی والله اعلم بما وضعت)

(۴) واظهار الفرح بمقبل والشماتة بمد برفی قولك (جاء الحق وزهق الباطل)

(۵) واظهار السرور فی قول اخذت جائزة التقدم) لمن یعلم ذلك

(۶) والتوبیخ فی قولك للعاثر (الشمس طالعة).

(اضرب الخبر) حیث کان قصد المخبر بخبره افادة المخاطب

ترجمہ

(۱) جس میں طلب رحم کی اپیل نہ ہو جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول میں ہے۔(رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر) .

(۲) قول میں ضعف کا اظہار کرنا جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام کے قول کے میں ہے۔(رب انی وهن العظم منی)

(۳) حسرت کا اظہار کرنا جس طرح عمران کی عورت کی قول میں ہے۔(رب انی وضعتها انثی والله اعلم بما وضعت)

(۴) مدمقابل پر پر فرحت کا اظہار کرنا جس طرح تیرا قول یہ ہو۔(جاء الحق وزهق الباطل)

(۵) خوشی کا اظہار کرنا جس طرح تیرے اس قول میں ہو۔ لمن یعلم ذلك

(۶) توبیخ کرنا جس طرح جب تیرا قول عاثر کیلئے ہو جیسے (الشمس طالعة)

خبر بیان کرنا جب مخبر کا ارادہ خبر کے ساتھ مخاطب کیلئے فائدہ ہو۔

استرحام باعث زوال عزت

استرحام ایک ایسی حالت ہے جس سے عزت نفس زائل ہو جاتی ہے۔ استرحام یعنی قابل رحم بننا، یعنی جان بوجھ کر خود کو ناتواں و کمزور اور ایسی حالت میں رکھنا کہ لوگوں کو دیکھتے ہی رحم آ جائے، امیر المومنین ایسی حالت سے نجات پانے کے لئے اس حکمت میں راہنمائی فرما رہے ہیں۔

بعض لوگ آئینے کے سامنے بیٹھ کر قابل رحم بننے کی باقاعدہ مشق کرتے ہیں کہ منہ اس طرح لٹکائیں کہ انہیں دیکھتے ہی رونا آ جائے، یہ طنز نہیں بلکہ ایک حقیقت ہے، تقریباً بیس سال قبل پاکستان کے ایک گاؤں میں جانا ہوا، وہاں میزبان آئے اور بغیر کچھ پوچھے رحم شروع کر دیا کہ ہمیں معلوم ہے کہ آپ وہاں حوزے میں کن مشکلات و سختیوں میں زندگی گزارتے ہیں، انہوں نے ہماری طرح طرح کی مشکلات بیان کیں اور طلبا کے مصائب پڑھتے پڑھتے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، پہلے تو میں یہ سمجھا کہ یوں ہی اظہار ہمدردی کر رہے ہیں کیونکہ حوزے میں بہرحال مشکلات تو ہوتی ہیں لیکن یہ معمولی چیز نہیں ہے کہ انسان دوسرے کی حالت پر رونا شروع کر دے، ان سے سوال کیا کہ آپ کو طلاب کے اتنے دقیق حالات کیسے معلوم ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ پچھلے سال کچھ مبلغ آئے تھے تو انہوں نے یہ سب کچھ بتایا ہے اور کہا کہ وہ روزانہ یہ مصائب پڑھتے تھے اور ہم سب مل کر روتے تھے، میں نے کہا کہ طلاب کے اتنے برے حالات بھی نہیں ہیں کہ آپ کو ان پر رونا پڑے۔

خبر کی بعض اقسام کا بیان

ينبغى ان تقتصر من الكلام على قدر الحاجة حذرا من اللغوفان كان المخاطب خالى الذهن من الحكم القى اليه الخبر مجردا عن التاكيد نحو اخوك قادم . وان كان مترددا فيه طالبا لمعرفته حسن توكيده نحو ان اخاك قادم وان كان منكرا وجب توكيده بموكدا وموكدين او اكثر حسب درجة الانكار .

نحوان اخاك قادم اوانه لقادم او والله انه لقادم فالخبر بالنسبة لخلوه من التوكيد واشتماله عليه ثلاثة اضرب كما رأيت ويسمى الضرب الاول ابتدائياً والثانى طلبياً والثالث انكارياً ويكون التوكيد بان وان ولام الابتداء واحرف التبنيه والقسم ونونى التوكيد والحروف الزائدة والتكرير وقد واما الشرطية .

ترجمہ

جہاں مخبر کا اپنی خبر کے ذریعے مخاطب کو فائدہ پہنچانے کا ارادہ ہو تو مناسب ہوگا کہ بقدر ضرورت ہی کلام کیا جائے تاکہ لغو سے بچا جائے پس اگر مخاطب کا ذہن حکم سے خالی ہو تو اس کے لیے تو اس کے لیے بغیر تاکید کے خبر لائی جائے گی جس طرح **اخوك قادم** (تیرا بھائی آیا) اور اگر وہ اس حکم کے بارے میں متردد ہو اور اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کی تاکید لانا بہتر ہوگا جس

طرح ان اخاك قادم (بیشک تیرا بھائی آیا) اور اگر اس حکم سے منکر ہے تو اس کی خبر کو انکار کے درجے کے موافق ایک یا دو یا زیادہ تاکید سے مؤکد و پختہ کرنا ضروری ہوگا جس طرح ان اخاك قادم (بیشک تیرا بھائی آیا) یا انـه لقادم (بیشک وہ ضرور آیا ہے) پھر خبر کی تاکید سے خالی ہونے اور تاکید پر مشتمل ہونے کے لحاظ سے تین قسمیں ہیں جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا۔ اور پہلی قسم کا نام ابتدائی، دوسری کا طلبی، اور تیسری کا نام انکاری ہے اور تاکید ہوتی ہے اِن، اَن، لام ابتداء، حرف تنبیہ، قسم، تاکید کے نون، حروف زائدہ، تکریر خبر، قد اور اما شرطیہ کے ذریعے ہوگی۔

یہ باب انشاء کے بیان میں ہے

انشاء طلبی وغیر طلبی کا بیان

الانشاء اما طلبی او غير طلبی فالطلبی مایستدعی مطلوباً غير حاصل وقت الطلب وغير الطلبی مالیس كذلك والاول يكون بخمسة اشياء الامر والنهی والاستفهام والتمنی والنداء (اما الامر) فهو طلب الفعل على وجه الاستعلاء وله اربع صيغ نعل الامر (نحو خذالكتاب بقوة) والمضارع المقرون باللام (نحو لينفق ذوسعة من سعت) واسم فعل الامر (نحوحی على الفلاح) والمصدر النائب عن فعل الامر نحو (سعيافی الخبر) وقد تخرج صيغ الامر عن معناها الا صلی الی معان اخرتفهم من سياق الكلام وقرائن الاحوال .

ترجمہ

انشاء یا تو طلبی ہوگی یا غیر طلبی، طلبی وہ انشاء ہے جو کسی ایسے مطلوب کو چاہے جو طلب کے وقت حاصل نہ ہو اور جس میں یہ بات نہ ہو وہ انشاء غیر طلبی ہے۔ اور انشاء کی پہلی قسم حاصل ہوتی ہے پانچ چیزوں سے۔ ۱۔امر، ۲۔نہی، ۳۔استفہام، ۴۔تمنی، اور ۵۔نداء سے۔

جملہ انشائیہ کے مفہوم کا بیان

انشاء کے لغوی معنی از سر نو پیدا کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں جملہ انشائیہ اس جملے کو کہتے ہیں جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا نہ کہا جا سکے جملہ انشائیہ کی پھر دس قسمیں ہیں جنکی تفصیل جملہ انشائیہ کی اقسام میں ملاحظہ فرمائیں۔

انشاء کی تعریف

وہ کلام جس میں ذاتی طور پر سچ اور جھوٹ کا احتمال نہ ہو، جیسے، أَقِمِ الصَّلَاةَ (لقمان: 17) نماز قائم کر اور لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ (لقمان: 13) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرا۔

اس کی دو قسمیں ہیں، طلبی، غیر طلبی

طلبی، یہ انشاء کی وہ قسم ہے جس میں مطلوب کو طلب کیا جاتا ہے اور بوقت طلب مطلوب حاصل نہیں ہوا ہوتا۔ اس کی چند اقسام ہیں۔

امر کی تعریف ومختلف معانی کا بیان

بہر حال امر کہتے ہیں اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے کوئی کام کروانا اور اس کے چار صیغے ہیں (۱) فعل امر جس طرح خذ الکتاب بقوۃ (اس کتاب کو مضبوطی سے تھام لے) (۲) وہ مضارع جس کے ساتھ لام امر لگا ہوا ہو لینفق ذو سعة من سعتهجس طرح (کشائش والے کو اپنی کشائش کے مطابق خرچ کرنا چاہیے) (۳) اور اسم فعل امر جس طرح حی علی الفلاح (آؤ کامیابی کی طرف) (۴) اور وہ مصدر جو فعل امر کا نائب ہو جس طرح سعیا فی الخبر (نیک کام کی کوشش کر)

اور کبھی امر کے صیغے ان کے اصلی وحقیقی معنوں کی بجائے دوسرے مجازی معنوں میں بھی مستعمل ہوتے ہیں جو کلام کے سیاق وسباق اور احوال کے قرینوں اور دلالتوں سے سمجھے جاتے ہیں۔

(۱) کالدعاء نحو اوزعنی ان اشکر نعمتك)

(۲) والالتماس کقولك لمن یساویك اعطنی الکتاب ۔

(۳) والتمنی نحو۔

الا ایها اللیل الطویل الانجلی بصبح وما الاصباح منك بامثل

(۴) والارشاد نحو (اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوہ ولیکذب عینکم کاتب بالعدل

(۵) والتهدید نحو (اعملوا ماشئتم ۔

(٦) والتعجیز نحو۔

یا لبکر انشر والی کلیبا یا لبکر این این الفرار

(۷) والاهانة نحو (کونو احجارة اوحدیدا)

(۸) والاباحة نحو (کلوا واشربوا)

(۹) والامتنان نحو (کلو امما رزقکم الله)

(۱۰) والتخییر نحو (خذ هذا او ذاك)

(۱۱) والتسویة نحو (اصبروا اولا تصبروا)

(۱۲) والاکرام نحو (وادخلوها بسلام اٰمنین)

(۱) دعا جس طرح کہ رب اوزعنی ان اشکر نعمتك (اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا

دیں)

(۲) التماس: جس طرح تم اپنے ہم مرتبہ کو یوں کہو اعطني الكتاب (مجھے کتاب دے)

(۳) تمنی و آرزو: جس طرح

الا ایها اللیل الطویل الا انجلی   بصبح وما الا صباح منك با مثل

(اے لمبی رات تو جاتی کیوں نہیں کہ صبح آئے اور صبح بھی تیرے مقابلے میں بہتر تو ہے نہیں)

(۴) ارشاد و نصیحت: جس طرح اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوه ولیکتب بینکم کاتب بالعدل (جب تم ادھار کا لین دین کرو ایک معین مدت تک تو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کے معاملے کو ایک آدمی انصاف سے لکھ لے)

(۵) تہدید: جس طرح اعملوا ما شئتم (جو چاہو کرو)

(۶) تعجیز (عاجز بتانا) جس طرح

یا لبکر انشروا لی کلیبا   یا لبکر این این الفرار

اے قبیلہ بکر تم میرے لیے میرے مقتول بھائی کلیب کو زندہ کر دو اے بنو بکر تم کہاں کہاں بھاگے جا رہے ہو؟

(۷) ذلت و اہانت: جس طرح کونوا حجارة او حدیدا (پتھر یا لوہا بن جاؤ)

(۸) اباحت و جواز: جس طرح کلوا واشربوا (کھاؤ اور پیو)

(۹) امتنان: (احسان جتانا) جس طرح کلوا مما رزقکم الله (اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ)

(۱۰) تخییر (اختیار دینا) خذ هذا او ذاك (یہ لے یا وہ لے)

(۱۱) تسویہ: (برابری بتانا) اصبروا او لا تصبروا (چاہے صبر کرو یا نہ کرو)

(۱۲) اکرام: (عزت دینا) جس طرح ادخلوها بسلام آمنین (تم اس میں سلامتی اور امن سے داخل ہو جاؤ)

نہی کے مفہوم و تعریف کا بیان

واما النهي فهو طلب الكف عن الفعل على وجه الاستعلاء وله صيغة واحدة وهي المضارع مع لا الناهية كقوله تعالى (ولا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها) وقد تخرج صيغته عن معناها الاصلي الى معان اخر تفهم من المقام والسياق .

﴿واما النهي﴾ بہر حال نہی وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے کام سے رکنے کو چاہنا ہے اور اس کا ایک صیغہ ہے اور وہ فعل

مضارع بالائے نہی ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان و لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها (اور زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستگی کردی گئی فساد مت پھیلاؤ)

اور کبھی نہی کا صیغہ اپنے اصلی اور حقیقی معنی کی بجائے دوسرے مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جو سیاق کلام اور قرائن احوال سے سمجھے جاتے ہیں۔

نہی کے مختلف معانی کا بیان

(۱) كالدعاء نحو (لاتشمت بى الاعداء)

(۲) والالتماس كقولك لمن يساويك لاتبرح من مكانك حتى ارجيع اليك

(۳) والتمنى نحو (لاتطلع) فى قوله۔

يا ليل طل يا نوم زل

يا صبح قف لا تطلع

(۴) والتهديد كقولك لخادمك لا تطع امرى .

(۱) دعا: جس طرح لا تشمت بى الاعداء (مجھ پر دشمنوں کو مت ہنساؤ)

(۲) التماس: جس طرح تیرا اپنے برابر کے ساتھی کو یوں کہنا لا تبرح من المكان حتى ارجع اليك (تو یہاں سے نہ ہٹنا جب تک کہ میں تیرے پاس لوٹ کر نہ آؤں)

(۳) تمنی وخواہش: جس طرح يا ليل طل يا نوم زل يا صبح قف لا تطلع (اے رات لمبی ہو جا اے نیند اڑ جا اے صبح ٹھہر جا مت نکل)

(۴) تہدید (ڈرانا دھمکانا) جس طرح تیرا اپنے نوکر کو یوں کہنا لاتطع امرى (میرا حکم مت مان)

استفہام کے معنی ومفہوم کا بیان

(واما الاستفهام) فهو طلب العلم بشىء وادواته الهمزة وهل وما ومن ومتى وايان وكيف واين وانى ولم واى . (۱) فالهمزة لطلب الصور او التصديق والصور هو ادراك المفرد كقولك اعلى مسافرام خالد تعتقدان السفر حصل من احدهما ولكن تطلب تعيينه ولذايجاب بالتعين فيقال على مثلا . والتصديق هو ادراك النسبة نحو اسافر على تستفهم عن حصول السفر وعدمه ولذايجاب بنعم اولا . والمسئول عنه فى التصور مايلى الهمزة ويكون له معادل يذكو بعدام وتسمى متصلة فتقول فى الاستفهام عن المسند اليه انت فعلت هذا ام يوسف وعن المسندا

راغب انت عن الامر ام راغب فیہ.

وعن المفعول ایای تقصد ام خالدا وعن الحال اراکبا جئت ام ماشیا وعن الظرف ایوم الخمیس قدمت ام یوم الجمعۃ وھکذا وقد لایذکر المعادل نحو اانت فعلت ھذا اراغب انت عن الامر. ایای تقصد اراکبا جئت ایوم الخمیس قدمت . المسئول عنہ فی التصدیق النسبۃ ولایکون لھا معادل فان جاءت ام بعدھا قدرت منقطعۃ وتکون بمعنی بل .

﴿ادوات الاستفھام﴾ استفہام وہ کسی چیز کا علم حاصل کرنا ہے اور اس کے ادوات یہ ہیں ہمزہ، ھل، ما، من، متی، ایان، کیف، این، انی، کم، ای۔

(۱) ہمزہ: وہ تصور یا تصدیق کو معلوم کرنے کے لیے آتا ہے پھر تصور وہ مفرد کے حاصل اور معلوم کرنے کو کہتے ہیں جس طرح کہ تیرا قول اعلی مسافر ام خالد (کیا علی مسافر ہے یا خالد؟) تیرا یہ اعتقاد ہے کہ سفر ان دونوں میں سے ایک کے لیے حاصل اور ثابت ہوا ہے لیکن تو اس کی تعیین چاہتا ہے اور اسی وجہ سے تعیین کے ذریعے جواب دیا جائے گا مثلاً علی کہا جائے گا۔ اور تصدیق وہ نسبت کے معلوم کرنے کو کہتے ہیں جس طرح اسافر علی تو سفر کے حصول اور عدم حصول کو پوچھ رہا ہے اور اسی وجہ سے جواب ہاں یا نہیں کے ذریعے آئے گا۔

اور تصور میں مسئول عنہ ہمزہ کے بعد آنے والا لفظ ہوتا ہے اور اس کا ایک معادل بھی ہوتا ہے جو ام کے بعد مذکور ہوتا ہے جیسے ام حصر کہتے ہیں کسی مسند الیہ سے متعلق سوال کے لیے تو یوں کہے گا اانت فعلت ھذا ام یوسف (یہ کام تو نے کیا یا یوسف نے؟) اور مسند سے متعلق سوال کے موقع پر یوں کہے گا اراغب انت عن الامر ام راغب فیہ (کیا تجھے اس کام سے دلچسپی ہے یا نفرت ہے) اور مفعول سے متعلق سوال کے لیے یوں کہے گا ایای تقصد ام خالد (کیا تو میرے ہی پاس آیا ہے یا خالد کے پاس) اور حال کے متعلق سوال کے موقع پر یوں کہے گا اراکبا جئت ام ماشیا (کیا تو سوار ہو کر آیا یا پیدل) اور ظرف سے متعلق سوال کے موقع پر یوں کہے گا ایوم الخمیس قدمت ام یوم الجمعۃ (کیا تو جمعرات کو آیا یا جمعہ کو؟) اور اسی پر قیاس کے باقی تمام متعلقات کو قیاس کر لیا جائے۔

اور کبھی معادل کو ذکر نہیں کیا جاتا جس طرح کہ اانت فعلت ھذا (یہ کام تو نے ہی کیا ہے؟) اراغب انت عن الامر، (کیا تو اس کام سے اعراض کرنے والا ہے؟) ایای تقصد (کیا تو میرے ہی پاس آرہا ہے؟) اراکبا جئت، (کیا تو سوار ہو کر آیا؟) ایوم الخمیس قدمت؟ (کیا تو جمعرات کو آیا؟)

<u>طلب تصدیق کا بیان</u>

(۲) وھل لطلب التصدیق فقط نحو ھل جاء صدیقک والجواب نعم او لا ولذا یمتنع معھا ذکر

المعادل فلایقال جاء صدیقك ام عدوك وهل تسمی بسیطة ان استفهم بها عن وجود شیء فی نفسه نحو هل العنقاء موجودة ومرکبة ان استفهم بها عن وجود شیء لشیء نحو هل تبیض العنقاء وتفرخ .

(۲) ھل : صرف طلب تصدیق کے لیے آتا ہے جس طرح ھل جاء صدیقك کیا تیرا دوست آیا اور جواب ہاں یا نہیں کی صورت میں آئے گا۔ اور اسی وجہ سے اس کے ساتھ معادل کا ذکر کرنا ممتنع و نا جائز ہے چنانچہ ھل جاء صدیقك ام عدوك نہیں کہا جائے گا۔

اور اگر ہل کے ذریعے کسی چیز کے وجود یا عدم کے بارے میں سوال کیا جائے تو اسے بسیطہ کہیں گے جس طرح ھل العنقاء موجودة کیا عنقاء نام کا کوئی جانور موجود ہے؟ اور اگر اس کے ذریعے ایک چیز کے دوسری چیز کے لیے ثبوت و وجود کے بارے میں پوچھا جائے تو اسے مرکبہ کہیں گے جس طرح ھل تبیض العنقاء او تفرخ کیا عنقاء انڈے دیتا ہے یا بچے جنتا ہے۔

شرح اسم کی طلب کا بیان

(۳) وما یطلب بها شرح الاسم نحوما العسجد واللجین اوحقیقة المسمٰی نحوما الانسان اوجال المذکور معها لقولك لقادم علیك ماانت

(۴) ومن یطلب بها تعیین العقلاء کقولك من فتح مصر .

(۵) ومتی یطلب بها تعیین الزمان ماضیا کان اومستقبلا نحومتی جئت ومتی تذهب .

(۶) وایان یطلب بها تعیین الزمان المستقبل خاصة وتکون فی موضوع التهویل کقوله تعالی (یسأل ایان یوم القیمة)

(۷) وکیف یطلب بها تعیین الحال نحو کیف انت .

(۸) واین یطلب بها تعیین المکان نحو این تذهب .

(۹) وانی تکون بمعنی کیف نحو (انی یحیی هذه الله بعد موتها) .

وبمعنی من این نحو (یا مریم انی لك هذا)

وبمعنی متے نحو (زرانی شئت)

(۱۰) وکم یطلب بها تعینن عدد مبهم نحو (کم لبثتم)

(۱۱) وای یطلب بها تمییز احد المتشارکین فی امریعمهما نحو (ای الفریقین خیر مقاما)

ویسل بها عن الزمان والمکان والحال و والعدد والعاقل وغیره حسب ما تضاف الیه .

(۳) ما : ما کے ذریعے کسی اسم کی وضاحت و تشریح پوچھی جاتی ہے جس طرح کہ ما العسجد او اللجین عسجد کیا ہے؟ لجین

کیا ہے؟(یعنی ان دونوں کی وضاحت کیجئے) یا ما کے ذریعے کسی مسمی کی حقیقت و ماہیت معلوم کی جاتی ہے جس طرح کہ ما الانسان انسان کی حقیقت و ماہیت کیا ہے؟ یا ما کے ذریعے اس کے ساتھ ذکر کی جانے والی چیز کا حال پوچھا جاتا ہے جس طرح کہ تیرے پاس آنے والے سے تو یوں کہے ما انت تیرا کیا حال ہے؟

(۴) من ؛من کے ذریعے ذوی العقول کی تعیین معلوم کی جاتی ہے جس طرح کہ من فتح مصر ملک مصر کس نے فتح کیا؟

(۵) متی ؛اس کے ذریعے زمانہ ماضی یا مستقبل کی تعیین پوچھی جاتی ہے جس طرح کہ متی جئت (تو کب آیا)؟ متی تذھب (تو کب جائے گا؟)

(۶) ایان ؛اس کے ذریعے صرف زمانہ مستقبل کی تعیین چاہی جاتی ہے اور اس کا استعمال ہولناک چیزوں کے سوال سے متعلق ہوتا ہے جس طرح کی اللہ تعالیٰ کا فرمان یسال ایان یوم القیامۃ (آدمی پوچھتا ہے قیامت کب آئے گی؟)

(۷) کیف ؛اس کے ذریعے حال کی تعیین پوچھی جاتی ہے جس طرح کہ کیف انت (تیرا حال کیسا ہے؟)

(۸) این ؛اس کے ذریعے مکان کی تعیین چاہی جاتی ہے جس طرح کہ این تذھب (تو کہاں جا رہا ہے؟)

(۹) انی ؛ یہ کیف کے معنی میں بھی آتا ہے جس طرح انی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا اللہ اس زمین کو اس کے مرجانے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟ اور من این کے معنی میں بھی آتا ہے جس طرح کہ یا مریم انی لک ھذا اے مریم یہ بے موسم کا پھل تیرے پاس کہاں سے آیا؟ اور متی کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جس طرح کہ زر انی شئت (تو جب چاہے ملاقات کر)

(۱۰) کم ؛اس کے ذریعے مبہم گنتی کی تعیین کو معلوم کیا جاتا ہے جس طرح کم لبثتم (تم کتنی مدت ٹھہرے؟)

(۱۱) ای ؛اس کے ذریعے کسی ایسی بات کے دو شریکوں میں سے ایک کی تمیز وجدائی کو طلب کیا جائے کہ وہ بات ان دونوں کو عام و شامل ہو جائے جس طرح کہ ای الفریقین خیر مقاما دو جماعتوں میں سے کونسی جماعت مقام کے اعتبار سے بہتر ہے؟ اور اس کے ذریعے موقع و مناسبت کے اعتبار سے زمان، مکان، حال، عدد اور عاقل کے بارے میں بھی سوال کیا جاتا ہے۔

الفاظ استفہام کا مجاز کی جانب جانے کا بیان

وقد تخرج الفاظ الاستفهام عن مغاها الاصلى لمعان الخرتفهم من سياق الكلام .

(۱) كالتسوية نحو (سواء عليهم االذرتهم ام لم تنذرهم) .

(۲) والنفى نحو (هل جزاء الإحسان الا الاحسان)

(۳) والانكار نحو (اغير الله تدعون . اليس الله بكاف عبده)

(۴) والامر نحو (نهل انتم منتهون . ونحوا اسلمتم بمعنى انتهوا واسلموا)

(۵) والنهى نحو (اتخشونهم فالله احق ان تخشوه)

(۶) والتشويق نحو هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب اليم)

(۷) والتعظيم نحو (من ذا الذى يشفع عنده الاباذنه)

(۸) والتحقير نحو (اهذا الذى مدحته كثيرا)

(۹) والتهكم نحو (اعقلك يسوغ لك ان تفعل كذا)

(۱۰) والتعجب نحو (مالهذا الرسول ياكل الطعام ويمشى فى الاسواق)

(۱۱) والتنبيه على الضلال نحول (فاين تذهبون)

(۱۲) والوعيد نحو (اتفعل كذا وقد احسنت اليك)

ترجمہ

اور کبھی الفاظ استفہام اپنے اصلی وحقیقی معنی کو چھوڑ کر دوسرے مجازی معنی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جن کا سمجھا جانا سیاق کلام سے ہوتا ہے۔

(۱) تسویہ: جس طرح سواء علیھم آانذرتھم ام لم تنذرھم ان کے حق میں برابر ہے چاہے آپ ان کو ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔

(۲) نفی: جس طرح هل جزاء الاحسان الا الاحسان احسان کا بدلہ احسان کے سواء اور کیا ہوسکتا ہے۔

(۳) انکار: جس طرح کہ اليس الله بكاف عبده (کیا اللہ اپنے بندے کو کافی نہیں؟)

(۴) امر: جس طرح فهل انتم منتهون (پس اب بھی تم باز آؤ گے؟) اور ااسلمتم (کیا تم بھی تابع ہوتے ہو؟) بمعنی رک جاؤ اور مان لو۔

(۵) نہی: جس طرح اتخشونهم فالله احق ان تخشوه (کیا تم ان سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔)

(۶) تشویق: جس طرح هل ادلكم على تجارة تنجيكم من عذاب عليم (کیا میں تمہیں بتلاؤں ایک ایسی تجارت جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے)

(۷) تعظیم: جس طرح کہ من ذاالذى يشفع عنده الا باذنه (کون ہے ایسا جو اللہ کے یہاں بغیر اس کے حکم واجازت کے سفارش کرے)

(۸) تحقیر: اهذا الذى مدحته كثيرا (کیا یہی وہ شخص ہے جس کی تو نے بہت تعریف کی)

(۹) تہکم: (استہزاء وتمسخر) جس طرح اعقلك يسوع لك ان تفعل كذا (کیا تیری عقل تیرے لیے جائز ٹھہراتی ہے کہ تو یہ کام کرے)

(۱۰) تعجب؛ جس طرح ما لهذا الرسول يا كل الطعام ويمشى فى الاسواق (یہ کیسا رسول کہ جو کھانا کھائے اور بازاروں میں چلے)

صَنعتِ تعجُّب

کلام میں حیرت۔ اچنبا اور تعجب ظاہر ہو جیسے علامی فوق سبزداری بدایونی۔

ادعائے بے نیازی اور پھر اس شان سے　　طور پر بجلی گری جو غیر جانبدار تھا

(۱۱) تنبیہ علی الضلال؛ (گمراہی پر تنبیہ) جس طرح فاين تذهبون (پھر کہاں جا رہے ہو)

(۱۲) وعید؛ (دھمکی) جس طرح اتفعل كذا وقد احسنت اليك (کیا تو ایسا کر رہا ہے حالانکہ میں نے تو تجھ پر احسان کیا ہے)

تمنی کا بیان

(واما التمنى) فهو طلب شيء محبوب لا يرجى حصوله لكونه مستحيلا ـ اوبعيد الوقوع . كقوله ـ

الاليت الشباب يعود يوما　　فاخبره بما فعل المشيب

وقول المعسرليت لى اليف دينار .

واذاكان الامر متوقع الحصول فان ترقبه يسمى ترجيا ويعبر عنه بعسى اولعل نحو (لعل الله يحدث بعد ذلك امرا)

وللتمنى اربع ادوات واحدة اصلية وهى ليت وثلثة غير اصلية وهى هل نحو (فهل لنامن شفعاء فيشفعوالنا)

ولو نحو (فلوان لنائرة فنكون من المؤمنين) ولعل نحو قوله ـ

اسرب القطاهل من يعيرجناحه　　لعلى الى من قد هويت اطير

ولاستعمال هذه الادوات فى التمنى ينصب المضارع الواقع فى جوابها

﴿واما التمنى﴾ تمنی وہ کسی ایسی محبوب و پسندیدہ چیز کو طلب کرنے کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کی امید نہ ہو کیوں کہ وہ محال یا قریب بحال ہے جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے۔

الا ليت الشباب يعود يوما　　فاخبره بما فعل المشيب

اے کاش کہ جوانی کسی دن لوٹ آتی تا کہ میں اسے بتاتا کہ بڑھاپے نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور جس طرح تنگدست

آدمی کا یہ کلام لیت لی الف دینار (کاش کہ میرے پاس ایک ہزار دینار ہوتے)

اور جب کسی بات کا ہونا متوقع ہو اور پھر اس کا انکار بھی کیا جا رہا ہو تو اسے ترجی کہیں گے اور اس کا اظہار عسی یا لعل کے ذریعے ہوگا جس طرح کہ لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا شاید اللہ تعالیٰ اس (طلاق) کے بعد کوئی نئی بات تیرے دل میں پیدا کردے۔

اور تمنی کے چار ادوات ہیں ایک تو اصلی اور وہ لیت ہے اور تین غیر اصلی اور وہ ھل، لو اور لعل ہے۔ ھل کی مثال جس طرح فھل لنا من شفعاء فیشفعوا لنا کیا اب ہمارا کوئی سفارشی ہے؟ جو ہماری سفارش کردے۔ اور لو کی مثال جس طرح فلو ان لنا کرۃ فنکون من المومنین سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو دنیا میں پھر واپس جانے کا موقع ملتا کہ ہم مسلمان ہو جاتے اور لعل کی مثال جس طرح کہ

اسرب القطا هل من يعير جناحه لعلي الى من قد هويت اطير

اے قطا نامی پرندوں کی جماعت کیا کوئی مجھے اپنا پر عاریت پر دے گا۔ کاش کہ میں اپنے محبوب کے پاس اڑ کر پہنچ جاؤں اور ان ادوات کے تمنی میں استعمال ہونے کی وجہ سے ان کے جواب میں آنے والے فعل مضارع کو نصب دیا جائے گا۔

نداء کے ذریعے طلب کا بیان

(واما النداء) فهو طلب الاقبال بحرف نائب مناب ادعو

وادواته ثمانية (يا والهمزة واى و آ وآى وايا وهيا ووا) فالهمزة واى للقريب وغيرهما للبعيد .

وقد ينزل البعيد منزلة القريب فينادى بالهمزة واى اشارة الى انه لشدة استحضاره في ذهن المتكلم صار كالحاضر معه كقول الشاعر ـ

اسكان نعمان الاراك تيقنوا بانكم في ربع قلبي سكان

وقد ينزل القريب منزلة البعيد فينادى باحد الحروف الموضوعة له اشارة الى ان المنادى عظيم الشان رفيع المرتبة حتى كان بعد درجته في العظم عن درجة المتكلم بعد في المسافة كقولك ايا مولاى وانت معه واشارة الى انحطاط درجته كقولك ايا هذا لمن هو معك .

او اشارة الى ان السامع غافل لنحو نوم او ذهول كانه غير حاضر في المجلس كقولك للساهي ايا فلان .

ترجمہ

﴿واما النداء﴾ نداء وہ مخاطب کی توجہ کو کسی ایک ایسے حرف کے ذریعے چاہنا ہے جو ادعوا کے قائم مقام ہو اور اس کے آٹھ

ادوات ہیں (۱) یا (۲) ہمزہ (۳) ای (۴) آ (۵) آی (۶) ایا (۷) ہیا اور (۸) وا ہیں پس ہمزہ اور ای قریب کی نداء کے لیے ہیں اور باقی ادوات نداء بعید کے لیے ہیں۔ اور کبھی منادی بعید کو منادی قریب کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے پھر اسے ہمزہ اور ای کے ذریعے پکارا جاتا ہے اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ وہ منادی متکلم کے ذہن میں پختہ طور پر جمے ہوئے ہونے کے سبب اس کے پاس حاضر وموجود کی طرح ہے جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے؛

اسکان نعمان الاراك تيقنوا　　　بانكم في ربع قلبي سكان

اے وادی نعمان اراک کے باشندو تم یقین کرلو کہ تم میرے دل کی بستی میں آباد ہو۔

اور کبھی منادی قریب کو منادی بعید کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے پھر اس قریب کو بعید کے حروف نداء میں سے کسی ایک کے ذریعے پکارا جاتا ہے اس بات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے کہ وہ منادی اس قدر عظمت شان اور بلند درجے والا ہے کہ گویا متکلم کے درجے سے عظمت کے لحاظ سے اس کے درجے کی دوری مسافت کی دوری کی طرح ہے جس طرح اپنے پاس موجود آقا کو ایـــا مولای کہنا۔ یا اس کے درجے کے انحطاط کی جانب اشارہ کرنے کے لیے جس طرح کہ تیرے پاس بیٹھے شخص کو ایا هذا کہنا۔ یا اس بات کی جانب اشارہ کرنے کے لیے کہ سامع اور مخاطب نیند یا ذہول کے سبب اس قدر غافل ہے کہ گویا وہ مجلس میں موجود ہی نہیں جیسا کہ غافل اور بے توجہ آدمی کو ایا فلان کہہ کر پکارنا۔

الفاظ نداء کا معنی مجازی کو اختیار کرنے کا بیان

وقد تخرج الفاظ النداء عن معناها الاصلي لمعان اخر تفهم من القرائن .

(۱) كالاغراء نحو قولك لمن اقبل يتظلم يا مظلوم .

(۲) والزجر نحو ۔

افؤادي متى المتاب الما　　　تصح والشيب فوق راسي الما

(۳) والتحير والتضجر نحو ايا منزل سلمى اين سلماك

ويكثر هذا في نداء الاطلال والمطايا ونحوها .

(۴) والتحسر والتوجع كقوله ۔

ايا قبر معن كيف واريت جوده　　　وقد كان منه البر والبحر مترعا

(۵) والتذكر نحو ۔

ايا منزلي سلمى سلام عليكما　　　هل الا زمن اللاتي مضين رواجع

وغير الطلبي يكون بالتعجب والقسم وصيغ العقود كبعت واشتريت ويكون بغير ذلك .

وانواع الانشاء غیر الطلبی لیست من مباحث علم المعانی فلذا ضربنا صفحا عنھا .

اور کبھی الفاظ نداء اپنے اصلی اور حقیقی معانی کے بجائے دوسرے مجازی معانی میں بھی استعمال ہوتے ہیں جو قرائن احوال اور سیاق کلام سے سمجھے جاتے ہیں۔(۱) اغراء (ترغیب دینا اکسانا) جس طرح کہ تیرے پاس ظلم کی شکایت لے کر آنے والے کو یا مظلوم کہنا۔

(۲) زجر وتوبیخ؛ جس طرح کہ

الفوادی متی المتاب الما　　　تصح والشیب فوق راسی الما

اے میرے دل تو کب توبہ کرے گا کب تک تو ہوش میں نہیں آئے گا حالانکہ بڑھاپا میرے سر پر اتر چکا ہے۔

(۳) حیرت وپریشانی؛ جس طرح کہ ایا منازل سلمیٰ این سلماك (اے سلمٰی کے ٹھکانو تمہاری سلمی کہاں گئی؟ اور زیادہ تر یہ معنیٰ ٹیلوں، سواریوں وغیرہ کو مخاطب بنا کر ادا کیا جاتا ہے۔

(۴) درد وحسرت؛ جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ایا قبر معن کیف واریت جودہ　　　وقد کان منہ البر والبحر مترعا

اے معن کی قبر تو نے اس کی سخاوت کو کیسے چھپالیا؟ حالانکہ اس کی سخاوت سے تو خشکی اور سمندر بھی آباد تھے۔

(۵) تذکر؛ (پرانی یادیں تازہ کرنا) جس طرح

ایا منزلی سلمیٰ سلام علیکما　　　ھل الازمن اللاتی مضین رواجع

اے سلمٰی کے دو ٹھکانو تم پر سلامتی ہو کیا وہ زمانے جو گزر گئے ہیں لوٹ آئیں گے؟

اور انشاء غیر طلبی تعجب، قسم بعت اور اشتریت جس طرح معاملات کے صیغے اور ان کے علاوہ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ اور چونکہ انشاء غیر طلبی علم معانی کی بحث سے خارج تھی اس لیے ہم نے اس سے اعراض کیا ہے۔

الباب الثاني في الذكر والحذف

دوسرا باب ذکر اور حذف کے بیان میں ہے

اصل۵ کے ذکر وحذف کا بیان

اذا اريدا فادة السامع حكما فاى لفظ يدل على معنى فيه فالاصل ذكره .

واى لفظ علم من الكلام لدلالة باقيه عليه فالاصل حذفه واذا تعارض هذان الاصلان فلا يعدل عن مقتضى احدهما الى مقتضى الأخر الالداع فمن دواعى الذكر .

(۱) زيادة التقرير والايضاح نحو (اولئك على هدى من ربهم واولئك هم المفلحون)

(۲) وقلة الثقة بالقرينة نصعفها او ضعف فهم السامع نحو زيد نعم الصديق تقول ذلك اذا سبق لك ذكر زيد وطال عهد السامع به او ذكر معه كلام فى شان غيره .

(۳) واتعريض بغباوة السامع نحو عمرو قال كذافى جواب ماذا قال عمرو

(۴) والتسجيل على السامع حتى لايتاتى له الانكار كما اذا قال الحاكم لشاهد هل ار زيد هذا بان عليه كذا فيقول الشاهد نعم زيد هذا اقربان عليه كنا

(۵) والتعجب اذا كان الحكم غريبا نحو على يقاوم الاسد تقول ذلك مع سبق ذكره

(٦) والتعظيم والاهانة اذا كان اللفظ يفيد ذلك كان يسالك سائل هل رجع القائد فتقول رجع المنصور او المهزوم .

ومن دواعى الحذف .

(۱) اخفاء الامر عن غير المخاطب نحو اقبل تريد عليا مثلا .

(۲) وتاتى الانكار (عند الحاجة نحو لئيلم خسيس بعد ذكر شخص معين

(۳) والتنبيه على تعيين المحذوف ولوادعاءً نحو خالق كل شىء و وهاب الالوف .

(۴) واختبار تنبه السامع او مقدار تنبهه نحو نوره مستفاد من نور الشمس و واسطة عقد الكواكب .

(۵) وضيق المقام اما لتوجع نحو .

قال لی کیف انت قلت علیل سمهر دائم و حزن طویل

واما یخوف فوات فرصة نحو قول الصیاد غزال .

(۶) والتعظیم والتحقیر لصونه عن لسانك وصون لسانك عنه فالاول نحو نجوم سماء .

والثانی نحو ۔ قوم اذا اکلوا اخفوا احدیثهم .

(۷) والمحافظة علی وزن او سجع فالاول نحو ۔

نحن بما عندنا وانت بما عندك راض والرای مختلف

والثانی نحو (ما ودعك ربك وما قلی)

(۸) والتعمیم باختصار نحو (والله یدعوا الی دار السلام) ای جمیع عباده لان حذف المعمول یوذن بالعموم .

(۹) والادب نحو قول الشاعر ۔

قدطلبنا فلم نجدلك فی السمو دو المجد والمکارم مثلا

(۱۰) وتنزیل المتعدی منزلة اللازم لعدم تعلق الغرض بالمعمول نحو هل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون .

ویعد من الحذف اسناد الفعل الی نائب الفاعل فیقال حذف الفاعل للخوف منه او علیه او للعلم به او الجهل نحو سرق المتاع وخلق الانسان ضعیفا .

ترجمہ

جب سامع کو کسی حکم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ کیا جائے تو جو لفظ ایسا ہے کہ وہ اپنا معنی بتلائے تو اصل اس کا ذکر کرنا ہوگا اور جو لفظ کلام سے سمجھا جائے کلام کے بقیہ حصہ کے اس پر دلالت کرنے کی وجہ سے تو اصل اس کا حذف کرنا ہوگا اور جب یہ دونوں اصل ایک دوسرے سے متعارض ہو گئیں تو ایک کے مقتضا سے دوسرے کے مقتضا کی طرف بغیر کسی داعی وسبب کے اعراض نہیں کیا جاتا۔

﴿فمن داعی الذکر﴾ چند دواعی ذکر (وضاحت اور پختگی کی زیادتی؛ جس طرح اولئك علی هدی من ربهم واولئك هم المفلحون (وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں)

(۲) قرینے کے ضعیف ہونے کے سبب اعتماد کی کمی یا فہم سامع کی کمزوری جس طرح؛ کہ اگر زید کا ذکر سابق میں ہو چکا البتہ اس ذکر پر تھوڑا وقت گزر گیا ہو یا اس کے ساتھ ہی کسی دوسرے شخص کا ذکر بھی آ گیا ہو پھر یوں کہا جائے زید نعم الصدیق (زید کتنا اچھا دوست ہے)

(۳) سامع کی کند ذہنی وغباوت پر تعریض؛ جس طرح ماذا قال عمرو (عمرو نے کیا کہا)؟ کے جواب میں عمرو قال کذا (عمرو نے

[illegible]

(۱۱) [illegible] کے لیے [illegible] تا کہ [illegible] کے لیے انکار کی کوئی گنجائش باقی رہ [illegible] جس طرح [illegible]
[illegible] کیا [illegible] نے اپنے امام [illegible] کا اقرار کیا ہے؟) تو شاہد نے یوں کہا [illegible]
[illegible] نے اپنے امام [illegible] کا اقرار و اعتراف کیا ہے۔

(۱۲) [illegible] جس طرح سابق میں علی کا ذکر آ جانے کے بعد تو یوں کہے علی یقام اللہ (علی شیر کا مقابلہ [illegible]
[illegible]

(۱۳) [illegible] کہ الفاظ اس کا فائدہ دے رہا ہو جس طرح کوئی تم سے یوں پوچھے ھل رجع القافلۃ (کیا قافلہ آ گیا؟) تو تم یوں [illegible] رجع [illegible] المھدوم [illegible] آدمی واپس ہوا۔
[illegible]

(۱) [illegible] کے علاوہ دوسروں سے کسی بات کو چھپانا؛ جس طرح اقبل آ گیا جب کہ تیری مراد علی کی ہے۔

(۲) بوقت ضرورت انکار کی گنجائش اور آسانی ہونا؛ جس طرح کسی معین شخص کے تذکرے کے بعد لیئم خسیس کمینہ اور ذلیل ہے کہنا۔

(۳) محذوف کے متعین ہونے پر آگاہ اور متنبہ کرنا اگر چہ بطور دعوے کے ہی ہو؛ جس طرح کہ خالق کل شیء ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وھاب الالوف ہزاروں کی بخشش کرنے والا ہے۔

(۴) سامع کی عقل یا عقل کی مقدار کو آزمانا؛ جس طرح نورہ مستفاد من نور الشمس وواسطہ عقد الکواکب اس کا نور سورج کے نور سے اخذ کردہ ہے اور موتیوں کی لڑی کا درمیانی بڑا موتی ہے۔

(۵) مقام کی تنگی اور یہ تنگی یا تو درد اور تکلیف کی وجہ سے ہے جس طرح کہ

قال لی کیف انت قلت علیل
سھر دائم وحزن طویل

مجھ سے پوچھا کیسا حال ہے تیرا تو میں نے کہا بیمار ہوں دائمی بیداری اور طویل رنج ہے اور یا تو فرصت کے فوت ہو جانے کے خوف کی وجہ سے، جس طرح شکاری کو آگاہ اور واقف کرنے والے کا قول، غزال، ہرن، ہے کہنا۔

(۶) کسی پاک لفظ کو اپنی گندی زبان سے بچا کر تعظیم کا اظہار کرنا جس طرح نجوم سماء آسمان کے تارے ہیں یا زبان کو کسی گندے لفظ سے بچا کر تحقیر کا اظہار کرنا جس طرح

قوم اذا اکلوا اخفوا حدیثھم ایسے لوگ ہیں کہ جب کھاتے ہیں تو باتیں آہستہ کرتے ہیں۔

(۷) وزن یا سجع کی رعایت کرنا پہلے کی مثال جس طرح کہ

نحن بما عندنا وانت بما عندك راض والرای مختلف

ہم اپنی رائے سے راضی ہیں اور تو اپنی رائے پر خوش ہے حالانکہ دونوں رائیں الگ الگ ہیں اور دوسرے کی مثال جس طرح کہ ما ودعك ربك وما قلیٰ نہ تیرے رب نے تجھے چھوڑا اور نہ تجھ سے دشمنی کی۔

(۸) اختصار کے ساتھ عموم کا معنی ملحوظ رکھنا جس طرح والله یدعوا الیٰ دارلسلام اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف یعنی اپنے تمام بندوں کو اس لیے کہ معمول کا حذف کرنا تعمیم کا فائدہ دیتا ہے۔

(۹) ادب؛ جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے؛

قد طلبنا فلم نجد لك فی السوء ددو المجد والمکارم مثلا

ہم نے تلاش کیا مگر سرداری، بزرگی اور نیک اخلاق میں تیرا کوئی مماثل ہم کو نہ ملا

(۱۰) معمول کے ساتھ غرض باقی نہ رہنے کے سبب متعدی کو لازم کے درجے میں اتار دینا جس طرح هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون کیا برابر ہوسکتے ہیں وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے۔

فعل کو نائب فاعل کی طرف اسناد کرنے کو بھی حذف ہی سمجھا جاتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فاعل کو حذف کیا گیا ہے اس سے یا اس پر خوف کی وجہ سے یا اس کے معلوم ہونے یا نامعلوم ہونے کی وجہ سے جس طرح سرق المتاع سامان چوری ہوگیا خلق الانسان ضعیفا انسان کمزور پیدا کیا گیا۔

الباب الثالث فی التقدیم والتاخیر

تیسرا باب تقدیم وتاخیر کے بیان میں ہے

اجزائے کلام میں تقدم وتاخر کا بیان

من المعلوم انه لایمکن النطق باجزاء الكلام دفعة واحدة ۔
بل لابدمن تقديم بعض الاجزاء وتاخير البعض وليس شيء منها فى نفسه اولى بالتقدم من الأخر (۱) لاشتراك جميع الالفاظ من حيث هى الفاظ فى درجة الاعتبار فلا بدمن تقديم هذا على ذاك من داع يوجبه فمن الدواعي
(۱) التشويق الى المتاخر اذا كان المتقدم مشعرابغرابة نحو ۔

والذى حارت البرية فيه   حيوان مستحدث من جماد

(۲) وتعجيل المسرة او المساءة نحو العفو عنك صدربه الامر او القصاص حكم به القاضى ۔
(۳) وكون المتقدم محط الانكار والتعجب نحو ابعد طول التجربة تنخدع بهذه الزخارف ۔
(۴) وسلوك سبيل الترقى اى الايتان بالعام اولاثم الخاص بعده لان العام اذا ذكر بعد الخاص لايكون له فائدة نحو هذا الكلام صحيح فصيح بليغ فاذا قلت فصيح بليغ لا تحتاج الى ذكر صحيح واذا قلت بليغ لا تحتاج الى ذكر صحيح ولا فصيح ۔
(۵) ومراعات الترتيب الوجودى نحو (لاتأخذه سنة ولانوم)
(٦) والنص على عموم السلب او سلب العموم فالاول يكون بتقديم اداة العموم على اداة النفى ۔
نحو كل ذلك لم يكن اى لم يقع هذا ولاذاك والثانى يكون بتقديم اداة النفى على اداة العموم نحو لم يكن كل ذلك اى لم يقع المجموع فحتمل ثبوت البعض ويحتمل نفى كل فرد ۔
(۷) وتقوية الحكم اذاكان الخبر فعلا نحو الهلال ظهر و ذلك لتكرار الاسناد
(۸) والتخصيص نحو ما انا قلت ۔ واياك نعبد ۔
(۹) والمحافظة على وزن اوسجع فالاول نحو ۔

اذا نطق السفيه فلا تجبه ﴿ فخير من اجابته السكوت

والثانی نحو خذوه فغلوه ثم الجحيم صلوه ثم في سلسلة ذرعها سبعون ذراعاً فاسلكوه ولم يذكر لكل من التقديم والتاخير دواع خاصة لانه اذا تقدم احد ركني الجملة تاخر الاخر فهما متلازمان .

ترجمہ

اس بات کا تو ہمیں علم ہے کہ کلام کے اجزاء کا یکبارگی بولنا ناممکن ہے اور ایک کو دوسرے پر مقدم کرنا اور کسی کو کسی سے موخر کرنا ضروری ہے اور ان میں سے کوئی بھی فی نفسہ دوسرے کے مقابلے میں مقدم کیے جانے کا زیادہ حقدار نہیں کیوں کہ تمام الفاظ درجہ اعتبار میں الفاظ ہونے کی حیثیت سے شریک اور مساوی ہیں سو جس کسی کو دوسرے پر مقدم کیا جائے گا اس کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا سبب ہوگا جو اسے ضروری و واجب ٹھہرائے۔

چند دواعی تقدیم کا بیان

(۱) بعد میں آنے والے لفظ کی طرف شوق دلانا جب کہ آگے لایا جانے والا لفظ کسی ندرت وغرابت کی جانب اشارہ کر رہا ہو جس طرح؛

والذی حارت البرية فيه ﴿ حيوان مستحدث من جماد

اور وہ چیز جس میں کل مخلوق اختلاف کر رہی ہے وہ ایک ایسا جانور ہے جو مٹی سے پیدا ہونے والا ہے۔

(۲) اچھی یا بری چیز کو پہچاننے میں جلدی کرنا؛ جس طرح العفو عنك صدر به الامر معافی کا تیرے لیے فیصلہ صادر ہوا ہے یا القصاص حكم به القاضی قصاص کا قاضی نے فیصلہ فرمایا ہے۔

(۳) مقدم کیا جانے والا لفظ محل انکار و تعجب ہو؛ جس طرح ابعد طول التجربة تنخدع بهذه الزخارف کیا اتنے لمبے تجربے کے بعد بھی تو ان ملمع کاریوں سے دھوکہ کھا جاتا ہے۔

(۴) ترقی کی راہ پر چلنا یعنی پہلے عام لفظ کو لایا جائے اور پھر خاص کو اس لیے کہ اگر عام کو خاص کے بعد ذکر کیا جائے تو اس سے کوئی نیا فائدہ حاصل نہیں ہوتا جس طرح کہ هذا الکلام صحیح فصیح بلیغ یہ کلام صحیح فصیح اور بلیغ ہے اور اگر اس نے فصیح بلیغ کہا تو اب لفظ صحیح کو ذکر کرنے کی حاجت نہیں اور اگر بلیغ کہا تو اب صحیح فصیح کہنے کی ضرورت نہیں۔

(۵) وجودی اور واقعی ترتیب کی رعایت؛ جس طرح لا تاخذه سنة ولا نوم اس کو اونگھ اور نیند نہیں پکڑ سکتی۔

(۶) عموم سلب یا سلب عموم کی وضاحت وصراحت؛ سو پہلی حاصل ہوتی ہے ادات نفی پر ادات عموم کو مقدم کرنے سے جس طرح کہ کل ذالك لم يكن (یہ کچھ بھی نہیں ہوا) یعنی نہ تو یہ ہوا اور نہ وہ اور دوسری (سلب عموم) حاصل ہوتی ہے ادات عموم پر ادات نفی

کو مقدم کرنے سے جس طرح لم یکن کل ذالك (یہ سب نہیں ہوا) یعنی مجموعہ جملہ باتیں (افراد) نہیں ہوئیں پس بعض (افراد و باتوں) کے پائے جانے کا بھی احتمال ہے اور ہر فرد و بات کے نہ پائے جانے کا بھی۔

(۷) حکم کو پختہ اور قوی کرنا جب کہ خبر فعل ہو، جس طرح کہ الھلال ظھر چاند نکلا ہی ہے اور یہ تقویت اسناد کے مکرر ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

(۸) تخصیص، جس طرح ما انا قلت (میں نے تو نہیں کہا) اور ایاك نعبد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)

(۹) وزن یا تجع کی رعایت، پہلے کی مثال جس طرح۔

اذا نطق السفیة فلا تجبه فخیر من اجابته السکوت

جب تجھ سے بے وقوف بات کرے تو اسے جواب مت دے کیوں کہ اس کو جواب دینے کی نسبت چپ رہنا ہی بہتر ہے اور دوسرے کی مثال جس طرح کہ خذوه فغلوه ثم الجحیم صلوه ثم فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعا فاسلکوه (اس شخص کو پکڑو اور اسے طوق پہناؤ پھر اسے دوزخ میں داخل کردو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔

چوتھا باب تعریف وتنکیر کے بیان میں ہے

تعریف وتنکیر کے مقامات کا بیان

اذا تعلق الغرض تفهيم المخاطب ارتباط الكلام بمعين فالمقام للتعريف واذالم يتعلق الغرض بذلك فالمقام للتنكير ۔ ولتفصيل هذا الاجمال نقول من المعلوم ان المعارف الضمير والعلم واسم الاشارة والاسم الموصول والمحلى بال والمضاف لواحد مما ذكر والمنادى ۔

(اما الضمير) فيؤتى به لكون المقام للتكلم او الخطاب اوالغيبة مع الاختصار نحوانارجوتك فى هذاالامر وانت وعدتنى بانجازه ۔ والاصل فى الخطاب ان يكون لمشاهد معين وقد يخاطب غير المشاهد اذاكان مستحضرًا فى القلب نحو اياك نعبد وغير المعين اذا قصد تعميم الخطاب لكل من يمكن خطابه نحو اللئيم من اذا احسنت اليه اساء اليك ۔

(واما العلم) فيؤتى به لاحضار معناه فى ذهن السامع باسم الخاص نحو واذيرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل ۔ وقد يقصد به مع ذلك اغراض اخرىٰ ۔

(۱) كاظهار الاستغراب نحو ۔

کم عاقل عاقل اعيت مذاهبه — وجاهل جاهل تلقاه مرزوقا

هذا الذى ترك الاوهام حائرة — وصير العالم النحرير زنديقا

ترجمہ

جب مخاطب کو یہ سمجھانا مقصود ہو کہ کلام کسی معین چیز کے ساتھ مربوط اور جڑا ہوا ہے تو یہ مقام مقام تعریف ہے، اور جب یہ سمجھانا مقصود نہ ہو تو وہ مقام مقام تنکیر ہے، اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم یوں کہیں گے کہ یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ معرفہ کی سات قسمیں ہیں ضمیر، علم، اسم موصول، اشارہ، اسم محلی بال اور ان پانچ قسموں میں سے کسی ایک کی طرف مضاف کر دینا اور منادی۔

﴿ضمیر﴾ یہ اختصار کے ساتھ اس لیے لائی جاتی ہے کہ مقام تکلم یا خطاب یا غیوبت کا ہوتا ہے جس طرح کہ انا رجوتك فی

هذا الامر دوانت وعدتني بالجازه (میں نے آپ سے اس اہم کام کے انجام دینے کی امید کی تھی اور آپ نے اس کا وعدہ بھی کیا تھا) اور خطاب میں اصل یہ ہے کہ وہ کسی مشاہد معین (دیکھا جانے والا معین) کو ہی مخاطب بنایا جائے اور کبھی غیر مشاہد کو خطاب کیا جاتا ہے جب کہ وہ دل و دماغ میں مستحضر و حاضر باش ہو جس طرح کہ ایاک نعبد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور غیر معین کو بھی خطاب کیا جاتا ہے جب کہ خطاب میں مخاطب بنائے جانے کے قابل ہر فرد کے لیے تعمیم کا معنی ملحوظ رکھنا ہو جیسے کہ اللئيم من اذا احسنت اليه اساء اليك کمینہ وہ ہے کہ جب تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو وہ تیرے ساتھ بدسلوکی کرے۔

﴿علم﴾ اسے اس لیے لایا جاتا ہے کہ اس کے معنی و خیال کا ذہن سامع میں اس کے مخصوص نام کے ساتھ حاضر کیا جائے جس طرح کہ واذ يرفع ابراهيم القواعد من البيت واسماعيل (یاد کرو اس وقت کو جب ابراہیم اور اسماعیل کعبۃ اللہ کی بنیادوں کو بلند کر رہے تھے) اور کبھی اس کا استعمال اس غرض کے علاوہ دوسری غرضوں میں بھی ہوتا ہے جس طرح کہ تعظیم، رکب سيف الدولة (سیف الدولہ سوار ہو گئے) اور جس طرح کہ اہانت ذهب صخر (صخر گیا) اور ایسے معنی کا کنایہ جس کی وہ لفظ صلاحیت بھی رکھے جس طرح کہ تبت يدا ابي لهب (ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوں)

﴿اسم اشارہ﴾ یہ اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ سامع کے ذہن میں اس کا معنی حاضر کرنے اور تصور جمانے کے لیے بطور ایک طریقے کے متعین ہو جائے جس طرح تیرا قول بعني هذا (مجھے یہ چیز بیچ دے) جبکہ تو اس چیز کے نام یا صفت سے واقف نہ ہو بر خلاف جب وہ بطور کسی ایک طریقے کے اس کے لیے متعین نہ ہو تو وہ دوسرے مقاصد و اغراض کے لیے ہوگا۔

ا۔ غرابت و ندرت کا اظہار مقصود ہو: جس طرح

كم عاقل عاقل اعيت مذاهبه	وجاهل جاهل تلقاه مرزوقا
هذا الذي ترك الاوهام حائرة	وصير العالم النحرير زنديقا

کتنے ہی کامل عقلمندوں کو ان کے کسب معاش کے طریقوں نے تھکا دیا ہے اور کتنے ہی پکے جاہلوں کو تو خوشحال و مالدار پائے گا، اسی چیز نے تو عقلوں کو حیران کر رکھا ہے اور عالم دانا کو کافر زندیق بنا دیا ہے۔

اشارہ کے مفہوم کا بیان

اشارہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں آنکھیں چیدن بمعنی رمز و ایما و فرمان اشارات و ایں مخصوص است بسر و لب و چشم و ابرو و مژہ و غمزہ و انگشت۔ (فرہنگ آنندراج)

اشارہ علم نحو اور بیان کی اصطلاح ہے جو اردو میں عربی و فارسی اور انگریزی زبانوں کے ذریعے رائج ہوئی۔ علم نحو کی اصطلاح میں اشارہ ایسے لفظ کو کہا جاتا ہے جو کسی شخص یا چیز کا خصوصی پتہ دیتا ہے۔ اشارہ جس چیز کا پتہ دیتا ہے اسے مشارٌ الیہ کہا جاتا ہے۔ اشارہ

کی دو قسمیں ہوتی ہیں (الف) قریب کا اشارہ۔ اگر کوئی شے نزدیک ہو تو اس کے لیے یہ لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے یہ کتا (ب) اشارہ بعید۔ اگر کوئی شے دور ہو تو اس کے لیے وہ لفظ کا استعمال کیا جاتا ہے جیسے وہ کتا۔

بوٹی اکسیر اور پارس اگر ہاتھ آئے ۔۔۔ بل بے ہمت ترے نزدیک یہ پتھر ہے وہ گھاس (ذوق)

اس شعر میں یہ کا اشارہ پارس کے لیے اور وہ کا اشارہ اکسیر کی بوٹی کے لیے ہے۔ علم نحو سے قطع نظر شعر میں ایسا کوئی بھی لفظ یا ترکیب اشارہ کا کام کر سکتے ہیں جو ایک متعین جہت معنی کو ظاہر کرتے ہیں۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی ۔۔۔ میرے دکھ کی دوا کرے کوئی (غالب)

اس شعر میں لفظ کوئی ابن مریم کی طرف براہ راست اشارہ ہے جو ابن مریم سے ارادی تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔

علم معانی کی اصطلاح میں اشارہ وسیع معنی کو مختصر الفاظ سے مختص کرنے کا عمل ہے۔ محمد بن علی مصنف کشاف اصطلاحات میں اشارے کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: در بدیع ایراد کلامی است قلیل برائے زیاد کہ ایجاز قصر ہم نامند۔ (کشاف اصطلاحات فنون: محمد بن علی)

یہاں علم بدیع سے علم معانی مراد لیا ہے اور اشارہ کو ایجاز کی فرع قرار دیا ہے۔ نجم الغنی خاں اشارے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اشارہ بہ اعتبار معنی حقیقی اپنے کے صرف محسوس حاضر کی طرف ہوتا ہے اور یہ اعضائے ظاہر آنکھوں، بھووں، ہاتھ پانو اور دل وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے اور اگر کہیں غیر محسوس غیر حاضر کی طرف اشارہ کیا جائے تو مجاز پر محمول ہوتا ہے کہ غیر محسوس کو محسوس حاضر تصور کر کے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ (بحر الفصاحت: نجم الغنی خاں)

بیسوی صدی کے نصف میں اشارہ انگریزی اصطلاحیں Signal اور symbol کے مفہوم میں استعمال کیا گیا لیکن بعد کے زمانے میں اشارے کی اصطلاح Signal سے مختص ہو گئی۔ اصطلاح میں Signal ایسے نشان کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعے کچھ کرنے کی ہدایت حاصل ہو یا کچھ کرنے کی ہدایت دی جائے۔ وہیل رائٹ نشان اور اشارے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بادل کی گرج بیک وقت فطری نشان کی حیثیت سے بھی عمل کر سکتی ہے کہ وہ چمک کا امکان ظاہر کرتی ہے اور یہ بھی بتاتی ہے کہ شاید بارش ہوگی اور بحیثیت اشارہ بھی کہ وہ ہمیں پناہ ڈھونڈنے کی ہدایت دیتی ہے۔

(مشمولہ اردو غزل میں علامت نگاری: پروفیسر انیس اشفاق، ص۰(

اشارہ ایک آسان اور سادہ عمل ہے جو کسی زیادہ عام چیز یا تصور کو پیش کرتا ہے جیسے ایک کتا تمام کتوں کے لیے اشارہ کا کام کرتا ہے یا سڑک کی روشنی مدرک یا متصور طور پر پولس کے اختیار کی طرف اشارہ کرتی ہے یعنی اشارہ معنی کے محدود تصور کو پیش کرتا ہے لیکن جب اشارے تفکر اور تعقل کے اعتبار سے معنی کے تفاعل کو پیدا کرتے ہیں تو یہ اشارے علامت بن جاتے ہیں یعنی علامت یہ بتاتی

ہے کہ ہمیں کیا سوچنا چاہیے جب کہ اشارہ ایک قائم تصور کے لیے ذہن کو متحرک کرتا ہے۔ ایڈونگ بورنگ کے مطابق اشارے اپنے راجع کے مخصوص بدل ہوتے ہیں یعنی اشارہ کسی خاص سمت میں ذہن کو منتقل کرکے درمیان سے غائب ہو جاتا ہے۔ اشارہ لفظ، آواز یا کوئی بصری شے ہو سکتی ہے جو کسی سیاق کے حوالے سے ذہن کو منتقل کرتی ہے۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ زبان کا ہر لفظ ایک اشارہ ہوتا ہے اس سلسلے میں عصمت جاوید لکھتے ہیں:

اشارہ وہ نشان ہے جس کی مدد سے ہم اپنی توجہ مشار الیہ کی طرف منعطف کرتے ہیں ایسی صورت میں ہم الفاظ کی آواز پر نہیں بلکہ ان کے معنی کی طرف توجہ دیتے ہیں اس لیے اربن کی رائے ہے کہ لفظ کو علامت نہیں اشارہ کہا جائے۔

(تشبیہ سے علامت تک: عصمت جاوید، مشمولہ اردو میں تمثیل نگاری، منظر اعظمی)

ماہرین لسانیات کا خیال ہے کہ لفظ اس معنی میں بے معنی ہوتا ہے کہ اس کے معنی لاتعداد ہوتے ہیں، سیاق وسباق میں لفظ کے معنی متعین ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے زبان اشارہ نہیں علامت ٹھہرتی ہے کیونکہ کثرت معنی علامت کا وصف ہے۔ اشارہ کی تعریف کے پیش نظر ادبی تناظر میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ دراصل اشارہ متن کا وہ سیاق وسباق یا قرینہ ہے جو قاری کے ذہن کو علامت، استعارہ، تشبیہ اور دوسرے امور کی طرف منتقل کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ہر علامت اور ہر استعارہ میں ایک اشارہ ہوتا ہے لیکن ہر اشارہ علامت یا استعارہ نہیں ہوتا۔ اشارہ کا م صرف نشان دہی کرنا ہے جبکہ علامت و استعارہ کا کام اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اشارے اور استعارے میں فرق کرتے ہوئے انیس ناگی لکھتے ہیں:

اشارے کا دائرہ عمل نشاندہی تک محدود ہے۔ استعارہ میں نشاندہی مماثلت پر ہوتی ہے۔ (تنقید شعر: انیس ناگی)

اردو کے بعض ناقدین مثلاً سلیمان اطہر جاوید، شوکت سبزواری اور ممتاز حسین وغیرہ نے Symbol کا ترجمہ اشارہ کیا ہے۔ لیکن بعد کے زمانے میں Symbol کے لیے علامت کی اصطلاح مستعمل ہوئی۔

زمانہ بیت گیا اب تو تم سے ہو جا — میں تیرا لہجہ ہوں تو میری گفتگو ہو جا (سعید رامش)

اس شعر کا پورا سیاق وسباق یا قرینہ اس بات کا اشارہ ہے کہ تم سے تو ہونے اور لہجہ اور گفتگو ہونے کو لغوی معنی میں نہیں بلکہ مجازی معنی میں سمجھا جائے بنتیجم سے تو ہونا کنایہ ہے باہمی اختلاط کا میں تیرا لہجہ ہوں استعارہ ہے معشوق ہونے کا اور تو میری گفتگو ہو جا استعارہ ہے عاشق ہونے کا۔

نئے دیوانوں کو دیکھیں تو خوشی ہوتی ہے — ہم بھی ایسے ہی تھے جب آئے تھے ویرانے میں (احمد مشتاق)

اس شعر میں ایسے ہی تھیا شارہ ہے جوش وحشت کا۔ اس شعر میں فقرہ ایسے ہی اشارہ کی حدوں کو توڑ کر وسیع اور کثیر مفاہیم کا حامل ہے۔

اشارہ کے بعض مقامات کا بیان

(۲) وكمال العناية به نحو ـ

هذا الذى تعرف البطحاء وطاته　　　والبيت يعرفه والحل والحرم

(۳) وبيان حالة فى القرب والبعد نحو هذا يوسف . وذالك اخوه . وذلك غلامه

(۴) والتعظيم . نحوان هذا القران يهدى للتى هى اقوم .

وذلك الكتاب لاريب فيه .

(۵) والتحقير . نحوا هذا الذى يذكر الهتكم . فذلك الذى يدع اليتيم

ترجمہ

۲۔مشارالیہ کو دوسروں سے مکمل طور پر ممتاز و نمایاں کرنے پر توجہ دینا جس طرح کہ

هذا الذى تعرف البطحاء وطاته　　　والبيت يعرفه والحل والحرم

یہ (حضرت علی زین العابدین) وہ شخصیت ہیں جن کے نشان قدم کو ارض بطحاء پہچانتی ہے اور بیت اللہ اور حل وحرم انہیں جانتے ہیں۔

۳۔مشارالیہ کے قرب وبعد کے حال کی وضاحت؛ جس طرح هذا يوسف (یہ یوسف ہے) ذاك اخوه (وہ اس کا بھائی ہے) اور ذالك غلامه (وہ اس کا غلام ہے)

۴۔مشارالیہ کی تعظیم؛ جس طرح ان هذا القرآن يهدى للتى هى اقوم (بلاشبہ یہ قرآن ایسے طریقے کی ھدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھا ہے) اور ذالك الكتاب لاريب فيه (یہ کتاب ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں)

۵۔مشارالیہ کی تحقیر وتذلیل؛ جس طرح اهذا الذى يذكر آلهتكم (کیا یہی ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی کے ساتھ ذکر کرتا ہے؟) فذلك الذى يدع اليتيم (سو یہ وہی ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے؟)

اسم موصول لانے کا بیان

(واما الموصول) فيوتى به اذا تعين طريقا لاحضار معناه . كقولك الذى كان معنا امس مسافر اذالم تكن تعرف اسم اما اذالم يتعين طريقا لذلك فيكوك لاغراض اخرىٰ .

(۱) كالتعليل نحوان الذين امنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنت الفردوس نزلاً .

(۲) واخفاء الامر عن غير المخاطب نحو ـ

واخذك ماجا دألاميربه　　　وقضيت حاجاتى كما اهوى

(۳) والتنبیه علی الخطا نحو ۔

ان الذین ترو نهلم خوالکم　　یشفی غلیل صدورهم ان تصرعوا

(۴) وتفخیم شان المحکوم به نحو ۔

ان الذی سمک السماء بنی لنا　　بیتاد عائمه اعز واطول

ترجمہ

﴿واما الموصول﴾ اسم موصول یہ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ سامع کے ذہن میں اس کا معنی حاضر کرنے اور تصور میں لانے کے لیے بطور طریقے کے متعین ہو جائے جس طرح کہ تیرا قول الذی کان معنا امس مسافر (جو شخص کل ہمارے ساتھ تھا وہ مسافر ہے) جبکہ تم اس کا نام نہ جانتے ہو برخلاف جبکہ وہ بطور کسی طریقے اس کے لیے متعین نہ ہو تو اس وقت وہ دوسرے اغراض ومقاصد کے لیے ہوگا۔

۱۔علت بیان کرنا؛ جس طرح ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت کانت لهم جنت الفردوس نذلا (بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے ان کی مہمانی کے لیے ٹھنڈی چھاؤں کے باغات ہوں گے)

۲۔مخاطب کے علاوہ دوسروں سے کسی بات کا چھپانا؛ جس طرح

واخذت ما جاد الامیر به　　وقضیت حاجاتی کما اهوی

حاکم نے جو کچھ دیا میں نے لے لیا اور میں نے حسب ضرورت اپنی ضرورتوں میں خرچ کیا۔

۳۔خطاؤ تقصیر پر باخبر ومتنبہ کرنا؛ جس طرح

ان الذین ترونهم اخوانکم　　یشفی غلیل صدورهم ان تصرعوا

جن کو تم اپنے بھائی خیال کرتے ہو ان کے دلوں کی پیاس تو تب بجھے گی جب تم پچھاڑے جاؤ۔

۴۔محکوم بہ کی شان کی بڑائی بتانا؛ جس طرح

ان الذی سمک السماء بنی لنا　　بیتا دعائمه اعز واطول

بلاشبہ جس خدا نے آسمان کو بلند کیا اسی نے ہمارے لیے ایک ایسا گھر بنایا جس کے ستون دوسرے گھروں کے مقابلے میں معزز اور طول ہیں۔

تہویل وتحقیر کے طور پر لانے کا بیان

(۵) والتهویل تعظیما وتحقیرا ۔ نحو فغشیهم من الیم ماغشیهم ونحو من لم یدر حقیقة الحال قال ما قال ۔

(٦) والتهكم . نحو يا ايها الذى نزل عليه الذكر انك لمجنون .

(واما المحلى بال) فيوتى به اذاكان الغرض الحكاية عن الجنس نفسه نحو الانسان حيوان ناطق . وتسمى ال جنسية . او الحكاية عن معهود من افراد الجنس وعهده امام بتقدم ذكره نحو (كما ارسلنا الى فرعون رسولا فعصى فرعون الرسول) واما بحضوره بذاته نحو (اليوم اكملت لكم دينكم . واما بمعرفة السامع له . نحو اذيبا يعونك تحت الشجرة . وتسمى أل عهدية او الحكاية عن جميع افراد الجنس نحوان الانسان لفي خسر . وتسمى أل استغراقية . وقد يراد بأل الاشارة الى الجنس فى فرد مانحو .

ولقد امر على اللئيم يسبني   فمضيت ثمه قلت لايعنيني

واذا وقع المحلى بأل خبرا افادالقصر نحو (وهو الغفور الودود)

ترجمہ

۵۔ہولنا کی بتانا عظمت یا حقارت کے اعتبار سے؛ جس طرح کہ فغشيهم من اليم ما غشيهم (پھر ڈھانپ لیا ان کو پانی نے جیسا کہ ڈھانپ لیا یعنی عظیم اور ہولناک موجوں نے ڈھانپ لیا) اور جس طرح کہ من لم يذر حقيقة الحال قال ما قال (جس نے حقیقت حال کو نہ جانا وہ ایسی ہی (گھٹیا) بات کہے گا جو اس نے کہی)

٦۔تہکم واستہزاء؛ جس طرح کہ یا ايها الذين نذل عليه الذكر انك لمجنون (اے وہ جس پر قرآن کو نازل کیا گیا تو تو مجنون ہے)

﴿واما المحلى بال﴾ محلی بال یہ اس وقت لایا جاتا ہے جبکہ خود ہی اس کی جنس کی بات بتانا مقصود ہو جس طرح کہ الانسان حيوان ناطق (انسان حیوان ناطق ہے) اور اس الف لام کو ال جنسیہ کہیں گے، یا جنس کے افراد میں سے کسی متعین فرد کی بات بتانا مقصود ہو اور اس کی عہدیت وتعین یا تو سابق میں اس کا ذکر گزر جانے کا سبب ہوتا ہے جس طرح کما ارسلنا الى فرعون رسولا فعصى فرعون الرسول (جیسا کہ ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول کو بھیجا سو فرعون نے اس کی نافرمانی کی) یا خود اس چیز کی موجودگی کے سبب ہوتی ہے جس طرح کہ اليوم اكملت لكم دينكم (آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا) یا سامع کے اس سے باخبر ہونے کے سبب سے جس طرح کہ اذ يبايعونك تحت الشجرة (جب کہ وہ تجھ سے بیعت کر رہے تھے اس درخت کے نیچے) اور اس الف لام کو ال عهديه کہا جاتا ہے، یا جنس کے تمام افراد کے بارے میں کوئی بات بتانا مقصود ہو جس طرح کہ ان الا نسان لفي خسر (بے شک سارے انسان گھاٹے اور خسارے میں ہیں) اور اس الف لام کو ال استغراقيه کہیں گے اور کبھی ال کے ذریعے جنس کے کوئی ایک فرد غیر معین کی طرف اشارہ کا قصد کیا جاتا ہے جس طرح کہ

ولقد امر علی اللئیم یسبنی　　　　فمضیت ثمة قلت لا یعنینی

(جب بھی میں کسی ایسے کمینے کے پاس سے گزرتا ہوں جو مجھے گالی دیتا ہوتا ہے تو میں اس جگہ سے یہ کہتے ہوئے گزر جاتا ہوں کہ اس نے مجھے مراد نہیں لیا)

اور جب محلی بال خبر بنتا ہے تو وہ قصر کا فائدہ دیتا ہے جس طرح کہ وھو الغفور الودود (وہی بہت بخشنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے)

معرفہ بہ مضاف کولانے کا بیان

(واما المضاف لمعرفة) فیوتی به اذا تعین طریقا لاحضار معناه ایضاً ککتاب سیبویه وسفینة نوح علیه السلام اما اذالم یتعین لذلك فیکون لاغراض اخری .

(۱) کتعذر التعداد او تعسره نحو اجمع اهل الحق علی کذا واهل البلد کرام .

(۲) والخروج من تبعة تقدیم البعض علی البعض نحو حضر امراء الجند .

(۳) والتعظیم للمضاف نحو کتاب السلطان حضر اوالمضاف الیه نحو هذا خادمی اوغیر هما نحو اخوا الوزیر عندی .

(۴) والتحقیر للمضاف نحو هذا ابن اللص او المضاف الیه نحو اللص رفیق هذا او غیر هما نحو اخو اللص عند عمرو .

(۵) والاختصار لضیق المقام نحو .

هوای مع الرکب الیمانین مصعد　　　　جنیب وجثمانی بمکة موثق

بدل ان یقال الذی اهواه .

ترجمہ

﴿واما المضاف لمعرفة﴾ مضاف معرفہ بھی اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ سامع کے ذہن میں اس کا معنی حاضر کرنے اور تصور جمانے کے لیے بطور ایک طریقے کے متعین ہو جائے جس طرح کہ کتاب سیبویہ سیبویہ کی کتاب اور سفینۃ نوح نوح کی کشتی برخلاف جبکہ بطور کسی طریقے کے اس کے لیے متعین نہ ہو تو یہ دوسری غرضوں کے لیے ہوگا۔

۱۔ کسی معدودی چیز کی گنتی کرنا متعذر یا مشکل ہو، جس طرح اجمع اهل الحق علی کذا واهل البلد کرام اہل حق نے اس بات پر اتفاق کیا ہے اور اہل شہر شریف ہیں۔

۲۔ کسی کو دوسرے پر مقدم کرنے کی صورت میں پہنچنے والے شر سے بچنا جس طرح کہ حضر امراء الجند امرا لشکر آئے۔

۳۔ مضاف کی تعظیم؛ جس طرح کتاب السلطان حضر (بادشاہ کا خط آیا) یا مضاف الیہ کی تعظیم؛ جس طرح ھذا خادمی (یہ میرا نوکر ہے) یا ان دونوں کے علاوہ کی تعظیم جس طرح اخو الوزیر عندی (وزیر کا بھائی میرے پاس آیا)

۴۔ مضاف کی تحقیر؛ جس طرح ھذا ابن اللص (یہ چور کا بھائی ہے) یا مضاف الیہ کی جس طرح اللص رفیق ھذا (چور اس کا ساتھی ہے) یا ان دونوں کے علاوہ کی جس طرح اخو اللص عند عمرو (چور کا بھائی عمرو کے پاس ہے)

۵۔ تنگی مقام کے سبب کلام کو مختصر کرنا؛ جس طرح

هوای مع الركب اليمانين مصعد جنيب وجثمانی بمكة موثق

میرا محبوب یمنی قافلے والوں کے ساتھ جا رہا ہے اس کو آگے چلایا جا رہا ہے اس حال میں کہ میرا جسم مکے کے قید خانے میں مقید ہے۔ یہاں لفظ ھوای کا الذی اھواہ کی جگہ استعمال ہوا ہے۔

منادیٰ کو لانے کا بیان

(واما المنادیٰ) فیوتی به اذالم یعرف للمخاطب عنوان خاص .

نحو یا رجل ویافتی .

وقد یوتی به للاشارة الی علة مایطلب منه نحو یا غلام احضر الطعام ویا خادم اسرج الفرس .

اولغرض یکمن اعتباره ھھنا مما ذکر فی النداء .

ترجمہ

﴿واما المنادیٰ﴾ منادیٰ کو اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ متکلم کو مخاطب کا کوئی عنوان خاص (یعنی علم یا صلہ وغیرہ کوئی جہت تعریف) معلوم نہ ہو جس طرح کہ یا رجل (اے مرد) یافتی (اے نوجوان) اور کبھی اسے اس چیز کی علت کی جانب اشارہ کرنے کے لیے لایا جاتا ہے جو اس سے طلب کی جا رہی ہے جس طرح یاغلام احضر الطعام (اے غلام کھانا لا) اوریا خادم اسرج الفرس (اے نوکر گھوڑے پر زین کس دے) یا اسے بحث ندا میں ذکر شدہ اغراض میں کسی ایک غرض کے لیے جس کا اعتبار کرنا یہاں ممکن ہو لایا جاتا ہے۔

نکرہ کو لانے کا بیان

(واما النکرة) فیوتی بها اذالم یعلم للمحکی عنه جهة تعریف کقولك جاء ھھنا رجل اذالم یعرف مایعینه من علم اوصلة او نحوهما وقد یوتی بهالاغراض اخریٰ .

(۱) کالتکثیر والتقلیل نحو لفلان مال . ورضوان من الله اکبر ای مال کثیر و رضوان قلیل .

(۲) والتعظیم و التحقیر نحو

له حاجب عن كل امر يشينه   وليس له عن طالب العرف حاجب

(۳) والعموم بعد النفی ۔ نحو ماجاء نامن بشیر فان الشکوۃ فی سیاق النفی نعم ۔

(۴) وقصد فرد معین او نوع کذلك ۔ نحو واللہ خلق کل دابۃ من ماء

(۵) واخفاء الامر نحو قال رجل انك انحرفت عن الصواب تخفی اسمه حتی لایلحقه اذی ۔

ترجمہ

اور نکرہ اس وقت لایا جاتا ہے جب کہ محکی عنہ (جس کی بات و حکایت کرنا مقصود ہو) کے لیے تعریف اور پہچان کی کوئی جہت وصورت معلوم نہ ہو جس طرح کہ تیرا قول جاء ھنا رجل (یہاں ایک مرد آیا) جب کہ اس کو متعین کرنے والی علم یا صلہ وغیرہ کائی جہت یا صورت معلوم نہ ہو۔ اور کبھی دوسری اغراض و مقاصد کے لیے بھی لایا جاتا ہے۔

ا۔ تکثیر اور تقلیل (کسی چیز کی قلت و کثرت بتانا) جس طرح کہ لفلان مال (فلاں کے پاس بہت مال ہے) اور رضوان من اللہ اکبر (اللہ کی تھوڑی سی رضامندی بھی سب نعمتوں سے بڑی چیز ہے)

۲۔ کسی چیز کی عظمت یا حقارت بتانا؛ جس طرح

له حاجب عن كل امير يشينه   وليس له عن طالب العرف حاجب

(میرے ممدوح کے یہاں ایک بڑا دربان ہے، جو اسے عیب دار بنانے والی کسی بھی چیز کو اس کے پاس بھٹکنے نہیں دیتا اور بخشش چاہنے والے کو روکنے کے لیے کوئی معمولی دربان بھی نہیں ہے)

۳۔ نفی کے بعد عموم؛ جس طرح ماجاء نا من بشیر (ہمارے پاس کوئی بھی خوشخبری سنانے والا نہیں آیا) کیوں کے نکرہ کے نفی کے ماتحت واقع ہونے کی وجہ سے عموم کا معنی پیدا ہو جاتا ہے۔

۴۔ فرد معین یا نوع معین کا ارادہ کرنا؛ جس طرح کہ واللہ خالق کل دابۃ من ماء (اور اللہ نے ہر جانور کو ایک متعین پانی سے پیدا کیا)

۵۔ کسی بات کو چھپانا؛ جس طرح کہ قال رجل انك انحرفت عن الصواب (ایک شخص نے یوں کہا کہ تو راہ حق سے ہٹ گیا ہے) تو اس قول کے قائل کا نام چھپا رہا ہے تا کہ اسے کسی کی طرف سے کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔

الباب الخامس فی الاطلاق والتقیید

پانچواں باب مطلق ومقید کے بیان میں ہے

اذا اقتصر فی الجملة علی ذکر المسند والمسند الیه

فالحکم مطلق واذا زید علیهما شیء مما یتعلق بهما اوباحدهما فالحکم مقید والاطلاق یکون حیث لا یتعلق الغرض بتقیید الحکم بوجه من الوجوه الیذهب السامع فیه کل مذهب ممکن .

والتقیید حیث یتعلق الغرض بتقییده بوجه مخصوص لولم یراع تفوت الفائدة المطلوبة .

ولتفصیل هٰذا الاجمال نقول .

ان التقیید یکون بالفاعیل ونحوها والنواسخ والشرط والنفی والتوابع وغیر ذلك .

(اما المفاعیل ونحوها) فالتقیید بها یکون لبیان نوع الفعل اوما وقع علیه اوفیه اولاجله او بمقارنته اوبیان المبهم من الهیئة والذات او بیان عدم شمول الحکم . وتکون القیود دمحط الفائدة والکلام بدونها کاذبا اوغیر مقصود بالذات نحو (وما خلقنا السموات والارض وما بینهما لاعبین (واما النواسخ) فالتقیید بها یکون الاغراض التی تودیها معانی الفاظ النوسخ لالاستمرار او الحکایة عن الزمن فی کان .

والتوقیت زمن معین فی ظل . وبات . واصبح . وامسٰی . واضحٰی .

اوبحالة معینة فی دام والمقاربة فی کادوکرب واوشك .

والیقین فی وجد والفی ودری وتعلم وهلم جرا .

فالجملة فی هذا تنعقد من الاسم والخبر اومن المفعولین فقط فاذا قلت ظننت زیدا قائما فمعناه زید قائمه علی وجه الظن .

ترجمہ

جب جملہ میں صرف مسند اور مسند الیہ کے ذکر پر ہی اکتفاء کیا جائے تو اس وقت حکم مطلق ہوگا اور جب اس پر کسی ایسی چیز کا اضافہ کیا جائے جس کا ان دونوں یا ان میں سے ایک سے تعلق ہو تو اس وقت حکم مقید ہوگا ،اور اطلاق وہاں ہوتا ہے جہاں تقیید کی وجوہات

کسی نہ کسی وجہ کے ساتھ حکم کو مقید کرنے کی ضرورت واقع نہ ہو تاکہ سامع کو اس حکم کے بارے میں پورا پورا اختیار رہے اور
کبھی ایسا ہوتی ہے جہاں اس کو کسی ایسی مخصوص وجہ کے ساتھ مقید کرنے کی غرض وابستہ ہو کہ اگر اس کی رعایت نہ کی جائے تو
مطلوب فائدہ فوت ہو جائے اور اس اجمال کی تفصیل کے لیے ہم کہتے ہیں کہ تقیید مفاعیل اور اس کے مانند (یعنی حال، تمیز، مستثنیٰ
، نواسخ، شرط، نفی اور توابع وغیرہ کے ذریعے ہوتی ہے۔

﴿واما المفاعیل ونحوها﴾ ان کے ذریعے حکم کو مقید کیا جانا فعل کی نوعیت، یا جس پر فعل واقع ہوا ہے، یا جس ظرف میں واقع ہوا ہے (مکان اور زمان)، یا جس کے ساتھ واقع ہوا ہے اس کو بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے یا مبہم ہیئت اور مبہم ذات کے بیان کے لیے یا حکم کے عام وشامل نہ ہونے کو بیان کرنے کے لیے ہوتا ہے۔

اور یہ قیودات مرکز فائدہ ہوتی ہیں اور ان کے بغیر کلام یا تو جھوٹا یا بالذات غیر مقصود ہوگا جس طرح کہ **ما خلقنا السموات والارض وما بینهما لاعبین** (آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کو ہم نے کھیلتے ہوئے نہیں بنایا)

﴿واما النواسخ﴾ بہر حال نواسخ کلام کو ان کے ساتھ مقید کرنا ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن کو الفاظ نواسخ کے معانی ادا کرتے ہوں جس طرح کہ کان میں استمرار یا حکایت زمانہ ہوتا ہے اور ظل، بات، اصبح، امسیٰ اور اضحیٰ میں زمان معین کی یا دام میں حالت معینہ کی توقیت وتحدید ہوتی ہے اور کاد، کرب اور اوشک میں قربت ونزدیکی ہوتی ہے اور وجد، الفی، دری اور تعلم میں یقین ہوتا ہے اور اسی نہج پر چلا جائے۔ پس اس صورت میں جملہ منعقد ہوگا اسم اور خبر سے یا صرف دو مفعولوں سے۔ سو اگر تو کہے ظننت زیداً قائماً تو اس کا معنی یہ ہوگا (زید کھڑا ہے میرے گمان کے مطابق)

شرط کو لانے کا بیان

(واما الشرط) فالتقیید به یکون للاغراض التی تؤدیها معانی ادوات الشرط کالزمان فی متی وایان والمکان فی این وانی وحیثما والحال فی کیفما واستیفاء ذلك وتحقیق الفرق بین الادوات یذکر فی علم النحو ۔ وانما یفرق ههنا بین ان واذا ولو لاختصاصها بمزا یا تعد من وجوه البلاغة ۔

﴿واما الشرط﴾ شرط حکم کو اس کے ذریعے مقید کرنا ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جن کو ادوات شرط کے معانی ادا کرتے ہیں جس طرح کہ متی اور ایان زمانے کے لیے اور این، انی اور حیثما مکان کے لیے اور کیفما حال کے لیے ہوتے ہیں۔ اور اس کی پوری بحث اور ادوات شرط کے مابین کے فرق کی تحقیق علم نحو میں کی جاتی ہے اور یہاں تو ان، اذا، اور لو کے درمیان کا فرق بیان کیا جاتا ہے، کیوں کہ یہ تین ادوات ایسی فاضل خصوصیات کے ساتھ مختص ہیں جن کا شمار وجوہ بلاغت میں ہوتا ہے۔

بعض دیگر الفاظ کے ذریعے مقید کرنے کا بیان

فان واذا للشرط فی الاستقبال ۔ولو للشرط فی المضی ۔والاصل فی اللفظ ان یتبع المعنی فیکون فعلا مضارعا مع ان واذا وماضیا مع لو نحو وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمهل ۔ واذ تردالی قلیل تقنع ۔ ولوشاء لهداکم اجمعین ۔

والتفرق بین از واذا ان الاصل عدم الجزم بوقوع الشرط مع ان ولجزم بوقوعه مع اذا ولهذا غلب استعمال الماضی مع اذا فکان الشرط واقع بالفعل بخلاف ان فاذا قلت ان ابن من مرضی اتصدق بالف دینار کنت شاکافی البرء

واذا قلت اذا برئت من مرضی تصدقت کنت جازمابه او کالجازم وعلی ذلك فالاحوال الناشرة تذکر فی حیزان والکثیر ۃ فی حیزاذا ومن ذلك قوله تعالی (فاذاجاء تهم الحسنة قالوالنا هذه وان تصبهم سیئة یطیر وابموسی ومن معه) فلکون مجیئی الحسنة محققاً (اذا المرادبها مطلق الحسنة الشامل لانواع کثیر ۃ کمایفهم من التعریف بال الجنسیة) ذکر مع اذا وعبرعنه بالماضی ولکون مجیئی السیئة نادرا (اذالمرادبها نوع مخصوص کمایفهم من التنکیر وهو الجدب) ذکر مع ان وعبرعنه بالمضارع ففی الآیة من وصفهم بانکار النعم وشدة التحامل علی موسٰی علیه السلام مالا یخفٰی ۔

ولو للشرط فی المضی ولذایلیها الفعل الماضی نحو (ولو علم الله فیهم خیرا لاسمعهم) ومما تقدم یعلم ان المقصود بالذات من الجملة الشرطیة هو الجواب فاذا قلت از اجتهد زیدا کرامته کنت مخبرا بانك ستکرمه ولکن فی حال حصول الاجتهاد لافی عموم الاحوال ویتفرع علی هذا انها تعد خبریة او انشائیة باعتبار رجوابها ۔

ترجمہ

پس ان اوراذا مستقبل کی شرط کے لیے اور لو ماضی کی شرط کے لیے ہوتا ہے، اور لفظ میں اصل یہ ہے کہ وہ معنی کے بعد آئے (یعنی قلب ودماغ میں پہلے معنی کا تصور آتا ہے اور زبان پر لفظ بعد میں آتا ہے) پس وہ لفظ ان اوراذا کے ساتھ فعل مضارع کی شکل میں آتا ہے اور لو کے ساتھ ماضی کی شکل میں جس طرح کہ وان یستغیثوا یغاثوا بماءکالمھل (اور اگر فریاد کریں گے تو ان کو ایسا پانی دیا جائے گا جو پیپ کی طرح ہوگا) واذا تردالی قلیل تقنع (اور جب تو اپنے نفس کو مال قلیل کے حصول کی جانب پھیر دے گا تو اسے قناعت نصیب ہوجائے گی) اور ولو شاء لھداکم اجمعین (اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو مقصود تک پہنچادیتا) پھر ان اوراذا میں یہ فرق ہے کہ ان میں شرط کا واقع ہونا غیر یقینی ہے اوراذا میں یقینی ہے۔اسی وجہ سے تو اکثر وبیشتر اذا کے ساتھ ماضی کا صیغہ استعمال

ہوتا ہے گویا کہ بالفعل شرط واقع ہو چکی برخلاف ان کے (کہ اس میں یہ بات نہیں) اور اگر تو یوں کہے ان ابرأمن مرضی تصدق بالف دینار (اگر میں صحت یاب ہو جاؤں تو ایک ہزار دینار خیرات کروں گا) تو تو صحت یابی کے بارے میں شک ہے اور جب تو کہے اذا برئت من مرضی تصدقت بالف دینار (اگر میں صحت یاب ہو گیا تو ایک ہزار دینار خیرات کروں گا) تو تو اس کے بارے میں یقین کرنے والا ہے یا یقین کرنے والے کی طرح ہے۔

اور اسی لیے نادر الوقوع احوال کو ان کی صورت میں اور کثیر الوقوع کو اذا کی صورت میں لاتے ہیں اسی قبیل سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فاذا جاء تہم الحسنة قالوا لنا ھذہ وان تصبھم سیئة یطیروا بموسیٰ ومن معہ (پھر جب پہنچی ان کو بھلائی تو کہنے لگے یہ ہمارے لائق ہے اور اگر کوئی برائی پہنچے تو موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں کی نحوست بتلاتے) پس چونکہ حسنہ کا آنا یقینی تھا کیونکہ اس سے مراد مطلق حسنہ ہے وہ انواع کثیرہ کو شامل ہے جیسا کہ لام جنس کے ذریعے معرفہ لانے سے سمجھا جاتا ہے تو اسے اذا کے ساتھ ذکر کیا گیا اور اسے صیغہ ماضی سے تعبیر کیا گیا اور چونکہ سیئة کا آنا شاذ و نادر ہوتا کیونکہ اس سے مراد ایک نوع مخصوص ہے یعنی قحط سالی جیسا کہ اسے نکرہ لانے کی وجہ سے سمجھا جاتا ہے تو اسے ان کے ساتھ لایا گیا اور اسے مضارع سے تعبیر کیا گیا پس اس آیت میں فرعونیوں کی ناشکری اور موسیٰ علیہ السلام پر کیے جانے والے ظلم کی شدت کا حال بیان کیا گیا جو صاف ظاہر ہے۔

اور لو میں اصل یہ ہے کہ وہ فرضی شرط کے لیے ہے انتفاء وقوع شرط کے یقین کے ساتھ اور یہی وجہ ہے کہ اس کے ساتھ فعل ماضی لگتا ہے جس طرح کہ ولو علم اللہ فیھم خیرا لاسمعھم (اور اگر اللہ ان میں کوئی بھلائی جانتا تو انہیں سنا دیتا)

اور سابقہ کلام سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ جملہ شرطیہ سے مقصود بالذات وہ جواب ہوتا ہے۔ سو اگر تو یوں کہے ان اجتھد زید اکرمتہ (اگر زید محنت کرے گا تو میں اس کا اکرام کروں گا) گویا کہ تو یہ خبر دے رہا ہے کہ تو اس کا اکرام کرے گا لیکن صرف محنت پائی جانے کی صورت میں ہی۔ تمام احوال میں ہی نہیں اور اسی اصل پر یہ بات متفرع ہوتی ہے کہ جملہ شرطیہ کو جواب و جزاء کے اعتبار سے ہی جملہ خبریہ یا انشائیہ کہا جائے گا۔

نفی کو لانے کا بیان

(واما النفی) فالتقیید بہ یکون بسلب النسبة علی وجه مخصوص مما تفیدہ احرف النفی وھی ستة . لا . وما . وان . ولن . ولم . ولما . فلا للنفی مطلقاً

واما وان لنفی الحال ان دخلا علی المضارع . ولن لنفی الاستقبال . ولم ولما لنفی المضی الا انه بلما ینسحب علی زمن التکلم ویختص بالمتوقع وعلی ھذا فلا یقال لما یقم زید ثم قام . ولا لما یجتمع النقیضان کما یقال لم یقم ثم قام ولم یجتمعا . فلما فی النفی تقابل قد فی الاثبات وحینئذ یکون منفیھا قریبا من الحال فلا یصح لما یجیئ محمد فی العام الماضی .

ترجمہ

﴿واما النفی﴾ بہر حال نفی اس کے ذریعے حکم کو مقید کرنا مخصوص طریقے پر نسبت کو سلب کرنے کے لیے ہوتا ہے جس کا حروف نفی فائدہ دیتے ہیں اور وہ چھ ہیں؛ لا، ما، ان، لن، لم، اور لما۔ پس لا مطلق نفی کے لیے ہوتا ہے اور ما اور ان نفی حال کے لیے جبکہ وہ مضارع پر داخل ہو اور لن نفی استقبال کے لیے اور لم اور لما ماضی نفی کے لیے آتے ہیں مگر لما کے ذریعے کی جانے والی نفی میں ماضی سے زمان تکلم تک درازی و امتداد ہوتا ہے اور یہ مختص ہے متوقع الحصول کے ساتھ لہٰذا لما یقم زید ثم قام (اب تک زید کھڑا نہیں ہوا پھر کھڑا ہوگا) نہیں کہہ سکتے اور لما یجتمع النقیضان (اب تک دو نقیض جمع نہیں ہوئیں) بھی نہیں کہہ سکتے ہاں لم یقم ثم قام (زید کھڑا نہیں تھا پھر کھڑا ہوگیا) اور لم یجتمعا (دو نقیض جمع نہیں ہوئیں) کہہ سکتے ہیں پس نفی کا فائدہ دینے والا لما اثبات کا فائدہ دینے والے قد کے مقابل ہے اور اس وقت اس کے ذریعے نفی کردہ خبر حال سے قریب ہوگی چنانچہ لما یجیء محمد فی العام الماضی (اب تک محمد گزشتہ سال میں نہیں آیا) کہنا صحیح نہیں ہے۔

توابع کو تقیید کیلئے لانے کا بیان

(واما التوابع) فالتقیید بهایکون للاغراض التی تقصد منها ۔

فالنعت یکون للتمیز نحو حضر علی الکاتب ۔

والکشف نحو الجسم الطویرا العریض العمیق یشغل حیزا من الفراغ ۔

والتاکید نحو تلك عشرة کاملة والمدح نحو حضر خالد الهمام ۔ والذم نحو وامراته حمالة الحطب ۔ والترحم نحو ارحم الی خالد المسکین ۔

ترجمہ

﴿فالنعت﴾ پس نعت؛ اپنے موصوف کو دوسروں سے ممتاز کرنے کے لیے ہوتی ہے جس طرح حضر علی الکاتب (انشاء پرداز علی آیا) اور اس کی حقیقت کی وضاحت کے لیے ہوتی ہے جس طرح کہ الجسم الطویل العریض العمیق یشغل حیزا من الفراغ (لمبا، چوڑا، گہرا جسم خالی جگہ کو گھیر لیتا ہے) اور اس کی تاکید کے لیے آتی ہے جس طرح تلك عشرة کاملة (یہ دس روزے پورے ہوئے) اور اس کی مدح کے لیے جس طرح کہ حضر خالد الهمام (سردار خالد آیا) اور اس کی برائی کے لیے جس طرح کہ وامراته حمالة الحطب (اور اس کی بیوی جو سر پے اندھن لیے پھرتی ہے) اور اس کی حالت زار پر رحم کھانے کے لیے جس طرح احسن خالد المسکین (مسکین خالد پر احسان کر)

﴿التوکید﴾ تاکید؛ یہ اپنے متبوع کے حکم کو پختہ کرنے کے لیے اور متبوع سے معنی مجازی کے وہم کو دور کرنے یا اپنے متبوع

کے حکم کو پختہ کرنے اور متبوع سے سہو کے وہم کو دور کرنے یا متبوع کے حکم کو پختہ کرنے اور حکم کے عام نہ ہونے کے وہم کو دور کرنے کے لیے آتی ہے، جس طرح کہ زارنی الامیر نفسہ (خود امیر المومنین نے مجھ سے ملاقات کی) اور سلم الجیش عامة (کل لشکر محفوظ رہا)

تاکید کی تعریف

تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کی طرف کسی چیز کی نسبت کو پختہ کرنے کے لئے لایا جائے۔ جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ نَفْسُہٗ (میرے پاس زید بذات خود آیا) یا اس بات کو واضح کرنے کیلئے لایا جاتا ہے کہ حکم متبوع کے تمام افراد کو شامل ہے۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰئِکَةُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ (تو تمام ملائکہ نے ایک ساتھ سجدہ کیا)۔ پہلی مثال میں زید کے آنے کی نسبت کو نفسہ نے پختہ کیا جبکہ دوسری مثال میں کلھم نے تمام ملائکہ کے سجدہ کرنے کو واضح کیا۔ جسکی تاکید بیان کی جائے اسے مؤکد کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ مؤکد اور تاکید کا اعراب ایک جیسا ہوتا ہے۔

تاکید کی اقسام

تاکید کی دو قسمیں ہیں۔۔ تاکید لفظی۔ تاکید معنوی

تاکید لفظی: وہ تاکید ہے جس میں لفظ تکرار کے ساتھ لایا جائے۔ جیسے جَاءَنِی زَیْدٌ زَیْدٌ، اِنَّ اِنَّ زَیْدًا قَائِمٌ۔

تاکید معنوی: وہ تاکید ہے جو چند مخصوص الفاظ کے لانے سے حاصل ہو۔ وہ الفاظ یہ ہیں۔

نَفْسٌ، عَیْنٌ، کِلاَ، کِلْتَا، کُلٌّ، أَجْمَعُ، أَکْتَعُ، أَبْتَعُ، أَبْصَعُ

عطف بیان و نسق و بدل کا بیان

وعطف البیان یکون لمجرد التوضیح نحو اقسم باللہ ابو حفص عمر او للتوضیح مع المدح نحو جعل اللہ الکبة البیت الحرام قیاماً للناس ویکفی فی التوضح ان یوضح الثانی الاول عند الاجتماع وان لم یکن اوضح منہ عندالانفراد کعلی زین العابدین والعسجدالذھب۔

وعطف النسق یکون للاغراض التی تؤدیھا احرف العطف کالترتیب مع التعقیب فی الفاء ومع التراخی فی ثم

والبدل یکون لزیادة التقریر والایضاح نحو قدم ابنی علی فی بدل الکل وسافر الجند اغلبہ فی بدل البعض ونفعنی الاستاذ علمہ فی بدل الاشتمال۔

ترجمہ: ﴿وعطف البیان﴾ عطف بیان: محض اپنے متبوع کی وضاحت کے لیے آتا ہے جس طرح کہ اقسم باللہ ابو

حفص عمر (ابوحفص عمر نے اللہ کے نام کی قسم کھائی) یا تعریف کے ساتھ وضاحت کے لیے بھی جس طرح جعل اللہ الکعبة البیت الحرام قیاما للناس (اللہ نے کعبہ کو جو کہ بزرگی والا گھر ہے قیام کا باعث بنایا لوگوں کے لیے) اور توضیح میں اتنا ہی کافی ہے کہ متبوع اور تابع دونوں کے جمع ہونے کی صورت میں دوسرا (تابع) پہلے (متبوع) کی وضاحت کرے اگر چہ دوسرا پہلے کی بہ نسبت تنہا زیادہ واضح نہ بھی ہو جس طرح کہ علی زین العابدین اور المسجد الذہب۔

﴿وعطف النسق﴾ عطف نسق: ان اغراض کے لیے ہوتا ہے جس کو حروف عطف ادا کرتے ہیں جس طرح کہ فاء میں ترتیب مع التعقیب (تعقیب مع الوصل) اور ثم میں ترتیب مع التراخی۔

﴿والبدل﴾ بدل: اپنے متبوع کو مزید پختہ اور واضح کرنے کے لیے آتا ہے جس طرح کہ قدم ابنی علی (میرا لڑکا علی آیا) یہ بدل الکل کی مثال ہے اور سافر الجند اغلبه (اکثر و بیشتر لشکر نے سفر کیا) یہ بدل البعض کی مثال ہے اور نفعنی الاستاذ علمه (مجھے استاذ یعنی اس کے علم نے نفع پہنچایا) یہ بدل الاشتمال کی مثال ہے۔

الباب السادس في القصر

چھٹا باب قصر کے بیان میں ہے

(القصر) تخصيص شيء بشيء بطريق مخصوص ۔ وينقسم الى حقيقي واضافي (فالحقيقي) ماكان الاختصاص فيه بحسب الواقع والحقيقة لابحسب الاضافة الى شيء اٰخر نحو لا كاتب في المدينة الاعلي اذالم يكن غير فيها من الكتاب ۔

(والاضافي) ماكان الاختصاص فيه بحسب الاضافة الى شيء معين ۔ نحوما علي الاقائم اى ان له صفة القيام لاصفة القعود ليس الغرض نفي جميع الصفات عنه ماعداصفة القيام ۔ و كل منهما ينقسم الى قصر صفة على موصوف ۔ نحولا فارس الاعلي وقصر موصوف على صفة نحو وما محمدالارسول فيجوز عليه الموت والقصر الاضافي ينقسم باعتبار حال المخاطب الى ثلثة اقسام قصر افراد اذا اعتقد المخاطب الشركة وقصر قلب اذا اعتقد العكس وقصر تعيين اذا اعتقد واحدا غير معين ۔

وللقصر طريق ۔ منها النفي والاستثناء ۔ نحوان هذا الاملك كريم ۔ ومنها انما ۔ نحو انما الفاهم علي ۔ ومنها العطف بلا اوبل اولكن ۔ نحو انا ناثرلا ناظم ۔ ما انا حاسب بل كاتب ۔ ومنها تقديم ماحقه التاخير نحو اياك نعبد ۔

ترجمہ

قصر ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی مخصوص طریقے سے منحصر وخاص کرنے کا نام ہے۔اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی اور دوسری اضافی۔سو حقیقی وہ قصر ہے جس میں اختصاص صورت واقعہ اور نفس حقیقت کے اعتبار سے ہو نہ کہ کسی دوسری چیز کی طرف نسبت واضافت کے اعتبار سے جس طرح لا كاتب في المدينة الا علي اس شہر میں علی کے سوا کوئی کاتب اور انشاء پرداز نہیں ہے جبکہ حقیقت اور صورت واقعہ بھی ایسی ہی ہو کہ شہر میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا انشاء پرداز نہ ہو،اور اضافی وہ قصر ہے جس میں ایک مخصوص شے کی طرف نسبت واضافت کے اعتبار سے اختصاص پایا جائے جس طرح کہ ما علي الا قائم (علی تو کھڑا ہی ہے) یعنی اس کے لیے صفت قیام ثابت ہے نہ کہ صفت قعود اور یہ غرض نہیں ہوتی ہے کہ اس سے قیام کے علاوہ تمام صفات کی نفی کی جائے۔

اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں۔ایک قصر صفت علی موصوف جس طرح کہ لا فارس الا علي (علی کے سوا

کوئی دوسرا شہسوار نہیں) اور دوسری قصر موصوف علی صفت جس طرح کہ وما محمد الا رسول (اور محمد تو ایک رسول ہیں) لہٰذا ان پر (عارضی) موت آسکتی ہے۔

اور قصر اضافی کی مخاطب کے حال کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

۱۔ قصر افراد؛ جب کہ مخاطب دو یا زیادہ چیزوں کے درمیان شرکت کا اعتقاد رکھے۔

۲۔ قصر قلب؛ جب کہ اس کے برعکس کا اعتقاد رکھے۔

۳۔ قصر تعیین؛ جب کہ کسی ایک غیر معین کا اعتقاد رکھے۔

اور قصر کے چند طریقے ہیں ان میں سے ایک طریقہ نفی اور استثناء ہے جس طرح کہ ان هذا الا ملك كريم (یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے) اور ان میں سے ایک طریقہ انما ہے جس طرح انما الفاهم علي (سمجھدار تو علی ہے) ان میں سے ایک طریقہ لا، بل یا لکن کے ذریعے عطف کرنا ہے جس طرح انا ناثر لا ناظم (میں نثر نگار ہوں شاعر نہیں) اور ما انا حسب بل كاتب (میں حساب نویس نہیں ہوں بلکہ کاتب ہوں) اور ان میں سے ایک طریقہ ایسے لفظ کو مقدم کرنا ہے جس کا حق موخر کرنا تھا جس طرح اياك نعبد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں)

ساتواں باب وصل اور فصل کے بیان ہے

الوصل عطف جملة على اخرىٰ والفصل تركه

والكلام ههنا قاصر العطف بالواو لان العطف بغيرها لايقع فيه اشتباه ولكل من الوصل بها والفصل مواضع .(مواضع الوصل بالواو) يجب الوصل فى موضعين .

الاول . اذا اتفقت الجملتان خبرا اوانشاءً وكان بينهما جهة جامعة اى مناسبة تامة ولم يكن مانع من العطف نحو ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم .

ونحو فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا .

الثانى اذا اوهم ترك العطف خلاف المقصود كما اذا قلت لاوشفاه الله جوابا لمن يسالك هل برئ على من المرض فترك الواويدهم الدعاء عليه وغرضك الدعاء له .

(مواضع الفصل) يجب الفصل فى خمسة مواضع .

الاول . ان يكون بين الجملتين اتحاد تام بان تكون الثانية بدلا من الاولى .

نحو (امدكم بما تعلمون امدكم بانعام وبنين)

اوبان تكون بيانالها . نحو (فوسوس اليه الشيطان قال يا ادم هل ادلك على شجرة الخلد) اوبان تكون مؤكدة لها نحو (فمهل الكافرين امهلهم رويد) ويقال فى هذا الموضع ان بين الجملتين كمال الاتصال . الثانى . ان يكون بين الجملتين بتائن تام بان يختلفا خبرا وانشاءً كقوله .

وقال رائدهم ارسو انزاولها

فحتف كل امرئ يجرى بمقدار

اوبان لايكون بينهما مناسبة فى المعنى . كقولك على كاتب . الحمام طائر . فانه لامناسبة فى المعنى بين كتابة على وطيران الحمام .

ويقال فى هذا الموضع ان بين الجملتين كمال الانقطاع . (١)

الثالث . كون الجملة الثانية جوابا عن سوال نشأمن الجملة الاولى ولقوله

زعم العو اذل انني في غمرة
صدقوا ولكن غمرتي لاتنجلي

كانه قيل اصدقوا في زعمهم ام كذبوا فقال صدقوا . ويقال بين الجملتين شبه كمال الاتصال .

الرابع . ان تسبق جملة بجملتين يصح عطفها على احدهما لوجود المناسبة وفي عطفها على الاخرى فساد فيترك العطف دفعا للوهم كقوله .

وتظن سلمى انني ابغي بها
بدلا اراها في الضلال تهيم

فجملة اراها يصح عطفها على تظن . لكن يمنع من هذا توهم العطف على جملة بغي بهافتكون الجملة الثالثة من مظنونات سلمى معرانه ليس مراد ويقال بين الجملتين في هذا المرضع شبه كمال الانقطاع

الخامس . ان لايقصد تشريك الجملتين في الحكم لقيام مانع كقوله تعالى واذا خلوا الى شياطينهم قالوا انا معكم انما نحن مستهزؤن . الله يستهزء بهم . فجملة الله يستهزء هم لا يصح عطفها على انا معكم لاقتضائه انه من مقولهم ولاعلى جملة قالوا لا قتضائه ان استهزاء الله بهم مقيد بحال خرهم الى شياطينهم ويقال بين الجملتين في هذا الموضع توسطين الكمالين (۱)

ترجمہ

ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف کرنے کو وصل کہتے ہیں اور عطف نہ کرنے کو فصل کہیں گے اور یہاں کلام منحصر ہے عطف بالواو پر کیوں کہ اس کے علاوہ حروف عاطفہ کے ذریعے ہونے والے عطف میں اشتباہ نہیں ہوتا ہے۔ اور وصل بالواو اور فصل دونوں میں سے ہرایک کے الگ الگ مواقع ہیں۔

﴿وصل بالواو کے مواقع﴾ وصل کرنا دو جگہوں میں ضروری ہے۔ پہلی جگہ وہ ہے جہاں دو جملے خبریہ یا انشائیہ ہونے کے اعتبار سے متفق ہوں اور ان دونوں کے درمیان کوئی جامع جہت یعنی مناسبت تامہ پائی جائے اور مانع عطف کوئی سبب موجود نہ ہو جس طرح کہ ان الابرار لفي نعيم وان الفجار لفي جحيم (بے شک نیک لوگ جنت میں ہوں گے اور گنہگار لوگ دوزخ میں ہوں گے) اور جس طرح کہ فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا (پس چاہیے کہ وہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں زیادہ)

دوسری جگہ وہ ہے کہ جہاں عطف نہ کرنے سے مقصود کے خلاف کا وہم دلائے جیسا کہ تو کہے لا وشفاه الله (نہیں اور اسے اللہ شفاء دے) اس آدمی کے جواب میں جس نے یہ پوچھا کہ هل برىء على من المرض (کیا علی بیماری سے صحت یاب ہو گیا)

یہاں واو کونہ لانے کی وجہ سے بددعاء کا وہم ہوتا حالانکہ تیرا مقصد تو اس کے لیے دعاء خیر کرنا ہے۔

(مواقع فصل) پانچ جگہوں میں فصل کرنا ضروری ہے۔ پہلی جگہ وہ ہے جہاں دو جملوں کے درمیان اتحاد تام ہو اس طرح کہ دوسرا جملہ پہلے جملے کا بدل ہو جس طرح کہ امدکم بما تعلمون امدکم بانعام وبنین (اس نے تمہاری امداد کی ایک چیز کے ذریعے جو تم جانتے ہو امداد کی تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے) یا اس طرح کہ دوسرا پہلے کے لیے بیان ہو جس طرح کہ فوسوس الیہ الشیطان قال یا آدم هل ادلك علی شجرة الخلد (پس وسوسہ ڈالا اس کی طرف شیطان نے اور کہا اے آدم کیا میں تجھے بتاؤں سدا رہنے والا درخت) یا اس طرح کہ دوسرا پہلے کے لیے تاکید ہو جس طرح کہ فمهل الكفرين امهلهم رویدا (پس ڈھیل دے کافروں کو ڈھیل دے ان کو تھوڑے دنوں کی) اور اس جگہ یوں کہا جائے گا کہ دو جملوں کے درمیان کمال اتصال ہے۔

دوسری جگہ وہ ہے جہاں دو جملوں کے درمیان تباین تام ہو اس طرح کہ دونوں جملے خبریہ اور انشائیہ کے اعتبار سے مختلف ہوں جس طرح کہ شاعر کا قول

وقال رائدهم ارسوا نزاولها　　فحتف كل امری یجری بمقدار

ان کے نمائندے نے کہا یہیں ٹھہر جاؤ ہم ان سے قتال کریں گے کیوں کہ ہر نفس کی موت تو اپنے وقت پر آ کر ہی رہے گی۔

یا اس طرح کہ ان کے مابین معنوی مناسبت نہ ہو جس طرح کہ تو یوں کہے علی کاتب الحمام طائر (علی انشاء پرداز ہے کبوتر ایک پرندہ ہے) پس علی کے انشاء پرداز ہونے اور کبوتر کے اڑنے والا ہونے کے لحاظ سے کوئی مناسبت نہیں ہے اور اس جگہ کہا جائے گا کہ ان دو جملوں کے درمیان کمال انقطاع ہے۔

تیسری جگہ وہ ہے جہاں دوسرا جملہ ایک ایسے سوال کا جواب بنے جو پہلے جملے سے پیدا ہوا ہو جس طرح کہ شاعر کا قول

زعم العواذل انني في عمرة　　صدقوا ولكن غمرتي لا تنجلي

ملامت کرنے والی جماعت نے کہا کہ میں پریشانی میں ہوں ہاں انہوں نے سچ کہا مگر میری پریشانی دور ہونے والی نہیں۔

گویا کہ یوں پوچھا گیا کہ کیا ان کا خیال درست ہے یا غلط؟ تب اس نے کہا ہاں ان کا خیال درست ہے۔ اور اس جگہ یہ کہا جائے گا کہ ان دو جملوں کے درمیان شبہ کمال اتصال ہے۔

چوتھی جگہ وہ ہے کہ ایک جملے سے پہلے دو جملے مذکور ہوں اور تیسرے کا پہلے کسی ایک پر تو عطف جائز ہو مگر کسی ایک پر ناجائز ہو لہٰذا وہم سے بچتے ہوئے عطف نہیں کیا جائے گا جس طرح۔

وتظن سلمی انني ابغي بها　　بدلا اراها في الضلال تهيم

سلمی کا یہ خیال ہے کہ میں اس کے علاوہ کسی اور کو چاہتا ہوں میں اسے گمراہی میں بھٹکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں
پس اراھا کے جملے کا جملہ تظن پر عطف کرنا صحیح تو ہے مگر جملہ ابغی بھا پر عطف ہونے کا وہم اس سے مانع ہے (لہٰذا عطف نہیں کیا جائے گا) کیوں کہ اس صورت میں جملہ ثالثہ سلمی کے مظنونات وخیالات میں سے ہو جائے گا حالانکہ یہ شاعر کی مراد نہیں ہے اور اس جیسی جگہوں کے لیے یہ کہا جائے گا کہ ان دو جملوں میں شبہ کمال انقطاع ہے۔
پانچویں جگہ یہ ہے کہ دو جملوں کو ایک حکم میں کسی مانع کے سبب شریک کرنے کا ارادہ نہ ہو جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے واذا خلوا الی شیطینھم قالوا انا معکم انما نحن مستھزء ون اللہ یستھزیء بھم (اور جب وہ جدا ہوتے ہیں اپنے شیطانوں کی طرف تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو مذاق کرتے ہیں اللہ ان کے مذاق کا بدلہ دیتا ہے) پس اللہ یستھزی بھم کے جملہ کا انا معکم پر عطف کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ یہ بھی ان منافقین کا ہی مقولہ ہو جائے گا اور اسی طرح جملہ قالوا پر بھی عطف جائز نہیں ہے کیوں کہ اس کا تقاضا یہ ہوگا کہ اللہ کا ان لوگوں کو مذاق کا بدلہ دینا ان کے سرداروں کے پاس تنہا رہنے کی صورت میں ہی مقید ہوگا اور ان جیسی جگہوں کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ دو جملوں میں توسط بین الکمالین ہے۔

الباب الثامن في الايجاز والاطناب والمساواة

آٹھواں باب ایجاز واطناب اور مساوات کے بیان میں ہے

مساوات وایجاز کا بیان

كل مايجول في الصدر من المعاني يمكن ان يعبر عنه بثلاث طرق ۔

(۱) المساواة ۔ وهي تادية المعنى المراد بعبارة مساوية له بان تكون على الحد الذى جرى به عرف اوساط الناس ۔ وهم الذين لم يرتقوا الى درجة البلاغة ولم ينحطوا الى درجة الفهاهة نحو (واذا رايت الذين يخوضون في اٰياتنا فاعرض عنهم) ۔

ترجمہ

کسی شخص کے دل میں جو کچھ خیالات گردش کرے ان کی ترجمانی تین طریقوں سے کی جاسکتی ہے۔

ا۔مساوات: یہ ہے کہ معنی کو اس کے برابر عبارت لاکر ادا کیا جائے، اس طرح کہ وہ درمیانی طبقہ کے لوگوں کے عرف کے مطابق ہو اور وہ وہ لوگ ہیں جو بلاغت کے درجے تک نہ پہنچے ہوں اور گونگے پن کے درجے تک بھی نہ اتر گئے ہوں جس طرح واذا رايت الذين يخوضون في آياتنا فاعرض عنهم (اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگو ں سے کنارہ کش ہو جا)

(۲) والايجاز ۔ هو تأدية المعنى بعبارة ناقصة عنه مع وفائها بالغرض نحو قفانبك من ذكرى حبيب و منزل ۔ فاذالم تف بالغرض سمى اخلالا كقوله

والعيش خير في ظلال النوك ممن عاش كدا

مراده ان العيش الرغد في ظلال الحمق خير من العيش الشاق في ظلال العقل ۔

۲۔ایجاز: یہ ہے کہ معنی مرادی کو معنی کے مقابلے میں ناقص عبارت سے تعبیر کیا جائے البتہ یہ عبارت غرض اور مراد کو پورے طور پر ادا کرنے والی ہو جس طرح کہ

قفا نبك من ذكرى حبيب ومنزل

اے میرے دونوں دوست تم محبوب اور اس کے ٹھہرنے کی جگہ کو یاد کر کے روتے ہوئے رک جاؤ۔

پھر اگر یہ عبارت غرض کو پوری نہ کرتی ہو تو اسے اخلال کہیں گے جس طرح شاعر کا قول۔

والعیش خیر فی ظلا ل النوك ممن عاش كدا

شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ خوشحالی کی زندگی جو جہالت اور بے وقوفی کے سایوں میں گزرے وہ اس تنگ دستی کی زندگی سے بہتر ہے جو عقل وعلم کے سائے میں گزرے۔

اطناب کا بیان

(۳) والاطناب ۔ وهو تادية المعنى بعبارة زائدة عنه مع الفائدة نحو (رب انی وهن العظم منی واشتعل الراس شيبا) ای كبرت فاذالم تكن فی الزيادة فائدة سمی تطويلا ان كانت الزيادة غير متعينة وحشوا ان تعينت ۔

فالتطويل نحو والفى قولها كذباً ومينا ۔ والحشو نحو ۔

واعلم علم اليوم والامس قبله ۔

ومن دواعی الايجاز تسهيل الحفظ ۔ وتقريب الفهم ۔

وضيق المقام والاخفاء وسأمة المحادثة ۔

ومن دواعی الاطناب تثبيت المعنى ۔ وتوضيح المراد ۔ والتوكيد ودفع الايهام ۔

۳۔ اطناب یہ ہے کہ معنی مرادی کو اس کی بہ نسبت زائد عبارت سے ادا کیا جائے کسی مخصوص فائدہ کے ساتھ جس طرح کہ رب انی وهن العظم منی واشتعل الراس شيبا (اے میرے رب میری ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں اور میرے سر پر سفیدی پھیل گئی ہے)یعنی بوڑھا ہو گیا ہوں (فائدہ یہاں اظہار ضعف ہے)

اور اگر زیادتی میں کوئی فائدہ نہ ہو اور زیادتی غیر متعین ہو تو اسے تطویل کہیں گے اور اگر متعین ہو تو اسے حشو کہیں گے پس تطویل کی مثال یہ ہے جس طرح کہ

والفى قولها كذبا ومينا

اور اس (جذیمہ نامی مرد) نے اس (زباء نامی عورت) کی (نکاح والی) بات کو جھوٹا اور فریب پایا۔

اور حشو کی مثال یہ ہوگی جس طرح کہ ع واعلم علم اليوم والامس قبله (میں آج اور آج سے پہلے کل گزشتہ کی خبر جانتا ہوں)

اور ایجاز کے دواعی اسباب میں سے چند یہ ہیں۔ حفظ میں آسانی، فہم مراد کو قریب کرنا، تنگی مقام، بات کو مخفی رکھنا، بات چیت میں بوریت اور ملال سے بچانا۔

اور دواعی اطناب میں سے بعض یہ ہیں، معنی کو دل میں جمانا و راسخ کرنا، مراد کی وضاحت اور تاکید و پختگی اور ابہام و تخلک کو دور کرنا۔

اقسام الایجاز

ایجاز کی اقسام کا بیان

ایجاز کی اقسام کا بیان

الایجاز اما ان یکون بتضمن العبارة القصیرة معانی کثیرة .

وھو مرکز عنایة البلغاء . وبه تفاوت اقدارھم . ویسمی ایجاز قصر .

نحو قوله تعالی (ولکم فی القصاص حیاة)

واما ان یکون بحذف کلمة او جملة او اکثر مع قرینة تعین المحذوف ویسمی ایجاز حذف .

فحذف الکلمة کحذف (لا) فی قول امرئ القیس ـ

فقلت یمین الله ابرح قاعدا

ولو قطعوا راسی لدیك و اوصالی

وحذف الجملة کقوله تعالی (وان یکذبوك فقد کذبت رسل من قبلك) ای فتأس واصبر .

وحذف الاکثر نحو قوله تعالی (فارسلون یوسف ایھا الصدیق ای) ارسلونی الی یوسف لاستعبره الرؤیا ففعلوا فأتاہ وقال له یا یوسف،

ترجمہ

ایجاز کبھی تو مختصر عبارت کو اپنے اندر معانی کثیرہ کو متضمن وشامل ہونے کی شکل میں ہوتا ہے اور یہی قسم بلغاء کی توجہ کی مرکز ہے اور اسی سے ان کی قدر ومنزلت میں تفاوت وکمی بیشی ہوتی ہے اور اس کو ایجاز قصر کہتے ہیں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ولکم فی القصاص حیوٰۃ (اور تمہارے لیے قصاص میں بڑی زندگی ہے)

اور ایجاز کبھی تو ایک کلمہ یا ایک جملہ یا زیادہ جملوں کو کسی ایسے قرینے کی موجودگی میں حذف کرنے سے ہوتا ہے جو محذوف کو متعین کرے اور اسے ایجاز حذف کا نام دیا جاتا ہے پس کلمہ کو حذف کرنے کی مثال امرئ القیس کے اس شعر میں ہے جس میں کلمہ لا کو حذف کیا گیا ہے۔

فقلت یمین الله ابرح قاعدا ولا قطعوا راسی لدیك واوصالی

(پھر میں نے کہا بخدا میں تیرے پاس برابر بیٹھا رہوں گا چاہے تو وہ لوگ میرے سر اور ایک ایک عضو کو جدا جدا کر دیں) اور جملے کو حذف کرنے کی مثال جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان وان یکذبوك فقد کذب رسل من قبلك (اور اگر یہ لوگ آپ کو

جھٹلائیں تو آپ سے پہلے بھی بہت سے رسول جھٹلائے جاچکے ہیں) یعنی آپ صبر کریں اور غم نہ کریں اور ایک جملے سے زیادہ کے حذف کرنے کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے فارسلون یوسف ایها الصدیق (یعنی مجھے یوسف کے پاس بھیجو کہ میں ان سے خواب کی تعبیر معلوم کروں تب انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ ان کے پاس آیا اور آپ سے کہا اے یوسف الخ)

اطناب کی اقسام کا بیان

اطناب کی اقسام کا بیان

الاطناب یکون بامور کثیرة .(منها) ذکر الخاص بعد العام نحو اجتهد وافی درد سکم واللغة العربیة وفائدته التنبیه علی فضل الخاص کانه لرفعته جنس آخر مغائر لما قبله .

(ومنها) ذکر العام بعد الخاص کقوله تعالیٰ (رب اغفرلی ولدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وللمؤمنین والمؤمنات) .

(منها) الایضاح بعد الابهام نحو (امدکم بما تعلمون امدکم بانعام وبنین)

(ومنها) التوشیع وهو ان یؤتی فی آخر الکلام بمثنی مفسر باثنین کقوله امسی واصبح من تذکارکم وصبا . یرثی لی المشفقان الاهل والولد

(ومنها) التکریر لغرض کطول الفصل فی قوله .

وان امرأ دامت مراثیق عهده

علی مثل هذا انه لکریم

وکزیادة الترغیب فی العفو فی قوله تعالیٰ (ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم فاحذروهم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان الله غفور رحیم)

وکتاکید الانذار فی قوله تعالیٰ (کلاسوف تعلمون ثم کلاسوف تعلمون)

ترجمہ

اطناب کئی چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔

ذکر خاص بعد العام: جس طرح کہ اجتهدوا فی دروسکم (اپنے اسباق اور عربی زبان میں محنت کرو) اور اس کا فائدہ خاص کی فضیلت کو اجاگر کرنا ہے گویا کہ اس کی رفعت اور بلندی کی وجہ سے یہ دوسری جنس ہوگئی ہے جو اپنے ماقبل سے مختلف ہے۔

ایضاح بعد الابہام: جس طرح کہ امدکم بما تعلمون امدکم بانعام وبنین (اس نے تمہاری امداد کی ایسی چیزوں کے ذریعے جوم جانتے ہوامداد کی تمہاری چوپایوں اور بیٹوں سے)

توشیع: اور وہ یہ ہے کہ کلام کے آخر میں تثنیہ کو لایا جائے جس کی دو چیزوں کے ذریعے تفسیر ووضاحت کی جائے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

امسی واصبح من تذکارکم وصبا　　　　یرثی لی المشفقان الا هل والولد

(میں صبح اور شام کرتا ہوں تمہاری اس قدر یاد اور محبت میں کہ میرے دو بہی خواہ یعنی بیوی اور بچے مجھ پر رحم کھاتے ہیں)

تکریر: کسی چیز کو کسی غرض کے لیے مکرر لانا: مثلاً طول فصل کی غرض سے جس طرح کہ شاعر کا قول۔

وان امرءا دامت مواثیق عهده　　　　علی مثل هذا انه لکریم

(بلاشبہ وہ انسان جو اس آدمی کی طرح اپنے عہد وپیمان پر قائم ہو بے شک وہ البتہ کریم وشریف ہے)

اور معافی کی ترغیب میں زیادتی کی غرض سے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ان من ازواجکم واولادکم عدوالکم فاحذروهم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان الله غفوررحیم (تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے (دین کے) دشمن ہیں سو ان سے بچتے رہو اور اگر معاف کر دو اور درگزر کرو اور بخشو تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے) اور تاکید انذار کی غرض سے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون (یقیناً بہت جلد تم جان لوگے پھر عنقریب تم جان لو گے)

اعتراض کا بیان

(ومنها) الاعتراض وهو توسط لفظ بین اجزاء جملة اوبین جملتین مرتبطتین معنی لغرض نحو۔

ان الثمانین وبلغتها　　　　قد احوجت سمعی الی ترجمان

ونحو قوله تعالیٰ (ویجعلون لله البنات سبحانه ولهم مایشتهون)

(ومنها) الایغال وهو ختم الکلام بما یفید غرضا یتم المعنی بدونه کالمبالغة فی قول الخنساء۔

وان صخرالتأتم الهداة به　　　　کانه علم فی راسه نار

(ومنها) التذییل وهو تعقیب الجملة باخری تشتمل علی معناها تاکیدالها وهو اما ان یکون جاریا مجری المثل لاستقلال معناه واستغنائه عما قبله کقوله تعالیٰ (جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا)

واما ان یکون غیر جار مجری المثل لعدم استغنائه عما قبله کقوله تعالیٰ (ذلك جزیناهم بما

کفروا وهل بخازى الا الكفور)

(ومنها) الاحتراس وهوان يؤتى فى كلام يوهم خلاف المقصود بمايدفعه نحو۔

نسقى ديارك غير مفسدها صوب الربيع وديمة تهمى

(ومنها) التكميل وهوان يؤتى بفضلة تزيد المعنى حسنا نحو (ويطعمون الطعام على حبه) اى مع حبه وذلك ابلغ فى الكرم ۔

ترجمہ

اعتراض: وہ ایک جملے کے اجزاء یا معنی کے اعتبار سے مربوط دو جملوں کے درمیان کسی لفظ کا کسی غرض سے داخل وحائل ہونا ہے جس طرح کہ ان الثمانين وبلغتها قداحوجت سمعى الى ترجمان (بے شک اسی سالہ عمر نے اللہ تجھے بھی وہاں تک پہنچائے میرے کان کوایک ترجمان کے رکھنے پر مجبور کردیا)

اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ويجعلون لله البنات سبحانه ولهم ما يشتهون (اور اللہ کے لیے بیٹیاں ٹھہراتے ہیں وہ اس سے پاک ہے اور اپنے لیے جو دل چاہتا ہے)

صنعتِ اعتراض کا بیان

اس کو حشو بھی کہتے ہیں۔ یعنی کلام میں ایسا لفظ لائیں کہ اگر اس کو نکال دیا جائے تو بھی معنی نکلتے ہوں۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ ملیح۔ متوسط۔ قبیح

حشوِ ملیح کا بیان

اگر کوئی زائد لفظ زینت کلام کے لیے لایا جائے تو اس کو ملیح کہیں گے۔ جیسے غالب

جو عقدہ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو تو وا کرے اس عقدہ کو سو بھی باشارت

یہاں "سو بھی باشارت" برائے زینت کلام ہے۔

حشوِ متوسط کا بیان

یہ وہ زائد لفظ ہوتا ہے کہ اس کے رکھنے سے زینت کلام ہو اور نہ خلاف فصاحت کوئی بات پیدا ہو۔ اسی نہ رکھنے میں کوئی امر مانع یا مخل نہ ہو جیسے

تو ہے بحر بیکراں میں تشنہ وتفسیدہ لب اے جہاں جود وہمت پیاس کو میری بجھا

یہاں لفظ "ہمت" حشو متوسط ہے۔

حشو قبیح کا بیان

اس زائد لفظ کو کہتے ہیں جو مخل فصاحت ہو جیسے

روئے آنسوا سقدر ہم ہجر میں　　　　اشک کے طوفاں سے دریا بہہ گیا

مصرعہ اول میں آنسو کا لفظ مخل فصاحت ہے کیونکہ یہاں رونا ہی کافی ہے۔

ایغال: وہ کلام کو ایسے لفظ پر ختم کرنا ہے جو ایسی غرض کا فائدہ دے کہ اس کے بغیر بھی معنی پورا ہو جاتا ہو جس طرح کہ خنساء شاعرہ کے اس قول میں غرض مبالغہ کا فائدہ ہوا ہے

وان صخرا لتاتم الهداة به　　　　كانه علم في راسه ناز

(بے شک صخر (نامی میرے بھائی) کی پیروی کرتے ہیں رہبر لوگ بھی گویا کہ وہ ایک پہاڑ ہے جس کی چوٹی پر آگ جل رہی ہو)

تذییل: یہ ہے کہ ایک جملے کو کسی ایک کے بعد لایا جائے جو پہلے کے معنی پر مشتمل ہو اس کو پختہ کرنے کے لیے، اور یہ (دوسرا) جملہ یا تو مثل اور کہاوت کے قائم مقام ہو اس کے مستقل بالمعنی اور اپنے ماسبق سے مستغنی ہونے کی وجہ سے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان جاء الحق و ذهق الباطل ان الباطل كان ذهوقا (حق آگیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل تو مٹنے والا ہے) اور یا تو اپنے ماقبل سے مستغنی نہ ہونے کی وجہ سے کہاوت کے قائم مقام نہ ہو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ذلك جذيناهم بما كفروا وهل نجاذي الا الكفور (یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو اس پر کہ ناشکری کی اور ہم یہ بدلہ اسی کو دیتے ہیں جو ناشکر ہو)

احتراس: یہ ہے کہ کسی ایسے کلام میں جو خلاف مقصود کا وہم پیدا کر رہا ہو ایک ایسی قید لائی جائے جو اس (وہم) کو دور کر دے جس طرح کہ

فسقى ديارك غير مفسدها　　　　صوب الربيع و ديمة تهمى

(اللہ تیری بستی کو موسم بہار کی مسلسل دھیمی برسنے والی بارش سے سیراب کر دے اس حال میں کہ وہ اسے نقصان پہنچانے والی نہ ہو)

تکمیل: یہ ہی کہ ایک ایسے فضلہ (یعنی منصوبات میں سے کسی ایک) کو لایا جائے) جو معنی کے حسن کو بڑھائے جس طرح کہ ويطعمون الطعام على حبه (وہ اپنا کھانا خود محتاج ہونے کے باوجود دوسرے محتاج یتیم اوت قیدی کو کھلاتے ہیں) اور اس طرح خلوص نیت سے کھانا کھلانا کامل فیاضی ہے۔

الخاتمة

(في اخراج الكلام على خلاف مقتضى الظاهر)

ايراد الكلام على حسب ماتقدم من القواعد يسمى اخراج الكلام على مقتضے الظاهر ۔ وقد تقتضى الاحوال العدول عن مقتضى الظاهر ۔ ويورد الكلام على خلافه في انواع مخصوصة ۔

(منها) تنزيل العالم بفائدة الخبر اولازمها ۔

منزلة الجاهل بهالعدم جريه على مرجب علمه فيلقے اليه الخبر كما يلقى الى الجاهل ۔

كقولك لمن يوذى اباه هذا ابوك

(ومنها تنزيل غير المنكر منزلة المنكر اذالاح عليه شيء من علامات الانكار فيؤكد له نحو ۔

جاء شقيق عارضارمحه ان بنى عمك فيهم رماح

و كقولك للسائل المستبعد حصول الفرج ان الفرج لقريب ۔

وتنزيل المنكر او الشاك منزلة الخالي اذا كان معه من الشواهدما اذا تأمله زال انكاره اوشكه ۔

كقولك لمن نكير منفعة الطب اويشك فيها الطب نافع ۔

ترجمہ

ظاہر کے تقاضے کے برخلاف کلام کرنا سابق میں گزرے ہوئے قواعد کے مطابق کلام کرنے کواخراج الکلام علی مقتضی الظاہر کہتے ہیں اور کبھی احوال تقاضا کرتے ہیں ظاہر کے تقاضے سے عدول واعراض کرنے کا، اوراس کے برخلاف کلام چند مخصوص انواع اور صورتوں میں لایا جاتا ہے۔

(۱) کبھی فائدۃ الخبر یالازم فائدۃ الخبر کے عالم اور جاننے والے کو نہ جاننے والے اور جاہل کے درجے میں اتار دیا جاتا ہے کیوں کہ وہ اپنے علم کے تقاضے پر عمل نہیں کر رہا ہوتا پس اس کے لیے ایسی خبر لائی جاتی ہے جو جاہل اور انجان کے لیے لائی جاتی ہے جیسا کہ تیرا اس شخص کو جو اپنے باپ کو ستا رہا ہو یوں کہنا هذا ابوك یہ تیرا باپ ہے۔

(۲) غیر منکر کو منکر کے درجے میں اتار دینا جب کہ اس پر انکار کی کوئی علامت پائی جائے پھر اس خبر کو موکد و پختہ کر دیا جائے جس طرح کہ

جاء شقیق عارضا رمحہ ان بنی عمك فیھم رماح

(شقیق نامی شخص اس حال میں کہ وہ سوار تھا اپنے نیزے کو ران پر جانب عرض میں رکھ کر آیا تب میں نے اس سے کہا کہ بلاشبہ تیرے چچازاد بھائیوں کے پاس نیزے ہیں)

اور جس طرح کہ تیرا آسانی اور کشادگی کو مستبعد سمجھنے والے سائل کو یہ کہنا کہ ان الفرج لقریب (بلاشبہ کشادگی البتہ قریب ہے)

(۳) منکر یا متردد کو خالی الذھن کے رتبے میں اتارنا جب کہ اس کے پاس اس قدر شواہد اور دلائل ہوں کی اگر وہ ذرا بھی غور وفکر کرے تو اس کا انکار یا شک دور ہو جائے جس طرح کی طب وحکمت کی منفعت کا انکار یا شک کرنے والے کو تو یوں کہے الطب نافع (طب نفع بخش ہے)

(۴) کسی غرض کے لیے مضارع کی جگہ ماضی کا استعمال کرنا مثلاً کسی چیز کے حصول کے یقینی ہونے پر خبردار کرنے کے لیے اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ (اللہ کا حکم آپہنچا سو اس کی جلدی مت کرو) یا نیک فالی کے لیے جس طرح کہ ان شفاك اللہ الیوم تذھب معی غدا (اگر اللہ نے تجھے شفا دے دی تو کل میرے ساتھ جائے گا)

ماضی کو مضارع کی جگہ لانے کا بیان

(ومنھا) وضع الماضی موضع المضارع لغرض کالتنبیہ علی تحقق الحول نحو (اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ) اولتفاؤل نحو (ان شفاك اللہ الیوم تذھب معی غدا .

وعکسہ ای وضع المضارع موضع الماضی لغرض . کاستحضار الصورۃ الغریبۃ فی الخیال کقولہ تعالٰی .

(وھو الذی ارسل الریاح فتثیر سحابا) ای فاثارت . وافادۃ الاستمرار فی الاوقات الماضیۃ نحو (لویطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم) ای لواستم علی اطاعتکم .

(ومنھا) وضع الخبر موضوع الانشاء لغرض کالتفاؤل نحوھداك اللہ لصالح الاعمال . واظھار الرغبۃ نحو رزقنی اللہ لقاء ك) والاحتراز عن صورۃ الامر تادبا . کقولك ینظر مولای فی امری . وعکسہ ای وضع الانشاء موضع الخبر لغرض کاظھار العنایۃ بالشیء نحو (قل امر ربی بالقسط واقیموا وجوھم عند کل مسجد . لم یقل واقامۃ وجوھکم عنایۃ بامر الصلوۃ . والتحاشی عن موازاۃ اللاحق بالسابق . نحو (قال انی اشھد اللہ واشھدوا انی بریٔ مما تشرکون) لم یقل واشھدکم تحاشیا عن موازۃ شھادتھم بشھادۃ اللہ .

والتسوية نحو (انفقوا طوعا او كرها لن يتقبل منكم .

(منها) الاضمار في مقام الاظهار لغرض . كادعاء ان مرجع الضمير دائم الحضور في الذهن كقول الشاعر ـ

ابت الوصال مخافة الرقباء   واتتك تحت مدارع الظلما

الفاعل ضمير لم يتقدم له مرجع . فمقتضى الظاهر الاظهار وتمكين مابعد الضمير في نفس اسامع لتشوقه اليه والا نحو هي النفس ماحملتها تحمل هو الله احد . نعم تلميذ المودب

وعكسه اى الاظهار في مقام الاضمار لغرض . كتقوية داعي المتثال . كقواك لعبدك . سيدك يامرك بكذا .

ترجمہ

(۵) کسی غرض کے لیے ماضی کی جگہ مضارع کو رکھنا مثلاً خیال میں عجیب وغریب صورت کو حاضر کرنا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان هو الذی ارسل الرياح فتثير سحابا (اور اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے چلائیں ہوائیں پھر وہ اٹھاتی ہیں بادلوں کو) اور اوقات ماضیہ میں استمرار کا فائدہ دینے کے لیے جس طرح کہ لو يطيعكم في كثير من الامر لعنتم (اگر وہ رسول بہت کاموں میں تمہاری بات مان لیا کرتا تو تم مشکل میں پڑ جاتے)

(۶) کسی غرض سے انشاء کی جگہ خبر کو لانا مثلاً تفاؤل کی غرض سے جس طرح کہ هداك الله لصالح الاعمال (اللہ تجھے نیک کاموں کی توفیق دے) اور اظہار رغبت کے لیے جس طرح کہ رزقنی الله لقاء ك (اللہ میری آپ سے ملاقات کرائے) اور ادباً امر وحکم کی صورت سے احتراز کرنے کے لیے جس طرح کہ غلام اپنے آقا سے یوں کہے ينظر مولای فی امری (میرے آقا میرے معاملے میں غور فرمائیں گے)

(۷) کسی غرض سے خبر کی جگہ انشاء کو لانا مثلاً کسی چیز کی اہمیت ظاہر کرنے کے لیے جس طرح کہ قل امر ربی بالقسط واقيموا وجوهكم عند كل مسجد (آپ کہہ دیجیے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ ہر نماز کے وقت اپنے رخ کو سیدھا کرو) واقامة وجوهكم نہیں فرمایا نماز کے حکم کی اہمیت جتانے کے لیے اور لاحق کو سابق کے ساتھ برابر کرنے سے دور بھاگنے کے لیے جس طرح کہ قال انی اشهد الله واشهدوا انی بری مما تشركون (ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ میں گواہ بناتا ہوں اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو) واشهدكم نہیں فرمایا کافروں کی شہادت کو اللہ کی گواہی کے برابر ومساوی قرار دینے سے دور رہنے کی غرض سے اور برابری بتانے کے لیے جس طرح کہ انفقوا طوعا او كرها لن يتقبل منكم (مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا)

(۸) کسی غرض سے اسم ظاہر کے استعمال کی جگہ اسم ضمیر کو لانا مثلاً یہ دعویٰ کرنے کے لیے کہ ضمیر کا مرجع تو ذہن میں ہمیشہ موجود وحاضر رہتا ہے جس طرح کہ شاعر کا قول۔

ابت الوصال مخافة الرقباء　　　واتتك تحت مدارع الظلماء

(رقیبوں کے خوف سے محبوبہ نے ملنے سے انکار کردیا اور تیرے پاس آئی تاریکی کی چادروں میں)

ابت اور اور اتت کا فاعل ایک ضمیر ہے جس کا مرجع سابق میں نہیں گزرا ہے لہٰذا ظاہر کا تقاضا تو اسم ظاہر کے استعمال کا تھا اور ضمیر کے مابعد کو ذہن سامع میں اس طرح بیٹھانے کے لیے کہ لا لا ہی مابعد کی طرف راغب ومشتاق کردے جس طرح کہ ھی النفس ما حملتها تتحمل (وہ نفس ہے جتنا تو اس پر لادے گا اٹھالے گا) اور ھو الله احد (وہ اللہ ایک ہے) نعم تلميذا المودب (کیا ہی اچھا ہے باادب طالب علم)

(۹) کسی غرض سے ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کا استعمال کرنا مثلاً انقیاد وامتثال کے حکم کے سبب کو قوی بنانا جس طرح کہ تیرا اپنے غلام کو یوں کہنا سيدك يامرك بكذا (تیرا آقا تجھے یہ حکم دے رہا ہے)

التفات ودیگر اقسام کا بیان

(ومنها) الالتفات وهو نقل الكلام من حالة التكلم او الخطاب او الغيبة الى حالة اخرى من ذلك .

فالنقل من التكلم الى الخطاب نحو (ومالى لا اعبد الذى فطرنى واليه ترجعون) اى ارجع . ومن التكلم الى الغيبة نحو (انا اعطينك الكوثر فصل لربك) ومن الخطاب الى التكلم كقول الشاعر .

اتطلب وصل ربات الجمال　　　وقد سقط المشيب على قذالى

(ومنها) تجاهل العارف وهو سوق المعلوم مساق غيره لغرض .

كالتوبيخ . نحو .

ايا شجر الخابور مالك مورقا　　　كانك لم تجزع على ابن طريف

ترجمہ

(۱۰) التفات: اور وہ کلام کو تکلم یا خطاب یا غیبوبت کی حالت سے ان ہی میں سے کسی ایک کی جانب پھیرنا ہے۔ تکلم سے خطاب کی طرف انتقال والتفات کی مثال یہ ہے ومالى لا اعبد الذى فطرنى واليه ترجعون (اور مجھ کو کیا ہوا کہ میں بندگی نہ کروں اس کی جس نے مجھ کو بنایا اور اسی کی طرف سب پھر جاؤ گے) یعنی اسی کی طرف لوٹوں گا۔

اور تکلم سے خطاب کی طرف التفات کی مثال یہ ہے انا اعطینٰک الکوثر فصل لربک (بے شک ہم نے آپ کو کوثر عطاء کیا سو اپنے رب کے آگے نماز پڑھیے) اور خطاب سے تکلم کی طرف التفات کی مثال یہ ہے۔

اتطلب وصل ربات الجمال وقد سقط المشیب علی قذالی

(اے میرے نفس کیا تو حسین وجمیل عورتوں کی جانب راغب ہے حالانکہ سفیدی میری گدی پر اتر چکی ہے)

(۱۱) تجاہل عارف اور وہ کسی غرض کے لیے جانی ہوئی بات کو نہ جانی ہوئی کی جگہ لانا مثلاً زجر وتوبیخ کے لیے جس طرح کہ

ایا شجر الخابور مالک مورقا کانک لم تجزع علی ابن طریف

(اے خابور نامی درخت تو کیوں پتہ دار اور ہرا بھرا ہو رہا ہے گویا کہ تو نے میرے مقتول بھائی ابن طریف پر ماتم نہیں کیا)

شرح

صنعت تجاہل عارف۔ کسی معلوم حقیقت کو اس انداز سے بیان کریں کہ ناواقفیت ظاہر ہو جیسے

ہے زلف یا دھواں ہے، یہ شمع جمال کا اعجاز حسن وناز سے اونچا نہ ہو سکا

اسلوب حکیم کا بیان

(ومنها) اسلوب الحکیم وھو تلقی المخاطب بغیر مایترقبه او السائل بغیر مایطلبه تنبیها علی انه الاولی بالقصد ۔

فالاول یکون بحمل الکلام علی خلاف مراد قائله کقول القبعثری للحجاج (وقد توعده بقوله لا حملنك علی الادهم)

مثل الامیر یحمل علی الادهم والاشهب فقال له الحجاج اردت الحدید فقال القبعثری لان یکون حدیدا خیر من ان یکون بلیدا اراد الحجاج بالادهم القید ۔ وبالحدید المعدن المخصوص وحملهما القبعثری علی الفرس الادهم الذی لیس بلیدا ۔

ترجمہ

(۱۲) اسلوب حکیم: اور وہ مخاطب کو ایسا جواب دینا ہے جس کا وہ انتظار نہ کرتا ہو یا سائل کو ایسا جواب دینا ہے جو اس نے نہیں پوچھا ہے، اس بات پر آگاہ کرنے کے لیے کہ اسی کا قصد وارادہ کرنا زیادہ مناسب ہے سو پہلی قسم کلام کو قائل کی مراد کے خلاف پر محمول کرنے سے حاصل ہوتی ہے جس طرح کہ قبعثری کا قول حجاج کے اس قول کے جواب میں جو اسے دھمکی کے طور پر کہا گیا لا حملنك علی الا دھم (میں تجھے ضرور بالضرور سولی پر چڑھاؤں گا) مثل الامیر یحمل علی الادھم والا شھب (بادشاہ جس طرح ہی لوگ (سیاہ اور سفید) گھوڑوں پر سوار کرتے ہیں تو حجاج نے کہا میری مراد تو حدید ہے تو قبعثری نے کہا حدید تو

بہتر ہے کند ذہن کے مقابلے میں اس مقالے میں حجاج نے لفظ ادھم سے سولی اور حدید سے معدنی لوہا مراد لیا جبکہ ان دونوں لفظوں سے قبعثری نے ایسا چتکبرا گھوڑا مراد لیا جو کمزور ہمت اور کمزور دوڑ والا نہ ہو۔

شرح

اسلوب عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں طور، طریقہ، طرز۔ اسلوب تذکروں کی اصطلاح ہے۔ مجموعہ نغز، گلشن گفتار اور خوش معرکہ زیبا وغیرہ میں اس اصطلاح کو استعمال کیا گیا ہے۔ مرزا غلام حیدر کے ذکر میں سعادت علی ناصر لکھتے ہیں:

شاعر خوب، سخن ور، خوش اسلوب، مرزا غلام حیدر تخلص مجذوب۔

(خوش معرکہ زیبا: سعادت علی ناصر)

بیسویں صدی کے نصف دوم میں اسلوب کی اصطلاح مغربی تحقیق وتنقید کی روشنی میں باقاعدگی کے ساتھ استعمال کی گئی اور فن پاروں کے اسلوب کا سائنسی طور پر مطالعہ کیا گیا۔

اصطلاح میں کسی شاعر یا عہد کی منفرد و خاص طرز ادا کو اسلوب کہتے ہیں جس کے سبب اس کی شناخت ہجوم کے درمیان بھی کی جا سکتی ہے۔ اسلوب، طرز ادا اور طرز فکر دونوں سے تشکیل پاتا ہے اور شاعر کی شخصیت یا کسی عہد کے مجموعی تشخص کا اظہار ہوتا ہے، جس میں کسی عہد یا شاعر کے علم، مزاج، کردار، تجربہ ومشاہدہ وغیرہ تمام امور شامل ہوتے ہیں۔ پروفیسر نصیر احمد خاں اسلوب کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اسلوب انگریزی لفظ اسٹائل کے مترادف ہے جس سے مراد ایک ایسی طرز تحریر ہے جو ہر اعتبار سے منفرد ہو جو ادیب یا شاعر کی شخصیت کی مظہر ہو جو خارجی لسانی پہلوؤں کے علاوہ فن کار کے انداز بیان، انداز فکر اور انداز تخلیق کی نمائندگی کرے۔

(ادبی اسلوبیات: نصیر احمد خاں)

بلاک ہل کے مطابق:

زبان کے ان ذرائع اور وسیلوں کا انفرادی اور تخلیقی استعمال جس کی مدد سے لکھنے والے کو اس کی صنف، اس کی بولی، اس کا وقت اور مقصد مہیا ہوتا ہے، اسلوب کہلاتا ہے۔ (مشمولہ اسلوب اور اسلوبیات: اقتدار حسین خاں)

اس لحاظ سے مصنف کی خاص طرز ادا کے تعین میں چار چیزیں ملحوظ خاطر ہوتی ہیں () فن پارے کی صنف () فن پارے کی زبان () فن پارے کا عہد () فن پارے کا مقصد۔

(۱) فن پارے کی صنف: یعنی وہ غزل ہے مرثیہ ہے یا قصیدہ وغیرہ ہے۔ ہر ہیئت کی ایک خاص زبان اور انداز بیان ہوتا ہے جو اسلوب کی تشکیل میں معاون ہوتا ہے لیکن فقط ہیئتی طرز اسلوب نہیں ہوتی۔

(۲) فن پارے کی زبان: یعنی عمومی زبان سے علیحدہ مصنف کے ذریعے استعمال کی گئی زبان، الفاظ کا آہنگ، جملوں کی ساخت، بحر، روانی وغیرہ جن میں شاعر کی پسند و ناپسند کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ یہ اسلوب کا سب سے قوی عنصر ہے۔

(۳) فن پارے کا عہد: یعنی فن پارہ کس زمانے میں تخلیق ہوا، اس زمانے کی ادبی صورت حال نیز شاعر کا گرد و پیش کا ادبی ماحول۔ ان امور کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فن پارے کی تخلیق کے وقت فکر و خیال اور زبان کا عمومی رویہ کیا تھا شاعر نے اپنی شخصیت کے اعتبار سے کن چیزوں کو قبول کیا اور کن چیزوں سے اجتناب کیا۔ اس ذیل میں مصنف کا ذہنی پس منظر، تعلیم وغیرہ تمام امور شامل ہوتے ہیں۔

(۴) فن پارے کا مقصد: یعنی فن پارے کا موضوع کیا ہے، اس کی ضروریات کیا ہیں، وہ کیوں تخلیق کیا گیا ہے؟ اور کن لوگوں کے لیے تخلیق کیا گیا ہے۔ کسی شاعر و ادیب کے اسلوب کی دو نوعتیں ہوتی ہیں۔ (۱) کلی (۲) جزوی۔

کلی اسلوب سے مراد شاعر کے ذریعے استعمال کی گئیں تمام اصناف سخن کے مطالعے کے نتیجے میں ابھرنے والی مجموعی طرز ادا اور اس کی انفرادیت ہے۔

جزوی اسلوب اصناف کے انفرادی مطالعے کی صورت میں ابھرنے والا اسلوب ہے۔ جزوی اسلوب کی وجہ سے ایک شاعر و ادیب مختلف اسالیب کا حامل نظر آتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شاعر و ادیب کسی خاص صنف میں صاحب اسلوب ہو، دوسری صنف میں نہ ہو۔ اس کے علاوہ کبھی کبھی ایک صنف میں بھی ایک مصنف مختلف النوع اسالیب کا حامل نظر آتا ہے۔

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں — تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں (سودا)

شہر خوباں کو خوب دیکھا میر — جنس دل کا کہیں رواج نہیں (میر)

آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست — ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا

اپنی جگہ ہر چیز سلیقے سے رکھی ہے — دل کیسے یقین کرلے وہ گھر چھوڑ گیا ہے (حسان آفندی)

مذکورہ بالا اشعار میں سودا کا مجموعی اسلوب استعارہ بندی ہے۔ میر کا اسلوب معنی آفریں ہے۔ غالب کا اسلوب معنی آفریں نازک خیالی اور حسان آفندی کا اسلوب علامتی استعاراتی ہے۔

بعض دیگر اقسام کا بیان

والثانی . یکون بتنزیل السوال منزلة سوال اٰخر مناسب لحالة السائل کمافی قوله تعالیٰ (یسألونك عن الاهلة قل هی مواقیت للناس والحج) سئل بعض الصحابة النبی صلی الله علیه وسلم مابال الهلال یبدو دقیقا ثم یتزاید حتی یصیر بدرا ثم یتناقص حتی یعود کمابدء .

فجاء الجواب عن الحكمة المترتبة على ذلك لانها اهم للسائل فنزل سوالهم عن سبب الاختلاف منزلة السوال عن حكمته ـ

اور دوسری قسم تلقي السائل بغير ما يطلبه حاصل ہوتی ہے مخاطب کے سوال کو اس کے مناسب حال دوسرے سوال کے درجے میں اتار دینے سے، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان يسئلونك عن الاهلة قل هي مواقيت للناس والحج (آپ سے سوال کرتے ہیں نئے چاند کا تو آپ کہہ دیجیے یہ اوقات مقررہ ہیں لوگوں اور حج کے واسطے) بعض صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ پہلے چاند باریک نکلتا ہے پھر بڑھتا جاتا ہے تا آنکہ چودھویں رات کو مکمل ہو جاتا ہے پھر اسی طرح گھٹتا جاتا ہے تا آنکہ وہ پہلے کی طرح باریک ہو جاتا ہے پس جواب اس حکمت کے بارے میں آیا جس پر چاند کا اختلاف مرتب ہوتا ہے۔ کیوں کہ یہی زیادہ اہم ہے سائل کے لیے سو آپ ﷺ نے ان کے سبب اختلاف کے سوال کو اس کی حکمت سے متعلق سوال کے درجے میں اتار دیا۔

تغلیب کو لانے کا بیان

(ومنها) التغليب وهو ترجيح احد الشيئين على الأخر في اطلاق لفظه عليه كتغليب المذكر على المؤنث في قوله تعالى (وكانت من القانتين) ومنه الابوان للاب والأم ـ وكتغليب المذكر والاخف على غيرهما نحو القمرين اى الشمس والقمر ـ والعمرين اى ابى بكر و عمر ـ والمخاطب على غيره نحو (لنخرجنك ياشعيب والذين آمنوا معك من قريتنا او لتعودن في ملتنا) ادخل شعيب بحكم التغليب في لتعودن في ملتنا) مع انه لم يكن فيهاقط حتى يعود اليها ـ وكتغليب العاقل على غيره ـ كقوله تعالى ـ الحمد لله رب العالمين ـ

(۱۳) تغلیب: وہ ایک شی کو دوسری پر ترجیح دینا ہے اس کا اس پر اطلاق کرتے ہوئے جس طرح کہ مذکر کو مؤنث پر غالب کرنا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں وكانت من القانتين (اور وہ بندگی کرنے والوں میں تھی) اور تغلیب ہی میں سے ابوان بھی ہے جو ماں اور باپ کو کہا جاتا ہے اور جس طرح کہ مذکر کو مونث پر اور اخف کو غیر اخف پر ترجیح دی جاتی ہے مثلاً القمرین چاند سورج اور عمرین ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ اور جس طرح کہ مخاطب کو غیر مخاطب پر غالب کر دیا جاتا ہے مثلاً لنخرجنك يا شعيب والذين آمنوا معك من قريتنا او لتعودن في ملتنا (اے شعیب تجھ کو اور ان کو جو کہ ایمان لائے تیرے ساتھ ہم نکال دیں گے اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں) حضرت شعیب علیہ السلام کو تغلیب کے قاعدے سے لتعودن في ملتنا میں داخل کیا گیا باوجودیکہ آپ کبھی بھی اس مذہب میں نہ تھے جس کی طرف لوٹ آنے کا سوال پیدا ہو اور جس طرح کہ عاقل کو غیر عاقل پر ترجیح دینا جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان الحمد لله رب العالمين میں۔

علم بیان کی تعریف

البیان علم یبحث فیہ عن الشبیہ والمجاز والکتاب،

علم بیان سے مراد ایک ہی مضمون کو بیان کرنے کے لیے کس طرح نئے نئے پیرائے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ یہ پیرائے چار قسم کے ہوسکتے ہیں۔ تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ ان پیرایوں کے استعمال سے کلام میں ایک سے زیادہ معنی پیدا کیے جاسکتے ہیں اور کسی ایک معنی کو مختلف پیرایوں میں بھی ادا کیا جاسکتا ہے۔ علم بدیع میں اس بات پر غور کیا جاتا ہے کہ الفاظ کے معنی اور صوری حُسن اور ان کے طریقے کیا ہیں جس کے ذریعہ کلام کی معنوی اور ظاہری خوبصورتی میں اضافہ ہوجائے یعنی بدیع معنی کی وہ خوبی قرار پاتا ہے جو بیان کے ذریعے پیدا ہوتی ہے اس کے ساتھ وہ کون سی خوبیاں ہیں اور انھیں کس طرح پیدا کیا جائے اور پرکھا جائے، ان کو صنائع معنوی کہا جاتا ہے۔ علم بدیع میں دوسری چیز یہ ہے کہ کلام کی ان خوبیوں کا مطالعہ کیا جائے جو کلام میں معنوی اضافہ اس قدر نہیں کر تیں، جس قدر کہ ضائع معنوی کے ذریعہ کلام میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور جس سے الفاظ میں جدت، تازگی اور ندرت پیدا ہو جاتی ہے۔ یعنی لفظی خوبی کو ضائع لفظی کہتے ہیں۔

تشبیہ کی تعریف

التشبیہ الحاق امر بامر فی وصف باداۃ لغرض .والامر الاول یسمی المشبہ والثانی المشبہ والوصف وجہ الشبہ والاداۃ الکاف اونحوھا نحو العلم کالنور فی الھدایۃ فالعلم مشبہ والنور مشبہ بہ والھدایۃ وجہ الشبہ والکاف اداۃ التشبیہ ویتعلق بالتشبیہ ثلاثۃ مباحث الاول فی ارکانہ والثانی فی اقسامہ والثالث فی الغرض منہ، .

ترجمہ

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ وصف میں کسی حرف کے ذریعے کسی غرض کے لئے ملانا تشبیہ ہے پہلی چیز کو مشبہ، دوسری کو مشبہ بہ، وصف کو وجہ شبہ اور جس حرف کے ذریعے تشبیہ دیتے ہیں اسے اداۃ التشبیہ کہتے ہیں مثلاً

العلم کاالنور فی الھدایۃ

علم ہدایت میں نور کی طرح ہے یہاں علم مشبہ، نور مشبہ بہ، الھدایۃ وجہ شبہ اور کاف حرف تشبیہ ہے

علم بیان

علم بیان اس علم کو کہتے ہیں جس میں تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

(۱) تشبیہ (۲) مجاز (۳) کنایہ

تشبیہ کی تعریف

تشبیہ لفظ شبہ سے بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی مثال دینے یا کسی دو چیزوں کے درمیان مشابہت ظاہر کرنا ہے، جس سے کہنے والے کا مقصد پوری طرح واضح ہو جائے۔ یہ مشابہت کسی لفظ کے ذریعہ ظاہر کی جاتی ہے یعنی تشبیہ دو چیزوں کے مابین باہمی مشابہت کا نام ہے۔ علم بیان کا اصطلاح میں دو مختلف چیزوں کو بعض مشترک خصوصیات کی بنا پر ان میں باہمی مماثلت قائم کرنا ہے۔ تشبیہ کے چار ارکان ہیں۔

۱۔ مشبہ، جس چیز کو کسی دوسری چیز کے مانند ٹھہرایا جائے اسے مشبہ کہتے ہیں۔

۲۔ مشبہ بہ، جس سے تشبیہ دی جائے اسے مشبہ بہ کہتے ہیں۔

۳۔ وجہ شبہ، جن مشترک عناصر کی وجہ سے ایک کو دوسرے سے تشبیہ دی جائے، اسے وجہ شبہ کہتے ہیں۔

۴۔ حرف تشبیہ، مشابہت قائم کرنے کے لیے جن حروف کا استعمال کیا جاتا ہے۔ انہیں حرف تشبیہ کہیں گے۔ مثلاً یہ حرف، جیسا، جیسے، مانند، مثل، سا، سی، برابر وغیرہ اس سلسلے میں میرؔ کا مشہور شعر دیکھئے۔

نازکی ان کے لب کی کیا کہئے
پنکھڑی ایک گلاب کی سی ہے

مندرجہ بالا شعر میں محبوب کے لبوں کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان دونوں میں جو صفت مشترک ہے وہ ہے لبوں کی نازکی خوبصورتی اور رنگین آمیزی، اس شعر میں محبوب کے لب ہوئے مشبہ اور گلاب کی پنکھڑی مشبہ بہ ہوئی اور نازکی وجہ تشبیہ ہوئی اور حرف سی حرف تشبیہ ہوا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ تشبیہ میں ہر جگہ وجہ تشبیہ اور حرف تشبیہ ضرور ہو۔ کئی بار ان دونوں ارکان کے بغیر بھی تشبیہ دے دی جاتی ہے۔ جیسے کسی بہادر کو شیر سے تشبیہ دیں تو کہا جائے گا کہ، وہ شیر ہے، یا وہ شیر کی طرح ہے، ان جملوں میں پہلے جملے میں حرف تشبیہ مذکور نہیں ہے لیکن دوسرے جملے میں شیر کی طرح میں طرح حرف تشبیہ ہے۔ اور یہ بات یاد رکھنے والی ہے کہ تشبیہ کے لیے کسی مقصد کا ہونا ضروری ہے اور یہ بھی لازمی ہے کہ وہ خصوصیت جس کی بنا پر تشبیہ دی جائے مشبہ کی بہ نسبت مشبہ بہ سے زیادہ اعلیٰ ہو۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسی برتری حقیقت میں ہو۔ البتہ اگر تشبیہ دینے والے کے خیال کے مطابق یہ برتری ہے تو کوئی حرج نہیں، لیکن ایسی مشابہت کے لیے کسی قسم کی دلیل موجود ہونی چاہئے۔ مثلاً یہ کہیں کہ، راشد شیر ہے، تو اس میں شیر برتر ہے۔ اس کے علاوہ اعلیٰ کو بھی ادنیٰ سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جیسے کہ خدا کے نور کو آفتاب سے تشبیہ دیں حالانکہ خدا اور اس کا نور جو سب سے اعلیٰ وارفع ہے اور خدا کے نور کے مقابلے میں آفتاب ادنیٰ تشبیہ ہے حالانکہ خدا کی ذات تشبیہ سے بالاتر ہے۔

[illegible]

[illegible]

حسی تشبیہ سے مراد ایسی تشبیہ ہے جس کا ادراک حواسِ خمسہ یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے سے [illegible]
[illegible] تشبیہ کی مثال غالب کا شعر

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا   بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں

بلبلوں کے چہچہانے کو شاعر غزل خوانی سے تشبیہ دے رہا ہے۔ دیکھنے والی تشبیہ کی مثال

یوں برچھیاں چمکیں چار طرف اس جناب کے   جیسے کرن نکلتی ہو گردِ آفتاب کے

تشبیہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے یعنی برچھیوں اور آفتاب کرنیں دیکھنے کی چیز ہے۔

تشبیہ عقلی: عقلی تشبیہ وہ ہے جس کا ادراک ظاہری حواس کے بجائے وجدان اور تخیل پر مبنی ہو مثلاً

شعلے سے نہ ہوتی ہوس شعلے نے جو کی   جی کس قدر افسردگی دل پہ جلا ہے

افسردگی دل اور جی کا جلنا دونوں عقلی ہیں یعنی عقل سے دل کی افسردگی اور جی کے جلنے کا ادراک ممکن ہے۔

مفرد تشبیہ: مفرد تشبیہ وہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرایا جائے مثلاً گل کو خوبصورت چہرے کے مماثل ٹھہرانا یا چہرے کی تابناکی کو آفتاب سے ظاہر کرنا مثلاً

جلوے خورشید کے سے ہوتے ہیں   نغمے ناہید کے سے ہوتے ہیں (مومنؔ)

مرکب تشبیہ: مرکب تشبیہ سے مراد وہ تشبیہ، جس میں چند اشعار کی ترکیب سے جو مجموعی شکل بنتی ہے، اسے کسی دوسری مجموعی شکل سے تشبیہ دینا مرکب تشبیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً

نفس کی آمد و شد ہے نمازِ اہلِ حیات   جو یہ قضا ہو تو اے غافلوں قضا سمجھو (ذوقؔ)

سانس کی رفتار کو نماز کی مجموعی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح نماز میں قیام پھر رکوع و سجود کے لیے اوپر اٹھنا اور کبھی نیچے جھکنا ہوتا ہے اسی طرح سانسوں کے زیر و بم میں جو زندگی کی علامت سمجھے جاتے ہیں اس کے علاوہ تشبیہ کی دو اور قسمیں ہیں یعنی قریب و بعید۔

تشبیہ قریب: جو تشبیہ جلدی سمجھ میں آجائے اور مشبہ کا تعلق مشبہ بہ سے بہت واضح ہو وہ تشبیہ قریب کہلاتی ہے مثلاً

وقتِ پیری شباب کی باتیں   ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

علم بلاغت میں تشبیہ قریب کا شعر معمولی اور کمتر مانا جاتا ہے۔

تشبیہ بعید: جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ کو سمجھنے میں غور و فکر کی ضرورت ہو اسے تشبیہ بعید یا تشبیہ غریب کہتے ہیں اور اگر تشبیہ میں وجہ تشبیہ کئی تراکیب سے مل کر بنے تو وہ تشبیہ نہ صرف دور کی ہوگی بلکہ زیادہ لطافت اور بلاغت سے پر بھی ہوگی مثلاً

تشبیہ کو کیفیت کے اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے مثلاً تشبیہ حسی اور عقلی اس کے علاوہ تشبیہ کو مقدار کے اعتبار سے مفرد اور مرکب میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

تشبیہ حسی: تشبیہ حسی سے مراد ایسی تشبیہ ہے جس کا ادراک حواسِ خمسہ یعنی دیکھنے، سننے، سونگھنے، چکھنے اور چھونے کے ذریعہ ہو۔ مثلاً سننے والی تشبیہ کی مثال یہ غالب کا شعر

بلبلیں سُن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں
میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کھل گیا

بلبلوں کے چہچہانے کو شاعر غزل خوانی سے تشبیہ دے رہا ہے۔ دیکھنے والی تشبیہ کی مثال

یوں برچھیاں تھیں چار طرف اس جناب کے
جیسے کرن نکلتی ہو گرد آفتاب کے

تشبیہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے یعنی برچھیوں اور آفتاب کرنیں دیکھنے کی چیز ہے۔

تشبیہ عقلی: عقلی تشبیہ وہ ہے جس کا ادراک ظاہری حواس کے بجائے وجدان اور تخیل پر مبنی ہو مثلاً

شعلے سے نہ ہوتی ہوس شعلے نے جو کی
جی کس قدر افسردگی دل پہ جلا ہے

افسردگی دل اور جی کا جلنا دونوں عقلی ہیں یعنی عقل سے دل کی افسردگی اور جی کے جلنے کا ادراک ممکن ہے۔

مفرد تشبیہ: مفرد تشبیہ وہ ہے جس میں ایک چیز کو دوسری چیز کے مانند ٹھہرایا جائے مثلاً گل کو خوبصورت چہرے کے مماثل ٹھہرانا یا چہرے کی تابناکی کو آفتاب سے ظاہر کرنا مثلاً

جلوے خورشید کے سے ہوتے ہیں
نغمے ناہید کے سے ہوتے ہیں (مومن)

مرکب تشبیہ: مرکب تشبیہ سے مراد وہ تشبیہ، جس میں چند اشعار کی ترکیب سے جو مجموعی شکل بنتی ہے، اسے کسی دوسری مجموعی شکل سے تشبیہ دینا مرکب تشبیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً

نفس کی آمد و شد ہے نمازِ اہل حیات
جو یہ قضا ہو تو اے غافلوں قضا سمجھو (ذوق)

سانس کی رفتار کو نماز کی مجموعی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے جس طرح نماز میں قیام پھر رکوع و سجود کے لیے اوپر اٹھنا اور کبھی نیچے جھکنا ہوتا ہے اسی طرح سانسوں کے زیر و بم میں جو زندگی کی علامت سمجھے جاتے ہیں اس کے علاوہ تشبیہ کی دو اور قسمیں ہیں یعنی قریب و بعید۔

تشبیہ قریب: جو تشبیہ جلدی سمجھ میں آجائے اور مشبہ کا تعلق مشبہ بہ سے بہت واضح ہو وہ تشبیہ قریب کہلاتی ہے مثلاً

وقتِ پیری شباب کی باتیں
ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

علمِ بلاغت میں تشبیہ قریب کا شعر معمولی اور کمتر مانا جاتا ہے۔

تشبیہ بعید: جس تشبیہ میں وجہ تشبیہ کو سمجھنے میں غور و فکر کی ضرورت ہو اسے تشبیہ بعید یا تشبیہ غریب کہتے ہیں اور اگر تشبیہ میں وجہ تشبیہ کئی تراکیب سے مل کر بنے تو وہ تشبیہ نہ صرف دور کی ہوگی بلکہ زیادہ لطافت اور بلاغت سے پر بھی ہوگی مثلاً

تشبیہ رگ گل سے انہیں دوں تو ہے زیبا ڈورے ہیں ترے آنکھ کے اے رشک قمر سرخ

یہاں آنکھوں کے ڈوروں کو رگ گل سے تشبیہ دی ہے اور ان ڈوروں کی وجہ خوبصورتی، باریکی اور سرخی ہے اس شعر سے محبوب کے نشے میں ہونے کا پتہ چلتا ہے۔

تشبیہ مفصل: اگر تشبیہ میں وہ خصوصیت جس کی وجہ سے ایک چیز کو دوسری سے تشبیہ دی گئی ہے اس کا ذکر ملتا ہے تو ایسی تشبیہ کو مفصل کہتے ہیں ورنہ مجمل ہے۔ جیسے کہیں کہ شاہدہ حسن میں آفتاب کی مانند ہے، تو یہ تشبیہ مفصل ہوئی یعنی اس جملے میں مفہوم واضح ہے اور وجہ تشبیہ بتادیا گیا ہے لیکن اگر یوں کہیں کہ شاہدہ آفتاب کی طرح ہے، تو یہاں لفظ حسن جو وجہ تشبیہ ہے اس کا ذکر نہیں ملتا اس لیے یہ تشبیہ مجمل ہوئی۔

استعارہ: استعارہ کے لغوی معنی مستعار لینے کے ہیں۔ علم بیان کی رو سے جب کسی لفظ کا استعمال ایسی شے کے لیے کیا جائے جس کے لیے وہ بنیادی طور پر وضع نہ کیا گیا ہو، مگر دونوں میں مشابہتی رشتہ قائم ہو جائے تو استعارہ کہلائے گا وہاب اشرفی استعارہ کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

علم بیان کی اصطلاح میں استعارہ سے مراد حقیقی اور مجازی معنوں کے مابین تشبیہ کا علاقہ پیدا کرنا یعنی حقیقی معنی کا لباس عاریۃ مانگ کر مجازی معنی کو پہنانا استعارہ کہلاتا ہے۔ اس میں لفظ اپنے لغوی معنی ترک کر کے لسانی سیاق وسباق کے اعتبار سے نئے معنی اختیار کرتا ہے۔

استعاروں کے ذریعہ زبان نئی معنوی وسعتوں سے آشنا ہوتی ہے یہ عمل چار ارکان پر مشتمل ہوتا ہے۔

۱۔ مستعار لہٗ (جس کے لیے مستعار لیا جائے) مشبہ

۲۔ مستعار منہ (جسے مستعار لیا جائے) مشبہ بہ

۳۔ مستعار (وہ لفظ جو مستعار منہ کے معنی پر دلالت کرے) حرف تشبیہ استعارے میں ضروری نہیں ہے۔

۴۔ وجہ جامع (نقطہ اشتراک جس کی وجہ سے مستعار لیا جائے) وجہ تشبیہ

تشبیہ اور استعارے میں گہرا تعلق ہے کیونکہ استعارے کی بنیاد تشبیہ پر ہے فرق صرف اتنا ہے کہ تشبیہ میں مشبہ اور مشبہ بہ کے بیچ مماثلت دی جارہی ہے) اسے عین مشبہ بہ (یعنی جس سے تشبیہ دی گئی ہے) قرار دیا جائے۔

المبحث الاول فی ارکان التشبیه

﴿پہلی بحث ارکان تشبیہ کے بیان میں ہے﴾

چار ارکان تشبیہ کا بیان

ارکان التشبیه اربعة المشبه والمشبه به (ویسمیان طرفی التشبیه) ووجه الشبه والاداة .
والطرفان اما حسیان . (ا)

نحو الورق کالحریر فی النعومة .   واما عقلیان (ا) نحو الجهل کالموت .

واما مختلفان نحو خلقه کالعطر ووجه الشبه هوالوصف الخاص الذی قصد اشتراك الطرفین فیه کالهدایة فی العلم والنور . (ا)

واداة التشبیه هی اللفظ الذی یدل علی معنی المشابهة کالکاف وکان وما فی معناهما والکاف یلیها المشبه به بخلاف کان فیلیها المشبه نحو ۔

کان الثریا راحة تشبه الدجیٰ   لتنظر طال اللیل ام قد تعرضا

وکان تفید التشبیه اذا کان خبرها جامدًا والشك اذا کان خبرما مشتقا نحو کانك فاهم .
(قد یذکر فعل ینبئی عن التشبیه نحو قوله تعالیٰ (واذا رأیتهم حسبتهم لؤلؤاً منثورًا)
واذا حذفت أداة الشبیه ووجهه یسمی تشبیها بلیغاً نحو (وجعلنا اللیل لباسا) ای کاللباس فی الستر .

ترجمہ

تشبیہ کے ارکان چار ہیں
(۱) مشبہ (۲) مشبہ بہ (۳) وجہ شبہ (۴) اداۃ تشبیہ

تشبیہ کی تعریف

طرفین کے اعتبار سے تشبیہ کی چار اقسام ہیں
(۱) مشبہ اور مشبہ بہ دونوں حسی ہوں جس طرح

الورق كالحرير في النعومة

کاغذ ملائم ہونے میں ریشم کی طرح ہے کاغذ اور ریشم دونوں حسی (محسوس ہونے والی) چیزیں ہیں

(۲) دونوں عقلی ہوں جس طرح

الجهل كالموت　　　جہالت موت کی طرح ہے

یہاں جہالت اور موت دونوں کا تعلق عقل سے ہے خارج میں نظر آنے والی چیزیں نہیں ہیں

(۳) دونوں مختلف ہوں مثلاً عقلی اور مشبہ بہ حسی ہو جس طرح

العطر كخلق رجل كريم

اس کے اخلاق عطر کی طرح ہیں خلق عقلی اور عطر حسی ہے۔

(۴) دونوں مختلف ہوں یعنی مشبہ حسی اور مشبہ بہ عقلی ہو جس طرح

العطر كخلق رجل كريم

عطر شریف آدمی کے اخلاق کی طرح ہے تو عطر (مشبہ) اور خلق (مشبہ بہ) عقلی ہے

وجہ شبہ کی تعریف

وہ خاص وصف ہے جس میں دونوں طرفوں (مشبہ اور مشبہ بہ) کے اشتراک کا قصد کیا گیا ہے جس طرح علم اور نور میں ہدایت وجہ شبہ ہے

اداۃ تشبیہ کی تعریف

یہ وہ لفظ ہے جو تشبیہ کے معنی پر دلالت کرتا ہے جس طرح کاف کان اور جوان دونوں کے معنی میں ہو کاف کے بعد مشبہ بہ آتا ہے جبکہ کان کے بعد مشبہ آتا ہے جس طرح

كان الثريا راحة تشبر الدجى　　　لتنظر طال الليل ام وقد تعرضا

ثریا (ستارہ) گویا ہاتھ کی ہتھیلی ہے کہ رات کی تاریکی کو ناپتی ہے تاکہ دیکھے کہ رات لمبی ہوگئی ہے یہاں ثریا مشبہ ہے اور راحۃ مشبہ بہ ہے۔

نوٹ: لفظ کان تشبیہ کا فائدہ دیتا ہے جب اس کی خبر اسم جامد ہو اور شک کا فائدہ دیتا ہے جب اس کی خبر مشتق ہو جس طرح کانک فہام گویا تو سمجھدار ہے یہ شک کی مثال ہے اور فاھم اسم مشتق ہے

کبھی ایسا فعل ذکر کیا جاتا ہے جو تشبیہ کی خبر دیتا ہے (یعنی تشبیہ کا مفہوم ظاہر کرتا ہے جس طرح خداوندی کا ارشاد ہے

واذا رایتھم حسبتھم لئو لئو ا منثورا

جب تم ان کو دیکھو گے تو ان کو بکھرے ہوئے چمکدار موتی سمجھو گے۔

یہاں حسبت فعل تشبیہ کا معنی ظاہر کرتا ہے

تشبیہ بلیغ کی تعریف

جب حرف تشبیہ اور وجہ تشبیہ محذوف ہو تو اسے تشبیہ بلیغ کہا جاتا ہے جس طرح ارشاد خداوندی ہے

وجعلنا اللیل لباسا

اور ہم نے رات کو لباس بنایا یعنی ستر اور پردے میں لباس کی طرح بنایا یہاں رات کو لباس تشبیہ دی ہے۔لیکن کاف حرف تشبیہ اور وجہ شبہ یعنی ستر دونوں کو حذف کیا گیا۔

المبحث الثانی فی اقسام التشبیہ

دوسری بحث اقسام تشبیہ کے بیان میں ہے

تشبیہ کی چار اقسام کا بیان

ینقسم التشبیه باعتبار طرفیه الی اربعة اقسام .

تشبیه مفرد بمفرد (۱) نحو هذا الشیء کالمسك فی الرائحة .

وتشبیه مرکب بمرکب بان یکون کل من المشبه والمشبه به هیئة حاصلة من عدة امور کقول بشار

کان مثار النقع فوق رؤسنا واسیا فنالیل تهادی کواکب

فانه شبه هیئة الغبار وفیه السیوف مضطربة

بهیئة اللیل وفیه الکواکب تتساقط فی جهات مختلفة .

وتشبیه مفرد بمرکب کتشبیه الشقیق بهیئة اعلام یا قوتیة منشورة علی رماح زبرجدیة

وتشبیه مرکب بمفرد نحو قوله ۔

یاصاحبی تقصیا نظریکما تریا وجوه الارض کیف تصور

تریا نهارا مشمسا قد شابه زهر الربا فکانما هو مقمر

فانه شبه هیئة النهار الشمس الذی اختلطت به ازهار الربوات باللیل المقمر .

ترجمہ

دونوں طرفوں (مشبہ اور مشبہ بہ) کے اعتبار سے تشبیہ کی چار اقسام ہیں۔

(۱) مفرد کی مفرد سے تشبیہ جس طرح

هذا الشیء کالمسك فی الراحة

یہ چیز خوشبو میں کستوری کی طرح ہے

(۲) مرکب کی مرکب سے تشبیہ۔

یعنی مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کو متعدد امور سے کوئی شکل حاصل ہو (یعنی دونوں مرکب ہوں) جس طرح

کان مثار النقع فوق رؤسنا ‏ ‏ واسیافنا لیل تهاوی کواکبه

گویا تیز رفتار گھوڑوں کے پاؤں سے اڑی ہوئی گرد ہمارے سروں اور ہماری تلواروں پر ایک رات ہے جس کے ستارے ٹوٹ رہے ہوں

غبار کی ہیت اور اس میں تلواروں کا ادھر ادھر چلنا یہ مشبہ مرکب ہے اور رات کی تاریکی اور اس میں ستاروں کا ٹوٹنا یہ مشبہ بہ مرکب ہے

(۳) مفرد کی مرکب سے تشبیہ جس طرح

شقیق کی تشبیہ یاقوتی جھنڈوں سے جو زبرجدی نیزوں پر پھیلائے گئے ہیں

مشبہ صرف شقیق ہے اور مشبہ بہ مرکب ہے اور وہ یاقوتی جھنڈے اور زبرجدی نیزے وغیرہ ہیں

(۴) مرکب کو مفرد سے تشبیہ دینا جس طرح شاعر کا قول ہے

یاصاحبی تقصیا نظر یکما ‏ ‏ تریا وجوه الارض کیف تصور

تریا نهارا مشمسا قد شابه ‏ ‏ زهر الربا فکانما هو مقمر

اے میرے دونوں ساتھیو غور سے دیکھو تو تم زمین کو دیکھو گے کہ کس طرح وہ اپنی صورت بدلتی ہے اس دھوپ والے دن میں جب اونچی جگہوں کے پھول مخلوط ہوگئے گویا وہ چاندنی رات ہے

اس میں روشن دن کو جو ٹیلوں کے پودوں سے مخلوط ہے چاندنی رات کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے وہاں مشبہ یعنی روشن دن جو پودوں سے مخلوط ہ مشبہ مرکب ہے اور چاندنی رات مشبہ بہ مفرد ہے۔

تشبیہ ملفوف و مفروق کا بیان

(وینقسم) باعتبار الطرفین ایضاً الی ملفوف ومفروق ۔

فالملفوف ان یؤتی بمشبهین او اکثرثم بالمشبه بها نحو ۔

کان قلوب الطیر رطبا ویابسا ‏ ‏ لدی وکرها العناب والحشف البالی

فانه شبه الرطب الطری من قلوب الطیر بالعناب والیابس العتیق منها بالتمر الردیٔ ۔

والمفروق ان یؤتی بمشبه ومشبه به ثم اٰخر و اٰخر نحو ۔

النشر مسك والوجوه دنا ‏ ‏ نیر واطراف الاکف علم

وان تعدد المشبه دون المشبه به سمی تشبیه التسویة نحو ۔

صدغ الحبيب وحالي　　　كلاهما كالليالي

وان تعدد المشبه به دون المشبه سمي تشبيه الجمع نحو ـ

كانما يبسم عن لؤلؤ　　　منضدا وبردا واقاح

ترجمہ

ایک اور تقسیم، دونوں طرف کے اعتبار سے تشبیہ کی یہ دو قسمیں بھی بنتی ہیں

(۱) تشبیہ ملفوف کی تعریف

کلام میں دو یا اس سے زیادہ مشبہ لائے جائیں پھر مشبہ بہ لایا جائے جس طرح

كان قلوب الطير رطبا ويابسا　　　لدى وكرها العناب والحشف البالي

گویا پرندوں کے تازہ اور خشک دل شکرے کے گھونسلے کے پاس عناب اور ردی کھجور کی طرح ہیں۔

اس میں پرندے کے تازہ کلیجے کو عناب سے اور خشک کو پرانی ردی کھجوروں سے تشبیہ دی گویا پہلے دونوں مشبہ ذکر کئے اور پھر دونوں مشبہ بہ۔

(۲) تشبیہ مفروق کی تعریف

پہلے ایک مشبہ اور مشبہ بہ کو لایا جائے پھر دوسرے مشبہ اور مشبہ بہ کو لایا جائے جس طرح

النشر مسك والوجوه دنا　　　نير واطراف الاكف عنم

ان عورتوں کی خوشبو کستوری کی طرح چہرے دیناروں کی طرح اور انگلیوں کے سرے عنم درخت (کے پھول کی) طرح سرخ ہے

یہاں النشر مشبہ، مسک مشبہ بہ، الوجوہ مشبہ اور دنانیر مشبہ بہ اور اطراف مشبہ اور عنم مشبہ بہ ہے مشبہ اور مشبہ بہ کو اکٹھا ذکر کیا پھر اسی طرح مزید مشبہ اور مزید مشبہ اور مشبہ بہ کا ذکر اکٹھا ہے

نوٹ: اگر مشبہ متعدد ہوں اور مشبہ بہ متعدد نہ ہوں تو اسے تشبیہ تسویہ کہتے ہیں جس طرح شاعر کا قول ہے

صدغ الحبيب وحالي　　كلاهما كالليالي

محبوب کی کنپٹی اور میرا حال دونوں راتوں کی طرح ہے

یہاں مشبہ دو ہیں صدغ الحبیب اور حالی اور مشبہ بہ ایک ہے یعنی اللیالی اور اگر مشبہ بہ متعدد ہوں لیکن مشبہ متعدد نہ ہو تو اسے تشبیہ جمع کہتے ہیں

جس طرح شاعر کا قول ہے

كانما يبسم عن لئو لئو
منضد او برد او اقاح

گویا کہ وہ ایسے شفاف موتیوں سے ہنستی ہے جو تہ بہ تہ ملے ہوئے ہیں یا اولوں یا گل بابونہ سے مسکراتی ہے

یہاں مشبہ محذوف ایک ہے اور وہ محبوبہ کے دانت ہیں جب کہ مشبہ بہ متعدد ہیں یعنی موتی اولے اور گل بوبونہ

وجہ شبہ کے اعتبار سے تشبیہ کی اقسام کا بیان

وينقسم باعتبار وجه الشبه الى تمثيل وغير تمثيل فالتمثيل ماكان وجهه منتزعا من متعدد كتشبيه الثريا بعنقود العنب المنود وغير التمثيل ماليس كذلك كتشبيه النجم بالدرهم .

وينقسم بهذا الاعتبار ايضاً الى مفصل ومجمل فالاول ماذكر فيه وجه الشبه نحو .

وثغره في صفاء
واد معي كاللّيالے

والثاني ماليس كذلك نحو النحو في الكلام كالملح في الطعام .

وينقسم باعتبار اداته الى مؤكد وهوما حذفت اداته نحو هو بحر في الجود ومرسل وهو ماليس كذلك نحو هو كالبحر كرما .

ومن المؤكد ما اضيف فيه المشبه به الى المشبه نحو .

والريح تعبث بالغصون وقد جرے
ذهب الاصيل على لجين الماء

وجہ تشبیہ کے اعتبار سے تقسیم

وجہ تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں

(١) تمثیل (٢) غیر تمثیل

تمثیل کی تعریف

وہ تشبیہ جس میں وجہ شبہ متعدد سے لی گئی ہو جیسے ثریا (ستارہ کی تشبیہ چمکتے ہوئے انگور کے گچھے کے ساتھ اس میں ایک سے زائد انگور ہیں)

غیر تمثیل کی تعریف

جو اس طرح نہ ہو (یعنی وجہ شبہ متعدد سے نہ ہو) جیسے ستارے کو درہم سے تشبیہ دینا

نوٹ: اس اعتبار سے تشبیہ کی مزید دو قسمیں ہیں

(١) مفصل (مجمل)

تشبیہ مفصل کی تعریف

وہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور ہو جیسے

وثغرہ فی صفاء وادمعی کاللالی

اس کے سامنے کے دانت اور میرے آنسو صفائی میں موتیوں کی طرح ہیں

تشبیہ مجمل کی تعریف

وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو جیسے

النحو فی الکلام کالملح فی الطعام

نحو کلام میں ایسے ہے جس طرح کھانے میں نمک ہو

یہاں وجہ شبہ بیان نہیں ہوئی اور وہ لذیذ ہونا ہے

حرف تشبیہ کے اعتبار سے تقسیم

حرف تشبیہ کے اعتبار سے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) تشبیہ موکد (۲) تشبیہ مرسل

تشبیہ موکد کی تعریف

وہ ہے جس میں حرف تشبیہ محذوف ہو جیسے

ھو بحر فی الجود وہ سخاوت میں دریا کی طرح ہے

یہاں کالبحر کا کاف حرف تشبیہ محذوف ہے

تشبیہ مرسل کی تعریف

وہ تشبیہ ہے جس میں حرف تشبیہ مذکور ہو جیسے

ھو کالبحر کرما وہ کرم میں دریا کی طرح ہے یہاں کاف حرف تشبیہ مذکور ہے

نوٹ: جس تشبیہ میں مشبہ بہ کی طرف اضافت ہو وہ بھی تشبیہ موکدہ ہے جیسے

والریح تعبث با لغصون و قد جری ذھب الاصیل علی لجین الماء

تیز ہوا ٹہنیوں کے ساتھ کھیلتی ہے ایسی حالت میں کہ شام کا سونا پانی کی چاندی یعنی سفید پر پڑا

یہاں لجین الماء میں مشبہ بہ لجین کی اضافت الماء کی طرف ہے جو مشبہ ہے اور حرف تشبیہ محذوف ہے

المبحث الثالث فی اغراض التشبیہ

تیسری بحث اغراض تشبیہ کے بیان میں ہے

الغرض من التشبیہ ۔ ء اما بیان امکان المشبہ نحو ۔

فان تفق الانام وانت منهم　　فان المسك بعض دم الغزال

فانہ لما ادعی ان الممدوح مبائن لاصلہ بخصائص جعلتہ حقیقۃ منفردۃ احتج علی امکان دعواہ بتشبیہہ بالمسك الذی اصلہ دم الغزال ۔

واما بیان حالہ کمافی قولہ ۔

کانك شمس والملوك کواکب　　اذا طلعت لم یبد منهن کوکب

واما بیان مقدار حالہ نحو ۔

فیها اثنتان واربعون حلوبۃ　　سودا کخافیۃ الغراب الاسحم

شبہ النوق السود بخافیۃ الغراب بیانا لقمدار سوادها ۔

واما تقریر حالہ نحو ۔

ان القلوب اذاتنا فردها　　مثل الزجاجۃ کسرها لایجبر

شبہ تنافر القلوب بکسر الزجاجۃ تثبیتا لتعذر عودتها الی ماکانت علیہ من المؤدۃ ۔

واما تزیینہ نحو ۔

سوداء واضحۃ الجبین　　کمقلۃ الظبی الغریس

شبہ سوادها بسواد مقلۃ الظبی تحسینالها ۔

واما تقیحہ نحو ۔

واذا اشار محدثا فکانہ　　قردیقهقہ او عجوز تلطم

وقد یعود الغرض الی المشبہ بہ اذا عکس طرفا التشبیہ نحو

وبدا الصباح کان غرتہ　　وجہ الخلیفۃ حین یمتدح

ومثل هذا یسمی بالتشبیہ المقلوب،

تشبیہ کی اغراض

تشبیہ کی درج ذیل اغراض ہیں

(۱) امکان مشبہ کا بیان (۲) حال مشبہ کا بیان (۳) مشبہ کی عقدار حال کا بیان

(۴) حال مشبہ کی تقریر کا بیان (۵) تزیین مشبہ (۶) تقبیح مشبہ

(۱) تشبیہ سے کبھی امکان مشبہ کا بیان مقصود ہوتا ہے جیسے

فان تفق الانام وانت منهم　　　فان المسك بعض دم الغزال

اگر آپ مخلوق سے بڑھ جائیں (تو حرج کیا ہے) آپ ان ہی میں سے ہیں کیوں کہ کستوری ہرن کے خون کا بعض ہے

جب شاعر متنبی نے دعوی کیا کہ اس کا ممدوح سیف الدولہ چند خصوصیات کی وجہ سے دوسروں سے جدا ہے جو خصوصیات اسے الگ حقیقت ثابت کر رہی ہے تو اسے اپنے دعوی کا ممکن ہونا ثابت کرنے کیلئے کستوری سے تشبیہ دینا پڑی جس کی اصل ہرن کا خون ہے

(۲) تشبیہ کی دوسری غرض کا حال بیان کرنا ہے جیسے شاعر کا قول ہے

كانك شمس والملوك كواكب　　　اذا طلعت لم يبدمنهن كوكب

گویا کہ تم سورج ہو اور دوسرے بادشاہ ستارے ہیں جب تم نکلتے ہو تو ان میں سے کوئی ستارہ ظاہر نہیں ہوتا

اس میں ممدوح کو سورج سے اور دوسرے بادشاہوں کو ستاروں سے تشبیہ دیکر اپنے ممدوح کا مقام بیان کیا

(۳) تشبیہ کی تیسری غرض مشبہ حال کی مقدار بیان کرنا ہوتا ہے جیسے

فيها اثنان واربعون حلوبة　　　سودا كخافية الغراب السحم

اس خاندان میں بیالیس دودھ دینے والی کالے رنگ کی اونٹنیاں ہیں جو کالے کوے کے پر کی مثل ہیں

یہاں اونٹنیوں کی سیاہی کی مقدار بیان کرنے کیلئے کالے کوے کے پر سے تشبیہ دی

(۴) تشبیہ کی چوتھی غرض حال مشبہ کی تقریر ہے جیسے

ان القلوب اذا تنافر ودها　　　مثل الزجاجة كسرها لا يجبر

جب دلوں کی محبت نفرت میں بدل جائے تو وہ شیشے کی مثل ہیں جو ٹوٹا ہو جوڑا نہیں جاتا

دلوں کی نفرت کو شیشے کے ٹوٹنے سے تشبیہ دی اور اس بات کو ثابت کیا کہ پہلے جو محبت تھی دل کی اس حالت کا لوٹنا مشکل ہے

(۵) تشبیہ کی پانچویں تزیین مشبہ ہے (زینت دینا) جیسے

سوداء واضحة الجبين كمقلة الظبي الغرير

وہ سیاہ ہے روشن پیشانی والی ہے اس کی آنکھ پیاری ہرن کی طرح ہے

محبوبہ کی سیاہی کو ہرن کی آنکھ کی سیاہی سے تشبیہ دی تا کہ اس کا حسن ثابت کرے

(٦) تشبیہ کی چھٹی غرض مشبہ کی تقبیح ہے (برائی ظاہر کرنا ہے) جیسے

واذا اشار محدثا فكانه قرد يقهقه او عجوز تلطم

اور جب وہ بات کرتے ہوئے اشارہ کرتا ہے تو گویا وہ بندر ہے جو قہقہہ لگا رہا ہے یا بڑھیا ہے جو اپنے رخساروں پر طمانچہ مار رہی ہے

تشبیہ مقلوب:

کبھی غرض مشبہ بہ کی طرف لوٹتی ہے جب تشبیہ کی دونوں طرفوں کو الٹ دیا جائے اسے تشبیہ مقلوب کہتے ہیں جیسے

وبدا الصباح كان غرته وجه الخليفة حين يمتدح

اور صبح ظاہر ہوئی گویا کہ اس کی روشنی بادشاہ کا چہرہ ہے جب اس کی مدح کی جائے

اس بادشاہ کا چہرہ مشبہ تھا اور صبح کی روشنی مشبہ بہ لیکن اس کو الٹ دیا اور اب بادشاہ کا چہرہ مشبہ بہ بنا دیا گیا۔

مجاز کا بیان

مجاز کی تعریف و بیان

هوا للفظ (۲) المستعمل فی غیرما وضع له لعلاقة .

مع قرینة مانعة من ارادة المعنی السابق کالدرد المستعملة فی الکلمات الفصیحة فی قولك فلان یتکلم بالدرد فانها مستعملة فی غیرما وضعت له اذقد وضعت فی الاصل . للالی الحقیقیة ثم نقلت الی الکلمات الفصیحة لعلاقة المشابهة بینهما فی الحسن والذی یمنع من ارادة المعنی الحقیقی قرینة یتکلم وکالا صابع المستعملة فی الانامل فی قوله تعالٰی . (یجعلون اصابعهم فی آذانهم) فانها مستعملة فی غیرما وضعت له لعلاقة ان الانملة جزء من الاصبع فاستعمل الکل فی الجزء وقرینة ذلك انه لایمکن جعل الاصابع بتمامها فی الآذان .

والمجازان کانت علاقته المشابهة بین المعنی المجازی والمعنی الحقیق کمافی المثال الاول یسمی أستعارة والافمجاز مرسل کمافی المثال الثانی .

ترجمہ

مجاز وہ لفظ ہے جس کو کسی تعلق کی وجہ سے اس معنی میں استعمال کیا جائے جس کے لئے اس کو وضع نہیں کیا گیا (غیر ما وضع لہ میں استعمال)

اس میں ایسا قرینہ ہوتا ہے جو سابق معنی مراد لینے سے مانع ہوتا ہے مثلا

فلان یتکلم بالدور

فلاں شخص کے منہ سے موتی چھیڑ رہے ہیں۔ یہاں الدور کا لفظ فصیح کلمات کے لئے استعمال ہوا تو یہ استعمال اس معنی میں ہے جس کیلئے موتی کا لفظ وضع نہیں کیا گیا کیونکہ حقیقت میں الدور کا لفظ موتیوں کے لئے وضع کیا گیا ہے پھر اسے فصیح کلمات کی طرف منتقل کیا گیا کیونکہ موتیوں اور فصیح کلمات میں حسن کے اعتبار سے تشبیہ کا علاقہ ہے اور لفظ کلام اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں موتی

اپنے حقیقی اپنے معنی میں استعمال نہیں ہوتا

اسی طرح قرآن مجید میں ہے

یجعلون اصابعهم فی اٰذانهم

وہ اپنی انگلیوں (کے پوروں) کو اپنے کانوں میں ڈالتے ہیں

یہاں انگلیوں سے اس کے پورے مراد ہیں اور یہ غیر ماوضع لہ میں استعمال کیونکہ اصابع کا لفظ انگلیوں کے لیے وضع کیا گیا ہے پوروں کے لئے نہیں لیکن چونکہ پورے انگلیوں کی جزء ہیں تو اس علاقہ کی وجہ سے پورے مراد لیے اور حقیقی معنی مراد لینے میں رکاوٹ پر قرینہ یہ ہے کہ پوری انگلی کو کان میں ڈالنا ممکن نہیں لہذا کل بول کر جزء مراد لیا۔

اگر حقیقی اور مجازی معنی کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہو جیسے پہلی مثال میں ہے تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ اور اگر تشبیہ کا علاقہ نہ ہو جیسے دوسری مثال میں ہے تو اسے مجاز مرسل کہتے ہیں۔

استعارہ

استعارہ کا بیان

الاستعارة هي مجاز علاقته المشابهة كقوله تعالٰی كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمات الى النور . اى من الضلال الى الهدى . فقد استعملت (ا) الظلمات والنور في غير معناهما الحقيقي والعلاقة المشابهة بين الضلال والظلام والهدى والنور .

والقرينة ما قبل ذلك واصل الاستعارة تشبيه حذف احد طرفيه ووجه شبهه واداته .

والمشبه يسمى مستعار اله والمشبه به مستعارا منه .

ففي هذا المثال المستعارله هو الضلال والهدى والمستعار منه هو معنى الظلام والنور ولفظ الظلمات والنور يسمٰى مستعارا . وتنقسم الاستعارة الى مصرحة وهي ماصرح فيها بلفظ المشبه به .

كمافي قوله ۔

فامطرت لؤلؤا من نرجس وسقت   وردا وعضت على العناب بالبرد

فقد استعار اللؤلؤ والنرجس والورد والعناب والبرد للدموع والعيون والخدود والانامل والاسنان والى مكنية وهي ماحذف فيها المشبه به ورمز اليه بشيء من لوازمه كقوله تعالى واخفض لهما جناح الذل من الرحمة (۱) فقد استعار الطائر للذل ثم حذفه ودل عليه بشيء من لوازمه وهو الجناح واثبات الجناح للذل يسمونه استعارة تخييلية،

ترجمہ

استعارہ وہ مجاز ہوتا ہے جس میں تشبیہ کا علاقہ ہو جیسے قرآن مجید میں ہے۔

کتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمات الى النور

یہ کتاب ہم نے اسے آپ کی طرف اتارا تاکہ آپ لوگوں کو اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالیں

یعنی گمراہی سے ہدایت کی طرف نکالیں۔ یہاں ظلمات اور نور کا لفظ ان معنوں میں استعمال نہیں ہوئے جن کے لئے ان کو وضع کیا گیا یعنی حقیقی معنی میں مستعمل نہیں ہیں۔ گمراہی اور اندھیرے کے درمیان تشبیہ کا علاقہ ہے اور اسی طرح ہدایت اور نور کے درمیان بھی تشبیہ کا علاقہ ہے اور اس میں قرینہ اس کا ماقبل یعنی کتاب انزلناه اليک ہے کیونکہ کتاب کے اتارنے کا مقصد گمراہی سے ہدایت کی طرف لے جاتا ہے لہذا یہاں ظلمات اور نور کا حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتا۔ استعارہ میں اصل یہ ہے تشبیہ کی دو طرفوں میں سے ایک طرف کو نیز وجہ شبہ اور حرف تشبیہ کو بھی حذف کیا جائے۔

نوٹ: مشبہ کو مستعار لہ اور مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہیں۔ پس اس مثال میں مستعار لہ گمراہی اور ہدایت ہے اور مستعار منہ اندھیرے اور نور کا حقیقی معنی ہے اور لفظ ظلمات اور لفظ نور کو مستعار کہا جاتا ہے۔

استعارہ کی تقسیم

استعارہ کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی تقسیم طرفین کے ذکر کے اعتبار سے ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) استعارہ مصرحہ (۱) استعارہ مکنیہ (اسے استعارہ تخیلیہ بھی کہتے ہیں)

استعارہ مصرحہ کی تعریف

وہ استعارہ ہے جس میں لفظ مشبہ بہ صراحتاً ذکر کیا گیا ہو جیسے

فامطرت لؤلؤا من نرجس وسقت وردا وعضت على العناب بالبرد

پس اس نے نرگس سے موتیوں کی بارش برسائی اور اس سے گلاب کے پھول کو سیراب کیا اور بابونہ پھول کو اولے سے کاٹا

اس شعر میں شاعر نے موتی نرگس گلاب عناب اور اولے کو بالترتیب آنسو آنکھوں رخساروں انگلیوں کے پوروں اور دانتوں کیلئے استعارہ کیا لیکن آنسو مشبہ ہیں اور موتی مشبہ بہ آنکھ مشبہ اور نرگس مشبہ بہ اسی طرح رخسار انگلیوں کے پورے اور دانت مشبہ ہیں اور گلاب کا پھول عناب اور اولے مشبہ بہ ہیں یہاں مشبہ بہ واضح الفاظ میں مذکور ہے۔

(۲) استعارہ مکنیہ کی تعریف

وہ ہے جس میں مشبہ بہ محذوف ہو لیکن اس کے لوازم میں سے کسی چیز سے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہو جیسے قرآن مجید میں ہے

واخفض لهما جناح الذل من الرحمة

اوران کے لئے رحمت کے پر جھکا دو۔ اس آیت میں پرندے کو ذل کے لئے استعارہ کیا پھر اسے حذف کر دیا اور اس پر اس کے لوازم میں سے ایک چیز یعنی پرندوں نے دلالت کی ذل کیلئے پروں کو ثابت کرنے کا نام ارباب بلاغت کے نزدیک استعارہ تخیلیہ ہے۔

دوسری تقسیم لفظ مستعار کے اعتبار سے ہے اس صورت میں استعارہ کی دو قسمیں ہیں

(۱) استعارہ اصلیہ (۲) استعارہ تبعیہ

وتنقسم الاستعارة الى اصلية وهى ماكان فيها المستعار اسماً غير مشتق كاستعارة الظلام للضلال والنور للهدى و الى تبعية وهى ماكان فيها المستعار فعلا اوحرفا او اسماً مشتقا نحو فلان ركب كتفى غريمة (١) اى لازمه ملازمة شديدة وقوله تعالى اولئك على هدى من ربهم . اى (٢) تمكنوا من الحصول على الهداية التامة .

ونحو قوله

ولئن نطقت بشكر برك مفصحا . فلسان حالى بالشكاية انطق ونحو اذقته لباس الموت اى البسته اياه (١)

وتنقسم الاستعارة الى مرشحة وهى ماذكر فيها ملائم المشبنه نحو اولئك الذين اشتروا الضلالة بالهدى فمارجت بحارتهم فالاشتراء مستعار للاستبلال وذكر الرج والتجارة ترشيح والى مجردة وهى التى ذكر فيها ملائم المشبه نحو فاذاقها الله لباس الجوع والخوفا . استعير اللباس لماغشى الانسان عند الجوع والخوف والا ذاقة تجريد لذلك والى مطلقة وهى التى لم يذكر معها ملائم نحو ينقضون عهد الله .

ولا يعتبر الترشيح والتجريد الابعد تمام الاستعارة بالقرينة،

استعارہ اصلیہ کی تعریف

وہ استعارہ ہے۔ جس میں مستعار اسم غیر مشتق ہو جیسے لفظ ظلام مستعارہ میں ضلال کے لئے اور نور مستعار ہے ھدی کے لئے

استعارہ تبعیہ کی تعریف

وہ استعارہ ہے جس میں مستعارہ فعل یا حرف یا اسم مشتق ہو جیسے فعل کی مثال فلان رکب کتفی غریمہ فلاں شخص اپنے قرض دار کے کاندھوں پر سوار ہو گیا یعنی اچھی طرح اس کے پیچھے پڑ گیا اسی طرح ارشاد خداوندی ہے حرف کی مثال اولئک علی ھدی من ربھم وہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ھدایت پر ہیں یعنی وہ پوری ہدایت حاصل کرنے پر قادر ہیں پہلی مثال میں لفظ مستعار فعل رکب ہیا اور دوسری مثال میں مستعار علی حرف جار ہے

اور استعارہ پھر منقسم ہوتا ہے (ملائم کے ذکر یا حذف کے اعتبار سے) مرشحہ اور مجردہ اور مطلقہ کی صورت میں اور مرشحہ یہ ہے کہ جس میں مشبہ بہ کے ملائم ومناسب کو ذکر کیا گیا ہو جیسا کہ **والئك الذین اشتروا الضللة بالهدی فما ربحت تجارتهم** (یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری) پس اشتراء استبدال کا مستعار (مشبہ بہ) ہیا اور ربح اور تجارت کا ذکر یہ ترشیح ہے

اور استعارہ مجردہ یہ ہے کہ جس میں مشبہ کے ملائم ومناسب کو ذکر کیا جائے جیسے **فاذاقها الله لباس الجوع والخوف** (پھر اللہ تعالٰی نے ان کو ایک محیط اور خوف کے اس اثر کا جو انسان کو محیط ہو جاتا ہے (پس بھوک اور خوف کا اثر محیط مستعار لہ اور مشبہ ہوگا) اور اذاقت چکھنا یہ تجرید ہے

استعارہ مطلقہ یہ ہے کہ اس ک یا تھ کوئی بھی ملائم ومناسب مذکور نہ ہو (نہ مشبہ کا ورنہ مشبہ بہکا) جیسا کہ ینقضون عھد اللہ (جو توڑتے ہیں خدا تعالٰی کے عھد کو)

اور تجرید اور ترشیح کا اسی وقت اعتبار کیا جائے گا جب کہ قرینہ کے ذریعے استعارہ تام ہو جائے۔

شرح

استعارہ

استعارہ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں۔ "مانگنا، عاریت لینا"۔ استعارہ علم بیان کی اصطلاح ہے جو اردو میں عربی وفارسی زبانوں کے ذریعے رائج ہوئی۔ اصطلاح میں استعارہ مجاز کی ایک ایسی قسم ہے جس میں دو اشیاء کسی مشابہت کے سبب ایک شے کے تصور کو پیش کرتی ہیں۔ یعنی استعارہ میں تاویل کے ذریعے ایک شے کو دوسری شے کی جنس میں شامل کیا جاتا ہے۔ جیسے بہادر انسان اور شیر میں بہادری کی صفت یا مشابہت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہادر انسان کو بعینہٖ شیر تصور کر لینا۔ استعارے کی بنیاد تشبیہ پر

ہوتی ہے لیکن استعارے میں مشبہ کا ذکر نہ ہو کر صرف مشبہ بہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو معنی کے اعتبار سے مشبہ پر دلالت کرتا ہے۔ تشبیہ اور استعارے میں فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں دو اشیاء اپنی جداگانہ حقیقت کو قائم رکھتی ہیں جب کہ استعارے میں ایک شے کے اندر دوسری شے ملحوظ ہوتی ہے۔ یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ دو مختلف حقیقتوں کا یہ اتحاد عقلی نوعیت کا حامل ہوتا ہے یا لغوی نوعیت کا۔ اس امر پر مشرقی ناقدین میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ استعارہ مجاز لغوی ہے جب کہ بعض کا اصرار ہے کہ استعارہ مجاز عقلی ہے۔ مجاز لغوی کی تعریف یہ ہے کہ لفظ اپنے لغوی معنی کے غیر میں استعمال کیا جائے اور مجاز عقلی کی تعریف یہ ہے کہ کسی غیر واقعی چیز کو واقعی ٹھہرالیا جائے۔ یعنی وہ غیر واقعی شے عقلی حقیقت کے ذیل میں ہو۔ استعارے کو مجازی لغوی سے تعبیر کرنے والے ناقدین کے نزدیک استعارے میں لفظ کے معنی ملحوظ ہوتے ہیں نہ کہ لفظ کا مشارٌ الیہ یعنی شیر معنی کے اعتبار سے بہادر انسان پر دلالت کرتا ہے، اپنی ہیئت وصورت کے اعتبار سے نہیں۔ اس لیے بہادر انسان کو شیر کی جنس میں تاویل کے ذریعے داخل کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ کے حامل ناقدین کے نزدیک لفظ شیر کی دو نوعیتیں ہوتی ہیں۔() شیر جانور جو اپنی خاص ہیئت وصورت کے ساتھ بہادری کی صفت سے متصف ہے() ایسا شیر جو اپنی ہیئت وصورت سے علیحدہ حقیقی شیر کی طرح بہادر ہے۔ چونکہ لغوی اعتبار سے لفظ شیر کا مشارٌ الیہ نوع اول ہے اس لیے نوع دوم کی حیثیت مجازی ہوتی ہے۔

استعارے کو مجاز عقلی قرار دینے والے ناقدین کے نزدیک بہادر انسان کو شیر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بعینہٖ جانور درندہ شیر ہے جو بہادری کی صفت رکھتا ہے۔ زید کو شیر کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ زید شیر کے مماثل ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ زید ہی شیر ہے۔ چونکہ زید کی حقیقت اور شیر کی حقیقت جدا جدا ہے اس لیے غیر حقیقی چیز کو واقعی ٹھہرانا مجاز عقلی ہے۔ اس نظریہ کے تحت لفظ شیر کا موضوع لہ بہادر شخص ہے۔ استعارے کو مجاز لغوی ماننے والے ناقدین کے نزدیک بہادر انسان کو بعینہٖ شیر ٹھہرانے کا مطلب یہ نہیں کہ لفظ شیر بہادر انسان کا موضوع لہ ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بہادر انسان اور لفظ شیر میں مبالغے کی غرض سے مشابہت کو قطعی طور پر فراموش کر دیا جاتا ہے۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ استعارہ اسم جامد نہیں ہوتا بلکہ مشتقات میں سے ہوتا ہے۔ زید شیر ہے استعارہ نہیں ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ زید اسم جامد ہے اس صورت میں زید کی حقیقت بدل جاتی ہے۔ جب کہ امام غزالی اور فخر الدین رازی کے مطابق استعارہ اسم جامد اور علم میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس کے لیے کسی قرینے کا ہونا شرط ہے۔ (ماخوذ از بحر الفصاحت) اس مقام پر عبدالقاہر جرجانی کے نظریہ استعارے کو اہمیت حاصل ہے جو کہ مجاز لغوی اور مجاز عقلی کا نقطہ اتصال ہے۔ جرجانی کے نزدیک بہادر انسان کے معنی لفظ شیر سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ اس کے معنی سمجھنے سے حاصل ہوتے ہیں یعنی انسان کو شیر بنانا اس وقت تک بے معنی ہے جب تک یہ نہ کہا جائے کہ انسان شیر سے اس درجہ مماثل اور اکمل ہے کہ وہ شیر سے برابری کا درجہ رکھتا ہے اس مقام پر وہ واقعتاً شیر تصور کیا جا سکتا ہے۔ جرجانی کے نزدیک استعارہ تصور معنی پر مبنی ہوتا ہے اور براہِ راست معنی کا حامل ہوتا ہے یعنی غزال کے معنی حسین عورت قرار دیے جا سکتے ہیں لیکن حسین عورت کا ترجمہ غزال نہیں ہے۔ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

اگر کوئی مترجم ہمارے فقرے "میں نے ایک شیر دیکھا" کا ترجمہ کسی ایسے فقرے سے کرے جس کے معنی ہوں بہادر طاقتور شخص اور وہ نام نہ استعمال کرے جو اس زبان میں شیر کے لیے ہے تو وہ مترجم ہمارے کلام کا ترجمہ نہیں کر رہا ہے بلکہ اپنا ہی کلام ترتیب دے رہا ہے۔

(اسرار البلاغہ: عبدالقاہر جرجانی مشمولہ شعر شور انگیز جلد سوم، شمس الرحمٰن فاروقی)

جرجانی کے مطابق استعارہ مستعارلہ کے بارے میں قطعی اور پر زور معلومات فراہم کرنے کے ساتھ برابری کا اثبات زیادہ تاکید سے کرتا ہے۔ مذکورہ مباحث کی روشنی میں استعارے کے سلسلے میں چار نکات سامنے آتے ہیں۔ () استعارہ مشابہت پر مبنی ہوتا ہے لیکن مشابہت کو ظاہر نہیں کرتا۔ () استعارے میں مستعارلہ اور مستعار منہ علیحدہ علیحدہ خارجی حقیقت کے حامل ہوتے ہیں لیکن تصوراتی سطح پر ان کی حقیقت ایک ہوتی ہے یعنی استعارہ مستعارلہ اور مستعار منہ دونوں کی صفات کا حامل ہوتا ہے استعارے میں ایک لازم کے دو ملزوم ہوتے ہیں۔ () استعارہ مستعارلہ کے معنی میں زور اور قوت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ () استعارہ بجز حقیقت ہوتا ہے یعنی اس کی حیثیت لغوی معنی کی طرح ہوتی ہے۔ جرجانی کے نظریے سے ایک بات اور مترشح ہوتی ہے کہ استعارہ میں وجہ جامع صورت نہیں ہوتی بلکہ معنی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مثال سے ظاہر ہے بہادری، جرات وغیرہ امور معنی ہیں صورت نہیں ہیں۔ یعنی وجہ جامع حسی ہونے کے بجائے عقلی اور تجریدی نوعیت کی ہوتی ہے جیسے پھول سے محبوب کے استعارے میں وجہ جامع خوبصورتی ہوگی نہ کہ پھول کا سرخ ہونا یا اس کی ظاہری ہیئت جو کہ حسی ہیں۔ لیکن دیگر علمائے بیان نے استعارے کے لیے کسی ایسی شرط کو بیان نہیں کیا ہے۔ بعض مشرقی ناقدین کا خیال ہے کہ استعارے میں امر محال کا ہونا جائز نہیں۔ استعارہ فقط مشبہ یا حرف تشبیہ کے محذوف ہونے سے قائم نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ بعض صورتوں میں مشبہ اپنے وجود کا برابر اعلان کرتا رہتا ہے جیسے زید کون ہے۔ مقدر سوال کے جواب میں کہا جائے شیر ہے۔ یہاں مشبہ اور حرف تشبیہ محذوف ہونے کے باوجود یہ ہیئت تشبیہ کی ہے کیونکہ زید کا شیر ہونا امر محال ہے۔ استعارہ اسی وقت قائم ہوتا ہے جب مشبہ مشبہ بہ میں ضم ہو جائے اس لیے "زید شیر ہے" تشبیہ مضمر الا دات ہے یہاں حرف تشبیہ کو محذوف ماننا ہوگا۔ اس کے برعکس یہ جملہ "میں نے شیر کو تیر چلاتے دیکھا" استعارہ ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں مقصود دیکھنا ہے شیر کے تیر چلانے میں جو امر محال ہے وہ غیر مقصودی ہے۔ نجم الغنی خاں نے اس بات کو بھرپور دلیل سے رد کرتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ استعارے میں امر محال کا مقصودی اور غیر مقصودی ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا بلکہ استعارے کے لیے تاویل کا ہونا شرط ہے۔ عبدالرحمٰن دہلوی کے مطابق متاخرین فارسی کے نزدیک تشبیہ مضمر الا دات استعارے کے ذیل میں شامل ہے لیکن اردو میں قدیم و جدید ناقدین اس طرح کی تشبیہ کو استعارے کے بجائے استعارہ نما تشبیہ یا تشبیہی استعارہ مانتے ہیں۔ شمس الرحمٰن فاروقی نے تشبیہ مضمر الا دات، کنایہ اور مجاز مرسل، علم بیان کے تینوں اجزاء کو استعارے سے تعبیر کیا ہے۔ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

مجاز مرسل ایک لفظ سے دوسرے لفظ تک پہنچنے کا اور پچھلے لفظ کو ترک کرنے کا عمل ہے۔ جب وہ لفظ جو ایک لفظ کی جگہ پر رکھا گیا

خود بھی حقیقت کا حامل ہے تو اس حقیقت سے بھی استعارہ بن سکتا ہے لہٰذا مجاز مرسل بھی استعارہ ہے۔ (شعر شور انگیز جلد چہارم: شمس الرحمٰن فاروقی)

شمس الرحمٰن فاروقی کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ استعارے میں مشابہتی نظام تہذیب اور رسومیات کا مرہون منت ہوتا ہے "StoneoneInBirdTwo"، اور "ایک تیر سے دونشانے" میں الفاظ کا تہذیبی اور رسومیاتی سیاق نمایاں ہے۔ انگریزی محاورے میں پتھر اہم ہے اور اردو میں تیر۔ شبلی نے شعر العجم کی چوتھی جلد میں استعارے کی اس نوعیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ فارسی اور اردو کا زیادہ تر استعاراتی عمل جنگ اور ظلم و تشدد کے سیاق کو پیش کرتا ہے لیکن شمس الرحمٰن فاروقی کا یہ کہنا خلاف حقیقت ہے کہ حالی اور شبلی کے نزدیک استعارہ محض تزئینی چیز ہے اس کا فطرت سے کوئی تعلق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شبلی استعارے کو ایک فطری عمل تسلیم کرتے ہیں۔ شبلی نے استعارے کی اس نوعیت کو تزئینی قرار دیا ہے جو استعارہ برائے استعارہ کے ذیل میں ہے۔ اس سلسلے میں شبلی لکھتے ہیں:

غم و رنج میں بھی بے اختیار استعارات زبان سے ادا ہوتے ہیں مثلاً کسی کا عزیز مرجاتا ہے تو کہتا ہے سینہ پھٹ گیا، دل میں چھید پڑ گئے، آسمان ٹوٹ پڑا، تجھ کو کس کی نظر کھا گئی یہ سب استعارے ہیں اس سے ظاہر ہوا کہ استعارہ دراصل فطری طرز ادا ہے لوگوں نے بے اعتدالی سے تکلف کی حد تک پہنچا دیا ہے۔ (شعر العجم جلد چہارم: شبلی نعمانی)

دوسری بات یہ ہے کہ اردو زبان کے ناقدین اول استعارہ اور مجاز مرسل میں تفریق رکھتے ہیں جب کہ فاروقی کے نزدیک مجاز مرسل استعارے کے ذیل میں ہے۔ اس اعتبار سے حالی اور شبلی کو مورد الزام ٹھہرانا منطقی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

اردو کے جدید ناقدین محمد حسن عسکری اور شمس الرحمٰن فاروقی وغیرہ زبان (Language) کو استعارہ مانتے ہیں۔ ان ناقدین کے نزدیک عام زبان کثرت استعمال کی وجہ سے مردہ استعارہ ہے۔ اس لیے ادب بالخصوص شعر میں جو استعارے استعمال ہوتے ہیں ان میں حرکت و تفاعل کے ساتھ اجنبیت کا عنصر ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ استعار زندہ ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں محمد حسن عسکری لکھتے ہیں۔ ہمارا ایک ایک فقرہ استعارہ ہوتا ہے۔ استعارے سے الگ "اصل زبان" کوئی چیز نہیں۔ کیونکہ زبان خود استعارہ ہے چونکہ زبان اندرونی تجربے اور خارجی اشیاء کے درمیان مناسبت اور مطابقت ڈھونڈنے یا خارجی اشیاء کو اندرونی تجربے کا قائم مقام بنانے کی کوشش سے پیدا ہوتی ہے اس لیے تقریباً ہر لفظ ہی ایک مردہ استعارہ ہے اصل زبان یہی ہے۔ وہ استعارہ جنہیں شاعر یا نثر نگار انفرادی طور سے تخلیق کرتا ہے چلیے عام الفاظ سے امتیاز کرنے کے لیے انہیں زندہ استعارہ کہہ لیجیے۔ (استعارہ کا خوف: محمد حسن عسکری)

محمد حسن عسکری کے نزدیک استعارے کی پیدائش کا عمل اور خواب کی پیدائش کا عمل یکساں ہے یعنی کسی تجربے کے ظہور کے لیے خارجی اشیاء کا استعمال ناگریز ہے۔ اس لیے خواب اور استعارہ ایک سکہ کے دو پہلو ہیں جن میں شعور، ذاتی لاشعور، اجتماعی لاشعور، احساس، جذبے اور خیال کے ساتھ ساتھ گرد و پیش کا ماحول کارفرما ہوتا ہے۔ استعارہ عقلی و منطقی حدود کا حامل نہیں ہوتا بلکہ استعارے

کی تعیین قدر میں یہ بات ملحوظ ہوتی ہے کہ اس کے ذریعے مخالف عناصر میں گہرا ربط اور معنی خیز تشکیل ہو سکی یا نہیں یعنی استعارہ مختلف اشیاء میں ایک ربط اور ایک وحدت قائم کرنے کا ذریعہ ہے۔

اس کے برعکس پروفیسر گوپی چند نارنگ، پروفیسر شمیم حنفی اور پروفیسر انیس اشفاق لسانیاتی نقطہ نظر سے زبان کو علامت تسلیم کرتے ہیں اور علامت و استعارے کا سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ استعارہ کے لیے مشابہت کی شرط لازم ہے جب کہ علامت فرضی (Arbitrary) ہوتی ہے یعنی شیر جانور اور لفظ شیر میں کوئی مشابہتی عنصر نہیں تہذیب نے اسے صرف شیر کا نام دے دیا ہے۔ محمد حسن عسکری اور شمس الرحمن فاروقی نے استعارہ کے ذیل میں ماہر نفسیات ینگ کے علامت کے نظریہ کا اعادہ کیا ہے۔ محمد حسن عسکری اور شمس الرحمن فاروقی نے استعارے کی اصطلاح کو وسیع معنی میں استعمال کیا ہے۔ فارسی اور اردو کے اکثر علمائے بلاغت بالخصوص رشید الدین وطواط اور دہی پرساد سحر نے استعارے کو علم بدیع کے تحت بیان کیا ہے اور علم بدیع کا اصل مقصد ہی تزئین و آرائش ہے۔ اس لیے حالی وشبلی پر نیزے برسانے سے پہلے ہمیں اس امر پر بھی غور کر لینا چاہیے کہ ان سے قبل تنقید کی صورت حال کیا تھی؟ اور استعارہ کا تصور کیا تھا؟

ڈاکٹر مظفر شہ میری نے "اردو غزل کا استعاراتی نظام" میں استعارے کے تین اغراض و مقاصد کا ذکر کیا ہے۔ () توضیح () اختصار () حسن وتاثیر۔

توضیح سے مراد یہ ہے کہ استعارہ مستعار منہ کے ذریعہ مستعار لہ کی کئی صفات کو ایک ساتھ بیان کرتا ہے یعنی معشوق کو پھول کہہ کر پھول کی تمام صفات خوشبو، رنگ، نزاکت، کشش، شگفتگی وغیرہ کا حامل بتا دیا جاتا ہے۔

اختصار سے مراد یہ ہے کہ جن کیفیات یا تجربات کو صحیح بیان کرنے کے لئے بہت سے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے استعارہ انہیں ایک لفظ میں یک لخت بیان کر دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ استعارہ معاشرتی، نفسیاتی اور تاریخی پس منظر کا حامل ہوتا ہے جس میں ایک لفظ پوری داستان کو پیش منظر میں لے آتا ہے۔

حسن وتاثیر سے مراد یہ ہے کہ استعارے کی یہ داستانوی کیفیت شعر کے معنی کو پرزور طریقے سے ظاہر کرتی ہے جس سے شعر کا اثر پوری طرح قائم ہو جاتا ہے۔

استعارے کے ان مقاصد کے علاوہ استعارہ کا سب سے بڑا مقصد تزکیہ نفس (Kathrsis) ہے۔ یہ ناممکن کو ممکن الوقوع بنا کر نفسیاتی پیچیدگیوں کا ازالہ کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ استعارہ ایک حقیقی اور فطری چیز ہے یہ شعر کا جوہر ہے جس کا قیام زبان اور تہذیبی سیاق و سباق میں ہوتا ہے۔ جب بھی لفظ اپنے سیاق و سباق میں لغوی معنے سے تجاوز کرتا ہے وہیں استعارہ قائم ہو جاتا ہے۔ یعنی استعارہ اسناد کی تفہیم سے عمل میں آتا ہے۔ جیسے میری بغل میں آفتاب ہے۔ یہاں آفتاب کا بغل میں ہونا اسناد مجازی ہے۔ آفتاب کا آسمان پر ہونا اسناد حقیقی ہے۔ اس لیے یہاں آفتاب محبوب یا کسی دوسرے شخص کے معنی کا حامل ہے جن میں آفتاب کی کچھ صفات ملحوظ ہیں۔ بغل میں محبوب

کا ہاکسی شخص کا ہونا اسناد حقیقی ہے۔اس لیے لفظ بغل کی وجہ سے آفتاب کے مجازی معنی حاصل کیے گئے۔

علمائے بیان نے استعارے کے حسن اور خوبی کے لحاظ سے چار امور پر زور دیا ہے۔() وجہ شبہ طرفین میں شامل ہو() وجہ شبہ اور الفاظ ایسے نہ ہوں کہ ان سے تشبیہ پر دلالت ہوتی ہو۔() طرفین تشبیہ میں مشابہت واضح اور جلی ہو() استعارہ مشہور تشبیہ پر قائم ہو۔

استعارے کے چار ارکان ہوتے ہیں() مستعار لہ() مستعار منہ() مستعار() وجہ جامع۔

ازل سے لرزتے رہے ہیں مژہ پر خدا جانے ٹوٹیں گے کب یہ ستارے (معین احسن جذبی)

اس شعر میں ستاروں کا استعارہ آنسوؤں سے کیا گیا ہے وجہ جامع ٹمٹمانا اور لرزنا ہے۔

دشمن مومن رہے ہیں بت سدا مجھ سے میرے نام نے کیا کیا (مومن)

اس شعر میں بت معشوق کا استعارہ ہے۔وجہ جامع سنگ دلی ہے۔

علمائے بیان نے استعارے کی تیرہ قسموں کا ذکر کیا گیا ہے جب کہ سراج الدین سکاکی نے استعارے کی دو قسمیں بیان کی ہیں () استعارہ مصرحہ() استعارہ بالکنایہ۔سکاکی کے نزدیک استعارہ کی بقیہ تمام اقسام استعارہ مصرحہ سے عبارت ہیں۔

مجاز مرسل

مجاز مرسل کا بیان

هو مجاز علاقته غير المشابهة .

(۱) كالسببية في قولك عظمت يدفلان اى نعمته التي سببها اليد .

(۲) والمسببية في قولك امطرت السماء نباتا اى مطرا نيسبب عنه لنبات .

(۳) والجزئية في قولك ارسلت العيون لتطلع على احوال العدو اى الجواسيس .

(۴) والكلية في قوله تعالىٰ (يجعلون اصابعهم في آذانهم) اى انامله‍م .

(۵) واعتبار ماكان في قوله تعالىٰ (واٰتوا اليتامى اموالهم) اى البالغين .

(۶) واعتبار مايكون في قوله تعالىٰ (انى ارانى اعصر خمرا) اى عنبا .

(۷) والمحلية نحو قرر المجلس ذلك اى اهله .

(۸) والحالية في قوله تعالىٰ (ففي رحمة الله هم فيها خالدون) اى جنته،

ترجمہ

مجاز کی پہلی قسم (استعارہ) کا کابیان ابھی گزرا آگے مجاز کی دوسری قسم مجاز مرسل کو بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ ایسا مجاز ہے جس کے معنی حقیقی اور معنی مجازی کے درمیان کا علاقہ مشابہت کے علاوہ کچھ اور ہو۔

(۱) سببیت جیسے کہ تو یوں کہے عظمت یدفلان یعنی فلاں کا وہ احسان بڑا ہے جس کا سبب ہاتھ ہے۔

(۲) مسببیت جیسے کہ تیرا یہ قول امطرت السماء نباتا یعنی آسمان نے ایسی بارش برسائی جا کا مسبب سبزیوں کا اگنا ہے

(۳) جزئیت جیسے کہ تو یوں کہے ارسلت العیون لتطلع علی احوال العدو یعنی میں نے وہ جاسوس بھیجے تا کہ دشمن کے احوال سے واقف وآگاہ ہو جائیں۔

کلیت جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے یجعلون اصابعھم فی آذانھم یعنی وہ اپنے پوروں کو اپنے کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں۔
(۵) اعتبار ما کان (یعنی ماضی کا اعتبار کیا جائے) جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے و آتوا الیتامیٰ اموالھم یعنی بالغین کو ان کو مال دے دو۔
(۶) اعتبار ما یکون (یعنی مستقبل کا اعتبار کیا جائے) جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے انی ارانی اعصر خمرا یعنی میں دیکھ رہا ہوں اپنے آپ کو (خواب میں) کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔
(۷) محلیت (یعنی مکان کا علاقہ ہو) جس طرح کہ قرر المجلس کذا یعنی مجلس والوں نے یہ فیصلہ کیا۔
(۸) حالیت: (یعنی کسی محل اور مکان میں قرار پکڑنے والی شے کا علاقہ ہو) جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ففی رحمت اللہ ھم فیھا خالدون یعنی وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی جائے رحمت جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

شرح

مجاز مرسل

عمومی قاعدہ یہ ہے کہ لفظ کو اسی معنی کے لیے استعمال کیا جائے جس کے لیے اسے وضع کیا گیا ہو۔لیکن ادیب اور شاعر بعض اوقات لفظ کو اس کے حقیقی معنی کے بجائے کسی اور معنی میں بھی استعمال کر لیتے ہیں۔اس کا مقصد کلام یا تحریر میں خوب صورتی پیدا کرنا ہوتا ہے۔لفظ کے اس استعمال کو مجاز کہتے ہیں۔اصطلاح میں مجاز وہ لفظ ہے جو اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور حقیقی و مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو بلکہ اس کے علاوہ کوئی اور تعلق ہو۔مثلاً: خاتون آٹا گوندھ رہی ہے۔ یہاں آٹا اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔یعنی آٹا سے مراد آٹا ہی ہے۔اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ اس کے ہاتھ پر زخم ہے۔ اس میں زخم انگلی، انگوٹھے، ہتھیلی یا ہاتھ کی پشت پر ہوگا، لیکن انگلی، انگوٹھے یا ہتھیلی کی جگہ ہاتھ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔اسی طرح یہ کہنا کہ فاتحہ پڑھیے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پوری سورہ فاتحہ پڑھیے، نہ کہ صرف لفظ فاتحہ۔اسی طرح اگر یہ کہا جائے کہ احمد چکی سے آٹا پسوا لایا ہے۔یہاں آٹا، گندم کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جو اس کی ماضی کی حالت ہے۔یعنی آٹا تو نہیں پسوایا گیا بلکہ گندم پسوائی گئی تھی اور آٹا بنا۔لیکن آٹا پسوانے کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بھی ادب کی اس صنف کا کثرت سے استعمال کیا ہے۔مثال کے طور پر قرآن مجید کی درج ذیل تین آیات کو ملاحظہ کریں:

يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّن بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ۔(الزمر 39:7)۔وہ تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں تین تین تاریک پردوں کے اندر تمہیں ایک کے بعد ایک شکل دیتا چلا جاتا ہے۔

اور

كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۔(ابراهیم(14:1- یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔

اور

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۔(الانعام(6:97۔اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے تاروں کو صحرا اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ معلوم کرنے کا ذریعہ بنایا۔

درج بالا آیات میں سے پہلی آیت میں لفظ ظلمات اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ ماں کے پیٹ میں حقیقتاً اندھیرا ہی ہوتا ہے۔ دوسری آیت میں ظلمات ونور کے الفاظ اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوئے۔ اس آیت میں قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس کی مدد سے لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لایا جائے۔ یہاں تاریکی سے مراد حقیقی تاریکی نہیں ہے بلکہ اس سے اخلاقی برائیاں اور راہ حق سے دوری مراد ہے۔ اسی طرح نور یا روشنی سے مراد حقیقی روشنی نہیں بلکہ سیدھا راستہ مراد ہے جو انسان کو اللہ کی طرف لے جائے۔ تیسری آیت میں لفظ ظلمات کا استعمال حقیقی یا مجازی دونوں اعتبار سے ممکن ہے۔ کیونکہ سمندر یا خشکی میں سفر کرتے ہوئے مسافر کو حقیقت میں رات کا اندھیرا بھی پیش آسکتا ہے اور راستوں کا علم نہ ہونا بھی گویا مجازی معنی میں اندھیرا ہے جو صحیح راستے سے بھٹکا سکتا ہے۔

مجاز کے اجزا

مجاز کے پانچ اجزا ہیں:

لفظ مجاز

یہ وہ لفظ ہے جسے مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔ جیسے لفظ ظلمات۔

مجازی معنی

یہ وہ معنی ہے، جسے اصل معنی کی جگہ اختیار کیا جا رہا ہو۔ مثلاً لفظ ظلمات کے اصل معنی کی جگہ اسے گمراہی یا لاعلمی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

سبب

کسی لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کرنے کی کوئی وجہ ضرور ہونی چاہیے۔ مثلاً گمراہ یا لاعلمی میں بھٹکنے والے شخص کی کیفیت اس شخص سے بہت ملتی ہے جو اندھیرے میں بھٹک رہا ہو۔ اس وجہ سے لفظ ظلمات کا گمراہی یا لاعلمی کے معنی میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

علاقہ یا تعلق

لفظ مجاز اور مجازی معنی میں کوئی تعلق ہو۔ یہی تعلق ہی لفظ کو مجازی معنی میں استعمال کرنے کا سبب بنتا ہے۔

قرینہ یا علامت

جملے میں کوئی ایسی علامت یا قرینہ موجود ہونا چاہیے جو یہ ظاہر کرے کہ لفظ کو اپنے حقیقی معنی کے بجائے مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ یہ علامت لفظ کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے اور جملے کے معنی میں پوشیدہ بھی ہوسکتی ہے۔

مجاز مرسل کی اقسام

مجاز مرسل کی مشہور اقسام یہ ہیں

جزو کہہ کر کل مراد لینا

مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ قل شریف پڑھیں، تو اس سے مراد ان چاروں سورتوں کی تلاوت ہے جن کے آغاز میں لفظ قل آتا ہے۔

کل بول کر جزو مراد لینا

یہ کہا جائے کہ کرسی ٹوٹ گئی ہے۔ اگر چہ کرسی کا کوئی بازو یا ٹانگ ٹوٹی ہوگی تو یہ کل بول کر جزو مراد لیا جائے گا۔

ظرف بول کر مظروف مراد لینا

مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ بوتل پیجیے۔ تو اس سے مراد بوتل کے اندر موجود مشروب پینا ہے۔ یا یہ کہیں کہ اس نے محفل میں کئی جام چڑھائے، تو اس سے مراد جام میں موجود شراب ہے۔

مظروف بول کر ظرف مراد لینا

اس کی مثال یہ جملہ ہے: دودھ آگ پر رکھ دیجیے۔ اس سے مراد دودھ کا برتن چولہے یا آگ پر رکھنا ہے۔

سبب کہہ کر مسبب یا نتیجہ مراد لینا

مثلاً یہ جملہ: بادل ایک گھنٹہ برسے تو چھت چار گھنٹے برستی ہے۔ بادل سبب ہے بارش کا اور بارش نتیجہ ہے۔ یہاں بادل برسنے سے بارش کا برسنا مراد ہے۔

مسبب یا نتیجہ بول کر سبب مراد لینا

مثلاً یہ جملہ: اس کے کمرے میں علم ہر طرف بکھرا پڑا تھا۔ یہاں علم سے مراد کتابیں ہیں۔ علم نتیجہ ہے کتاب خوانی کا۔ یہاں

علم بول کر علم کا سبب یعنی کتاب مراد لی گئی ہے۔

ماضی بول کر حال مراد لینا

مثلاً یہ کہنا کہ ریٹائرمنٹ کے بعد پروفیسر صاحب گھر پر ہی رہتے ہیں۔ اگر چہ ریٹائرمنٹ کے بعد آدمی پروفیسر نہیں رہتا، لیکن یہاں ماضی بول کر حال کی حالت مراد لی گئی ہے۔

مستقبل بول کر حال مراد لینا

مثلاً دوران تعلیم میں طب کے طالب علموں کو ڈاکٹر کہنا۔ اگر چہ وہ اس وقت تک ڈاکٹر نہیں بنے ہوتے، لیکن ان کی مستقبل کی حالت بول کر حال مراد لیا جاتا ہے۔

مضاف الیہ بول کر مضاف مراد لینا

مثلاً یہ کہنا کہ آج کل زمانہ بہت خراب ہے اس لیے احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہاں زمانہ سے مراد اہل زمانہ یا لوگ ہیں، جن کی خرابی کا ذکر کیا گیا ہے۔

مضاف الیہ حذف کر کے مضاف کا ذکر کرنا

یہ جملہ: بدکردار انسانوں سے سگ اصحاب بہتر ہیں۔ یہاں اصل ترکیب سگ اصحاب کہف ہے۔ کہف مضاف الیہ سگ مضاف ہے۔ یہاں کہف حذف کر کے سگ اصحاب کی ترکیب لائی گئی ہے اور کہف کو حذف کر دیا گیا ہے۔

آلہ بول کر صاحب آلہ مراد لینا

مثلاً یہ جملہ: قلم کا درجہ تلوار سے زیادہ ہے۔ یہاں قلم سے مراد اہل قلم اور تلوار سے مراد اہل سیف یا تلوار باز ہیں۔

صاحب آلہ بول کر آلہ مراد لینا

اس کا پہلا وار ہی مخالف کی گردن کو تن سے جدا کر گیا۔ یہاں صاحب تلوار بول کر آلہ یعنی تلوار مراد لی گئی ہے۔

لفظ بول کر متضاد مراد لینا

مثال کے طور پر کھیلتے ہوئے بچوں کو دیکھ کر یہ کہا جائے: کیا خوب پڑھائی ہو رہی ہے۔ اگر چہ وہ پڑھائی نہیں ہو رہی لیکن پڑھائی بول کر اس کا متضاد یعنی پڑھائی کا نہ ہونا مراد لیا گیا ہے۔

مجاز مرکب

مجاز مرکب کا بیان

المركب ان استعمل في غيرماوضع له فان كان لعلاقة غير المشابهة سمي مجاز امركبا كالجمل الخبرية اذا استعملت في الانشاء نحو قوله ۔

هواي مع الركب اليمانين مصعد ۔ جنيب وجثماني بمكة موثق فليس الغرض من هذا البيت الاخبار بل اظهار التحزن والتحرو انكانت علاقته المشابهة سمي استعارة تمثيلية كما يقال للمتردد في امرأ راك تقدم رجلا وتؤخر اخرى (۱)

ترجمہ ۔

اگر مرکب کا استعمال معنی غیر موضوع لہ میں ہو اور وہ مشابہت کے علاوہ کسی دوسرے علاقے کی وجہ سے ہو تو اسے مجاز مرکب کہیں گے جیسے کہ جملہ خبریہ جب کہ اس کا استعمال انشاء میں ہو جیسے کہ شاعر کا یہ قول ہے۔

هواي مع الركب اليمانين مصعد   جنيب و جثماني بمكة موثق

میرا محبوب یمنی قافلہ والوں کے ساتھ جا رہا ہے اسے آگے چلایا جا رہا ہے درانحالیکہ میرا جسم مکہ کے قید خانہ میں بند ہے پس اس شعر کی غرض خبر دینا نہیں ہے کہ بلکہ رنج وافسوس کا اظہار کرنا ہے۔

اور اگر اس کا علاقہ مشابہت کا ہے تو اسے استعارہ تمثیلیہ کہیں گے جیسے کہ کسی کام میں تردد کرنے والے شخص کو یوں کہا جاتا ہے اراک تقدم رجلا وتاخر اخری؛؛ میں تجھے دیکھ رہا ہوں تو اپنا ایک قدم آگے بڑھاتا ہے اور دوسرا قدم پیچھے ہٹاتا ہے۔

المجاز العقلی

مجاز عقلی

مجاز عقلی کا بیان

ھو اسناد الفعل او مافی معناہ الی غیرما ھو لہ عند المتکلم فی الظاھر لعلاقۃ نحو قولہ۔

اشاب الصغیر وافنی الکبیر

مر کر الغداۃ ومر العشی

فان اسناد الاشابۃ والافناء الی کر الغداۃ ومرور العشی اسناد الی غیرما ھو لہ اذالمشیب والمفنی فی الحقیقۃ ھو اللہ تعالیٰ۔

ومن المجاز العقلی اسناد مابنی للفاعل الی المفعول نحو (عیشۃ راضیۃ) وعسہ نحو سیل مفعم والاسناد الی المصدر نحو جد جدہ والی الزمان نحو نھارہ صائم والی المکان نحو نھر جار والی السبب نحو بنی امیر المدینۃ ویعلم مماسبق ان المجاز اللغوی یکون فی اللفظ والمجاز العقلی یکون فی الاسناد۔

ترجمہ

وہ فعل یا معنی فعل والے الفاظ کی نسبت واسناد کرنا ہے فعل یا معنی فعل کے کسی ایسے ملابس ومتعلق کی طرف جو اس فعل یا معنی کا غیر ہو جس کے لئے یہ دونوں نہیں بنائے گئے ہوں متکلم کے نزدیک اس کے ظاہر حال کے اعتبار سے کسی علاقے ومناسبت کی وجہ سے جیسے کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اشا ب الصغیر وافنی الکبیر کر الغداۃ ومر العشی

بچے کو بوڑھا کر دیا اور بوڑھے کو کوفنا کر دیا صبح اور شام کے آنے جانے نے پس اشابت اور افناء کی نسبت غدات اور مرور عشی کی جانب کرنا ایسی نسبت ہے جس کے لیے ان دونوں لفظوں کی بناء نہیں ہوئی ہے کیونکہ حقیقی مشیب اور مفنی وہ تو اللہ ہے۔

مجاز عقلی کی ایک قسم مبنی للفاعل کی نسبت کرنا ہے مفعول کی جانب جیسے کہ عشیۃ الراضیۃ (راضی رہنے والی زندگی) اور ایک قسم مبنی

للفاعل یعنی نسبت کرنا ہے فاعل کی جانب جیسے کہ سیل مفعم (بھرا ہوا سیلاب) اور ایک قسم اسناد و نسبت کرنا ہے مصدر کی طرف جیسے کہ جد جدہ (خوش قسمت ہوئی اس کی کوشش) اور ایک قسم اسناد کرنا ہے زمان کی طرف جیسے کہ نھار صائم (اس کا دن روزہ دار ہے) اور ایک قسم اسناد کرنا ہے مکان کی طرف جیسے کہ نھر جار (بہنے والی نہر) اور ایک قسم اسناد کرنا ہے سبب کی طرف جیسے کہ بنی الامیر المدینۃ (بادشاہ نے شہر بسایا)

اور سابقہ بحث سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ مجاز لغوی لفظ میں ہوتا ہے اور مجاز عقلی اسناد میں ہوتا ہے۔

شرح

مجاز عقلی اور استعارہ بالکنایہ میں فرق یہ ہے کہ مجاز عقلی میں اسناد حقیقی و غیر حقیقی ہونے پر غور کیا جاتا ہے جبکہ استعارہ بالکنایہ میں تشبیہی عنصر پر غور کیا جاتا ہے۔ سکاکی مجاز عقلی کو تسلیم نہیں کرتے ان کے نزدیک مجاز عقلی کی تمام مثالیں استعارہ بالکنایہ کے ذیل میں ہیں مثلاً دوا نے بیمار کو اچھا کر دیا یعنی دوا خدا کا استعارہ ہے، اچھا کرنا اس کا قرینہ ہے جو خدا کی صفت ہے اس لیے یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔

مشرقی شعریات میں بلاغت کے امور پر غور و فکر کرتے ہوئے بعض مقامات پر مذہبیات کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ علم بلاغت یعنی علم معنی، علم بدیع وغیرہ کی تدوین شاعری کے پس منظر میں نہیں ہوئی بلکہ ان علوم کا اولین مقصد قرآن کریم کو کتاب اللہ ثابت کرنا تھا اور اس کے بلاغتی نظام اور اثر آفرینی کو اجاگر کرنا تھا اس لیے مشرقی شعریات میں حقیقت و مجاز اور استعارہ و استعارہ بالکنایہ وغیرہ کی تمام تر بحثیں مذہبی تناظر میں کی گئی ہے۔ اس لحاظ سے جہاں اس طرح کے مسائل در پیش ہوں وہاں مجاز عقلی کا جواز صحیح نظر آتا ہے بصورت دیگر سکاکی کی رائے صحیح ہے۔

کنایہ

کنایہ کی تعریف وبیان

هي لفظ اريد به لازم معناه مع جواز ارادة ذلك المعنى ۔

نحو طويل النجاد اى طويل القامة وتنقسم باعتبار المكنى عنه الى ثلثة اقسامٍ ۔

الاول كناية يكون المكنى عنه فيها صفة لقول الخنساء ۔

طويل النجاد رفيع العماد كثير الرماد اذا ماشتا

تريد انه طويل القامة سيد كريم ۔

والثاني ۔ كناية يكون المكنى عنه فيها نسبة نحو المجدبين ثوبيه والكرم تحت ردائه تريد نسبة المجد والكرم اليه ۔

والثالث ۔ كناية يكون المكنى عنه فيها غير صفة ولانسبة كقوله الضاربين بكل ابيض مخذم ۔ والطاعنين مجامع الاضغان فانه كنى بمجامع الاضغان عن القلوب ۔

والكناية ان كثرت فيها الوسائط سميت تلويحا نحو هو كثير الرماد اى كريم فان كثرة الرماد تستلزم كثرة الاحراق ۔

وكثرة الاحراق تستلزم كثرة الطبخ والخبز وكثرتهم اتستلزم كثرة الأكلين وهى تستلزم كثرة الضيفان وكثرة الضيفان تستلزم الكرم ۔

وان قلت وخفيت اسميت رمزا نحوهو سمين خواى غبي بليد وان قلت فيهأ الوسائط اولم تكن ووضحت سميت ايماء واشارة نحو اوما رأيت المجد القى زحله ۔ فى ال طلحة ثم لم يتحول كناية عن كونهم امجادا ۔

وهناك نوع من الكناية يعتمد فى فهمه على السياق يسمى تعريضاً وهو امالة الكلام الى عرض اى ناحية كقولك لشخص يضر الناس خير الناس من ينفعهم ۔

ترجمہ

کنایہ وہ لفظ ہے جس سے اس کے معنی کے لازم کو مراد لیا جائے اصل معنی کے مراد لینے کے جواز کے ساتھ جیسے کہ طویل النجاد (یعنی لمبے قد والا)

اور کنایہ کی مکنی عنہ (جس چیز سے کنایہ کیا گیا ہو) کے اعتبار سے تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم وہ کنایہ ہے جس میں مکنی عنہ صفت ہو جیسے کہ خنساء شاعر کا یہ قول ہے۔

طويل النجاد رفيع العماد كثير الرماد اذا ماشتا

میرا بھائی لمبے پرتلے بلند ستونوں بہت راکھ والا جبکہ سردی کا زمانہ ہو اس شعر سے یہ ارادہ کر رہی ہے کہ وہ لمبے قد والا ہے سردار ہے سخی ہے۔

دوسری قسم وہ کنایہ ہے جس میں مکنی عنہ نسبت ہو جیسے کہ المجد بین ثوبیہ والکرم تحت رداءہ بزرگی اس کے دو کپڑوں کے بیچ میں ہے اور سخاوت اس کی چادر کے نیچے ہے یہ کہہ کر تو اس شخص کیطرف بزرگی اور سخاوت کی نسبت کرنا چاہتا ہے۔

اور تیسری قسم وہ کنایہ ہے جس میں مکنی عنہ نہ صفت ہو اور نہ نسبت ہو جیسے کہ شاعر کا یہ قول ہے۔

الضاربين بكل ابيض مخذم والطاعنين مجامع الاضغان

میں تعریف کرتا ہوں ہر سفید اور تیز تلوار چلانے والوں کی اور کینوں کے جمع ہونے کی جگہ نیزہ مارنے والوں کی۔

اور کنایے میں وسائط بہت ہوں تو اسے تلویح کہیں گے جیسے کہ ھو کثیر الرماد یعنی وہ سخی ہے کیونکہ چولہے کی راکھ کی کثرت مستلزم ہے لکڑیوں کے بکثرت جلنے کو اور لکڑیوں کا بکثرت جلنا مستلزم ہے روٹیوں اور کھانا پکنے کی کثرت کو اور ان دونوں کی کثرت مستلزم ہے کھانے والوں کی کثرت کو اور یہ مستلزم ہے مہمانوں کی کثرت کو اور یہ مستلزم ہے مہمانوں کی کثرت کو اور مہمانوں کی کثرت مستلزم ہے سخاوت کو۔

اور اگر وسائط کم اور مخفی ہوں تو اسے رمز نام رکھا جائیگا جیسے کہ ھو سمین رخو وہ آدمی موٹا ہے اور مالدار ہے یعنی غبی کند ذہن ہے۔

اور وسائط کم ہوں اور واضح ہوں یا وسائط ہی نہ ہوں تو اسے ایماء اور اشارہ کہیں گے جیسے کہ

او ما رایت المجد القی رحلة فی آل طلحة ثم لم يتحول

کیا تو نے نہیں دیکھا بزرگی کو کہ وہ خیمہ انداز ہوگئی طلحہ کے گھر والوں کے پاس پھر وہاں سے گئی نہیں ان لوگوں کے بزرگ اور شریف ہونے سے کنایہ کرتے ہوئے

اور یہاں کنایہ کی ایک اور قسم جس کا سمجھا جانا سیاق کلام پر موقوف ہو جیسے کہ تیرا قول اس شخص سے جو لوگوں کو تکلیف پہنچاتا ہے یوں کہنا خیر الناس من ینفعھم (لوگوں میں بہتر وہ ہیں جو لوگوں کو فائدہ پہنچائے)

کنایہ سے متعلق تفصیلات

کنایہ علم بیان کی رو سے یہ وہ کلمہ ہے، جس کے معنی مبہم اور پوشیدہ ہوں اور ان کا سمجھنا کسی قرینے کا محتاج ہو، وہ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہوا ہو کہ اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہوں۔ یعنی بولنے والا ایک لفظ بول کر اس کے مجازی معنوں کی طرف اشارہ کردے گا، لیکن اس کے حقیقی معنیٰ مراد لینا بھی غلط نہ ہوگا۔ مثلاً بال سفید ہوگئے لیکن عادتیں نہ بدلیں۔

یہاں مجازی معنوں میں بال سفید ہونے سے مراد بڑھاپا ہے لیکن حقیقی معنوں میں بال سفید ہونا بھی درست ہے۔

بقول سجاد مرزا بیگ:

کنایہ لغت میں پوشیدہ بات کرنے کو کہتے ہیں اور اصطلاح علم بیان میں ایسے کلمے کو کہتے ہیں جس کے لازمی معنی مراد ہوں اور اگر حقیقی معنی مراد لیے جائیں تو بھی جائز ہو۔

سر پہ چڑھنا تجھے پھبتا ہے پرائے طرف کلاہ — مجھ کو ڈر ہے کہ نہ چھینے ترا لمبر سہرا

سر پہ چڑھنا سے مراد گستاخ ہونا، اپنے تئیں دور کھینچنا مراد ہے اور حقیقی معنی یعنی ٹوپی سر پر رکھنا مراد ہوسکتے ہیں۔

علم بیان کی بحث میں تشبیہ ابتدائی صورت ہے اور استعارہ اس کی بلیغ تر صورت ہے۔ اس کے بعد استعارہ اور مجاز مرسل میں بھی فرق ہے۔ استعارہ اور مجاز مرسل، دونوں میں لفظ اگرچہ اپنے مجازی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، لیکن استعارہ مکمل مجاز ہوتا ہے اور اس میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہوتا ہے۔ جب کہ مجاز مرسل میں لفظ کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح مجاز مرسل اور کنایہ میں بھی فرق ہے، کنایہ میں لفظ کے حقیقی و مجازی معنی دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں جب کہ مجاز مرسل میں حقیقی معنیٰ مراد نہیں لیے جاتے، بلکہ مجازی معنیٰ ہی مراد لیے جائیں گے۔

کنایہ کی ایک مثال مشہور عرب شاعرہ حضرت خنساؓ کے قصیدہ کا یہ شعر ہے جو اس نے اپنے بھائی کے لیے کہا تھا:

طَوِيلُ النَّجَادِ رَفِيعُ العِمَادِ كَثِيرُ الرَّمَادِ إِذَا مَا شَتَا

ان کی تلوار کا نیام طویل تھا، ان کے ستون اونچے تھے، اور سردی کے موسم میں ان کے ہاں راکھ بہت ہوتی تھی۔

طویل النجاد حقیقی اور مجازی دونوں معنی میں درست ہے۔ ان کی تلوار کا نیام حقیقت میں بھی طویل ہوسکتا ہے اور یہ ان کی بہادری اور لمبے قد کی طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے۔ اسی طرح رفیع العماد کا مطلب ان کے گھر کے بلند ستون بھی ہوسکتے ہیں اور قبیلے میں ان کا بلند مقام بھی مراد لیا جاسکتا ہے۔ اور کثیر الرماد یعنی چولہے میں بہت زیادہ راکھ ہونے کا بیان ان کی سخاوت کی طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کے ہاں غریبوں کے لیے بہت زیادہ کھانا پکتا تھا اور اس کے حقیقی معنی بھی مراد لیے جاسکتے ہیں۔

کنایہ کی اقسام

کنایہ قریب

کنایہ کوئی ایسی صفت ہو جو کسی خاص شخصیت کی طرف منسوب ہو اور اس صفت کو بیان کر کے اس سے موصوف کی ذات مراد لی گئی ہو۔ مثلاً عزیز لکھنوی کے بقول:

دعوے تو تھے بڑے ارنی گوئے طور کو — ہوش اڑ گئے ہیں ایک سنہری لکیر سے

اس شعر میں ارنی گوئے طور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام مراد ہیں۔ کنایہ کی اس قسم سے توجہ فوراً ہی موصوف کی طرف مبذول ہو جاتی ہے۔

کنایہ بعید

کنائے کی اس قسم میں بہت ساری صفتیں کسی ایک موصوف کے لیے مخصوص ہوتی ہیں اور ان کے بیان سے موصوف مراد ہوتا ہے۔ لیکن وہ ساری صفتیں الگ الگ اور چیزوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس کو کنایہ بعید اور خاصہ مرکبہ بھی کہا جاتا ہے۔ مثلاً:

ساقی وہ دے ہمیں کہ ہوں جس کے سبب بہم — محفل میں آب و آتش و خورشید ایک جا

آب و آتش و خورشید کے جمع ہونے کی صفت شراب میں پائی جاتی ہے اور یہ صفات الگ الگ بھی موجود ہو سکتی ہیں۔

کنایہ سے صرف صفت مطلوب ہو

زندگی کی کیا رہی باقی امید — ہو گئے موئے سیاہ موئے سفید

اس شعر میں موئے سیاہ سے جوانی مراد لی گئی ہے اور موئے سفید بڑھاپے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

کنایہ سے کسی امر کا اثبات یا نفی مراد ہو

مثلاً یہ جملہ: زید و عمر دونوں ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ یعنی دونوں اپنی شکل و صورت یا عادات و خصائل میں ایک جیسے ہیں۔

تعریض

لغت میں تعریض کے معنی چوڑا کرنا، وسیع کرنا، بڑا کرنا، مخالفت کرنا، مزاحمت کرنا، کنایہ سے بات کہنا، اشارہ سے کوئی بات جتانا، کسی معاملے کو مشکل بنا دینا وغیرہ ہیں۔ اصطلاح میں تعریض کنائے کی اس قسم کو کہتے ہیں جس میں موصوف کا ذکر نہیں کیا جاتا۔

مثلاً اگر کوئی بادشاہ رعایا پر ظلم کر رہا ہو تو یہ کہا جائے کہ بادشاہی اس کو زیبا ہے جو رعیت کو آرام سے رکھے۔ یعنی وہ بادشاہی کے لائق نہیں ہے۔ تعریض کو بالعموم کسی پر تنقید کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی کوئی شخص کسی پر تنقید کرنا چاہتا ہے اور واضح طور پر اس کا نام بھی نہیں لینا چاہتا۔ اس میں کسی حد تک طنز کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً داغ دہلوی کا شعر ہے۔

ہم ستم کرتے ہیں اور آپ کرم کرتے ہیں　　ہمیں بدنام ہیں جھوٹے بھی ہمی ہیں بے شک

اس شعر میں داغ نے طنز کی صورت میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ آپ ہی دراصل جھوٹے ہیں اور ہم پر ستم کرتے ہیں۔ کنائے کی اس قسم کی مثال قرآن مجید کی اس آیت میں بھی موجود ہے۔ ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۔ (آل عمران)

جو لوگ اللہ کے احکام و ہدایات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں اور اس کے پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کی جان کے درپے ہو جاتے ہیں، جو خلق خدا میں عدل و راستی کا حکم دینے کے لیے اٹھیں، ان کو دردناک سزا کی خوش خبری سنا دو۔

یہاں لفظ فَبَشِّرْهُمْ میں تعریض ہے۔ اس کا معنی خوش خبری سنا دو ہے۔ جبکہ جہنم کا عذاب درحقیقت خوش خبری نہیں، بلکہ بری خبر ہے، مگر اسے بطور تعریض خوش خبری کہا گیا ہے۔

تلویح

لغت میں تلویح کے معنی زرد بنانا، گرم کرنا، کپڑوں کو چمکدار بنانا، تلوار کو صیقل کرنا، اشارہ یا کنایہ کرنا ہیں۔ اصطلاح میں کنائے کی ایسی قسم جس میں لازم سے ملزوم تک بہت سارے واسطے ہوں تلویح کہلاتی ہے۔ اس کی مثال سودا کا یہ شعر ہے۔

الغرض مطبخ اس گھرانے کا　　رشک ہے آبدار خانے کا

یہاں مطبخ کا رشک آبدار خانہ ہونا کنایہ ہے نہایت بخل سے۔ کیونکہ آبدار خانہ ہونے کو آگ کا نہ جلنا لازم ہے اور آگ کے نہ جلنے کو لازم ہے کھانے کا نہ پکنا اور کھانا نہ پکنے کو یہ بات لازم ہے کہ صاحب مطبخ نہ خود کچھ کھاتا ہے اور نہ دوسروں کو کچھ کھلاتا ہے اور اس سے بخل ثابت ہوتا ہے۔)

رمز

اردو لغت میں رمز کے معنی آنکھوں بھنوؤں وغیرہ کا اشارہ، ذو معنی بات، پہلو دار بات، مخفی بات، طعنہ دینا، اشارہ آنکھ منہ ابرو وغیرہ سینوک جھونک، مخفی یا پوشیدہ بات وغیرہ ہیں۔ ادبی اصطلاح میں رمز کنائے کی وہ قسم ہے جس میں زیادہ واسطے نہ ہوں، لیکن تھوڑی بہت پوشیدگی موجود ہو۔ مثلاً یہ شعر رمز کی ایک عمدہ مثال ہے۔

سیاہی منہ کی گئی، دل کی آرزو نہ گئی
ہمارے جامہ کہنہ سے مئے کی بو نہ گئی

اس میں جامہ کہنہ سے شراب کی بو کا نہ جانا کنایہ ہے اس سے کہ بڑھاپے تک میخواری کرتے رہے۔

ایماواشارہ

اگر کنائے میں واسطوں کی کثرت بھی نہ ہو اور کچھ پوشیدگی بھی نہ ہو تو اس کو ایماواشارہ کہتے ہیں۔ جیسے سفید داڑھی والا سے بڑھا آدمی مراد لیا جاتا ہے۔ اسی طرح میر کا یہ شعر ایماواشارہ کی عمدہ مثال ہے:

شرکت شیخ و برہمن سے میر
اپنا کعبہ جدا بنائیں گے ہم

اپنا کعبہ جدا بنانا، سب سے علیحدہ رہنے کی طرف اشارہ ہے۔
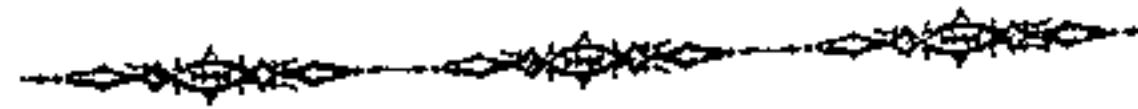
علم البدیع

علم بدیع کا بیان

علم بدیع کی تعریف و بیان

البدیع علم یعرف به وجوه تحسین الکلام المطابق المقتضی الحال وهذه الوجوه مایرجع منها الی تحسین المعنی یسمی بالمحسنات المعنویة وما یرجع منها الی تحسین اللفظ یسمی بالمحسنات اللفظیة۔

بدیع وہ علم ہے جس کے ذریعے فصیح و بلیغ کلام کی تحسین کے طریقے پہچانے جائیں، اوران وجوہ میں سے بعض تو وہ ہیں جن کا تعلق تحسین معنی سے ہے ان کو محسنات معنویہ کہیں گے۔اور بعض وہ ہیں جن کا تعلق تحسین لفظ سے ہے انہیں محسنات لفظیہ کہیں گے۔

علم بدیع کی لغوی واصطلاحی تعریف کا بیان

بدیع کے لغوی معنی بنانے والا اور انوکھے و نادر کے ہیں اور شعری اصطلاح میں اس علم کو کہتے ہیں جس میں ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا جائے جن سے کلام کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔عرف عام میں اسے صنائع بدائع کہا جاتا ہے۔یعنی یہ وہ علم ہے جس میں کلام کے حسن وخوبی کے لوازمات سے بحث کی جائے۔لیکن اس کے لیے کلام کا بلیغ ہونا پہلی شرط ہے۔کیونکہ اگر کلام لفظ ومعنی کی مطابقت سے عاری ہوگا تو اس میں حسن پیدا ہونا ممکن نہیں۔یہ حسن صورت میں بھی ہوتا ہے اور معنی ومطالب میں بھی اس مناسبت سے صنائع بدائع کی دو قسمیں ٹھہریں ایک وہ خوبیاں جن سے معنوی حسن میں اضافہ ہو،انھیں صنائع معنوی کہا جاتا ہے۔

صنائع لفظی اور معنوی سے شاعر کو اپنے تخیل کی پرواز میں مدد ملتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ ان کا استعمال برمحل ہو،اگر صفت کی خاطر صنعت برتی گئی اور شعر کہا گیا تو رمزی تاثیر مجروح ہو جائے گی۔صنائع بھی بلاغت سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ضروری ہے کہ ان سے شعر کی طلسمی تاثیر میں اضافہ ہو،نہ کہ کمی۔

یعنی صنائع بدائع میں مضمون کا بروقت اور برمحل ہونا الفاظ کا مضمون سے پوری طرح مطابقت رکھنا بیان یعنی تشبیہات، استعارات وغیرہ کا موزوں ترین استعمال اور تکلف سے عاری بدیعیات کا اہتمام اور اس کے ساتھ اسلوب میں بے ساختگی وغیرہ جیسے تمام عناصر اس میں شامل ہیں۔مضمون کی برجستگی سے مراد جو خیال پیش کیا جائے وہ اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے یا اپنے زمان ومکان کی حدود سے پوری طرح مطابقت رکھتا ہو۔اور کلام میں استعمال شدہ الفاظ میں ہم آہنگی اور ایسی چستی پائی جائے کہ اگر

یہ لفظ بھی اس میں سے خارج کر دیا جائے تو معنی میں خلل واقع ہو جائے ایسے کلام کو برجستگی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح موضوع اور طرز بیان میں بھی پوری مطابقت ہونی ضروری ہے تاکہ دونوں باہم مربوط ہو کر ایک وحدت بن جائیں، اسے اسلوب کی برجستگی کہیں گے۔ اس سلسلے میں آتش کے اشعار ملاحظہ کیجئے۔

بندشِ الفاظ جڑنے سے نگوں کے کم نہیں ‏ ‏ شاعری بھی کام ہے آتش مرصع ساز کا

بلا دیں دل نہ کیونکر شعر آتش ‏ ‏ صفا بندش ہے، معنی خوبصورت

اپنے ہر شعر میں ہے معنی تہ دار آتش ‏ ‏ وہ سمجھتے ہیں جو کچھ فہم و ذکا رکھتے ہیں

کھینچ دیتا ہے شبہ شعر کا خاکہ خیال

فکر تگیں کام اس پر کرتی ہے پرواز کالم بیان کے وہ مختلف پیرایے جو کسی بھی سادہ بیان کو پر اثر اور دلکش بناتے ہیں، وہ تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ ہیں۔

محسنات معنوية

محسنات معنویہ کا بیان

توریہ کا بیان

(۱) التورية ان يذكر لفظله معنيان قريب يتبادر فهمه من الكلام وبعيد هو المراد بالافادة لقرينة خفية نحو (وهو الذى تيوفاكم بالليل ويعلم ماجرحتم بالنهار) اراد بقوله جرحتم معناه البعيد وهو ارتكاب الذنوب و كقوله ۔

ياسيد احاز لطفا ۔ له البرايا عبيد
انت الحسين عليه السلام ولكن ۔ جفاك فينا يزيد

معنى يزيد القريب انه علم ومعناه البعيد المقصود انه فعل مضارع من زاد ۔

(۱) توریہ: یہ ہے کہ ایک ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں ایک قریبی جو کلام سے جلد سمجھ آ جائے اور دوسرا بعیدی جو کسی مخفی قرینے کی وجہ سے فائدہ دینے کے لیے مقصود و مراد ہو جیسے کہ هو الذى يتوفكم باليل ويعلم ما جرحتم بالنها (اور وہ ایسا ہے کہ رات کو تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو اس کو جانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جرحتم سے اس کا معنی بعید یعنی ارتکاب ذنوب مراد لیا ہے، اور جیسے کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

يا سيدا حاز لطفا ۔ له البرايا عبيد
انت الحسين ولكن ۔ جفاك فينا يزيد

اے وہ سردار جنہوں نے توفیقات الہیہ کو جمع کر لیا ہے اور ساری مخلوق جس کی غلام ہے آپ تو حسین ہیں، مگر آپ کا ظلم ہم پر بڑھتا جا رہا ہے۔

شرح

توریہ (ذو معنی بات) کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی بات سے ایسا معنی مراد لے جو ظاہر کے خلاف ہو، یہ دو شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

1۔ الفاظ اس معنی کا احتمال رکھتے ہوں

توریہ کی وجہ سے کسی پر ظلم نہ ہو

2۔توریہ اگر کسی نے کہا کہ میں تو،،وتد،،پر ہی سوتا ہوں،وتد ایک لکڑی کو کہتے جسے دیوار میں ٹھونک کر سامان لٹکایا جاتا ہے،(جیسے چنانچہ) اور وہ کہے کہ میری وتد سے مراد پہاڑ ہے،چنانچہ یہ توریہ درست ہوگا،کیونکہ وتد کے دونوں معانی درست ہیں اور اس میں کسی پر ظلم بھی نہیں ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے کہا کہ :،،اللہ کی قسم میں سقف (چھت) کے نیچے ہی سوؤں گا،،اور پھر چھت پر چڑھ کر سو گیا،پھر وضاحت کی کہ میں نے سقف سے مراد آسمان لیا تھا،تو یہ بھی ٹھیک ہے،کیونکہ اللہ تعالی نے آسمان کو قرآن مجید میں سقف کہا ہے،فرمایا:(وجعلنا السماء سقفاً محفوظاً) الأنبياء / 32اور ہم نے آسمان کو محفوظ سقف (چھت) بنایا۔

جبکہ توریہ اگر ظلم ڈھانے کیلئے کیا جائے تو جائز نہیں ہوگا،جیسے کسی نے ایک آدمی کا حق ہڑپ کر لیا،اور مظلوم انسان قاضی کے پاس چلا گیا لیکن اسکے پاس کوئی گواہ یا دلیل نہیں تھی تو قاضی نے ملزم سے کہا کہ تم قسم دو کہ تمہارے پاس مدعی کی کوئی چیز نہیں ہے تو اس نے قسم اٹھاتے ہوئے کہا:،، واللہ ما لـه عـنـدی شیء،، (،،ما،،نفی کیلئے ہو تو اسکا معنی ہوگا:اللہ کی قسم اسکی کوئی چیز میرے پاس نہیں) تو قاضی نے ملزم کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے اسے بری کر دیا۔

تو ملزم کو لوگوں نے بتلایا کہ جو تم نے قسم اٹھائی ہے کہ یمین غموس ہے،اور جو بھی اس طرح کی قسم اٹھاتا ہے وہ جہنم میں جائے گا، جیسے کہ حدیث میں بھی آیا ہے۔جس شخص نے بھی جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہڑپ کیا،وہ اللہ تعالی سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ اس پر غضبناک ہوگا۔

تو ملزم جواب میں کہتا ہے کہ : میں نے تو نفی کی ہی نہیں، میں نے اثبات میں جواب دیا تھا،اور،،مالہ لفظ کا مطلب میری نیت میں یہ تھا کہ یہ "ما" اسم موصول ہے یعنی میرا مطلب تھا:اللہ کی ذات کی قسم !میرے پاس اسکی چیز ہے۔

چنانچہ مذکورہ لفظ اس مفہوم کا احتمال تو رکھتا ہے لیکن یہ ظلم ہے اس لئے جائز نہیں ہوگا،یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ (تمہاری قسم اسی مفہوم میں معتبر ہوگی جس مفہوم میں قسم لینے والا سمجھے گا) اور اللہ کے ہاں اس قسم کی تاویل مفید نہیں ہوگی،اور ایسی صورت میں یہ قسم جھوٹی تصور ہوگی۔

ایسے ہی اگر ایک آدمی کی بیوی پر کسی نے تہمت لگادی حالانکہ وہ تہمت سے بری تھی،تو اس آدمی نے کہہ دیا اللہ کی قسم یہ میری بہن ہے۔اور یہاں پر بہن سے مراد اسلامی بہن لیا تو یہ توریہ درست ہوگا،کیونکہ وہ واقعی اسکی اسلامی بہن ہے جس پر ظلم کیا جا رہا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بہ طور توریہ کلام کرنے کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کبھی جھوٹ نہیں بولا علاوہ تین بار بہ طور توریہ کے اور ان میں سے بھی دو جھوٹ اللہ کے لئے بولے تھے۔ان میں ایک تو ان کا یہ کہنا تھا کہ میں آج علیل سا ہوں۔دوسرا یہ کہنا تھا کہ بلکہ یہ کام بڑے بت نے کیا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حضرت ابراہیم علیہ

السلام کی زبان سے جو تیسرا جھوٹ نکلا تھا وہ ان کا یہ کہنا تھا کہ "یہ میری بہن ہے" اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی بیوی سارہ (ہجرت کر کے ملک شام کی طرف جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک بڑے ظالم و جابر حاکم کے شہر سے ہوا چنانچہ اس حاکم کو بتایا گیا کہ یہاں (اس شہر میں) ایک شخص آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایک حسین و جمیل عورت ہے، اس حاکم نے یہ سنتے ہی ایک گماشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بلانے کے لئے بھیجا اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو اس نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون عورت ہے اور تمہاری کیا لگتی ہے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا کہ یہ میری بہن ہے۔ پھر انہوں نے سارہ کے پاس واپس آ کر ان کو اس جابر حاکم کے برے ارادے سے نجات پانے کی تدبیر بتائی اور کہا کہ اگر اس ظالم کو معلوم ہو گیا کہ تم میری بیوی ہو تو تمہیں زبردستی مجھ سے لے گا پس اگر وہ تمہارے اور میرے تعلق کے بارے میں پوچھے تو اس کو بتانا کہ تم میری بہن ہو اور اس میں کوئی شبہ بھی نہیں کہ تم دین کے رشتہ سے میری بہن ہو لہٰذا خود کو میری بہن بتاتے وقت دینی اخوت کی نیت کر لینا اور یہ نیت اس لئے بھی صحیح ہوگی کہ اس سرزمین پر سوائے میرے اور تمہارے کوئی دوسرا مؤمن نہیں ہے۔

لہٰذا اس ظالم نے ایک گماشتہ بھیج کر حضرت سارہ کو طلب کیا اور ادھر تو حضرت سارہ اس کے پاس لے جائی گئیں ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام (اپنی قیام گاہ پر) نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے سارہ جب اس ظالم کے پاس پہنچیں تو وہ اس کا حسن و جمال دیکھ کر ازخود رفتہ ہو گیا اور یا تو ان سے پوچھے اور تحقیق کئے بغیر کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کیا رشتہ رکھتی ہیں، یا پوچھنے اور سارہ کے یہ کہنے کے باوجود یکہ وہ ابراہیم علیہ السلام کی بہن ہیں اس نے ان پر ہاتھ ڈالنا اور ان کی عفت و عصمت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا چاہا مگر اللہ تعالیٰ نے سارہ کی مدد کی اور وہ ظالم پکڑا گیا۔ ایک روایت میں یا تو فاخذ کی بجائے یا اس لفظ کے ساتھ مزید غط کا لفظ بھی نقل کیا گیا ہے بہر حال وہ عتاب الٰہی کی گرفت میں آنے کے بعد زمین پر پیر مارنے لگا یعنی جس طرح کوئی آسیب زدہ یا مرگی میں مبتلا شخص زمین پر زور زور سے پاؤں پٹختا ہے اسی طرح وہ بھی اپنے پیر پٹخنے لگا پھر اس نے سارہ سے کہا کہ میں اپنے ارادہ بد سے باز آیا تم اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا یعنی تمہارے ساتھ کوئی تعرض نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت سارہ نے دعا کی اور اس ظالم کی خلاصی ہو گئی لیکن اس نے دوبارہ دست درازی کرنی چاہی اور پھر پہلے کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت عتاب الٰہی میں پکڑا گیا اس نے پھر حضرت سارہ سے کہا کہ اللہ سے دعا کرو کہ وہ مجھے اس مصیبت سے نجات دے اور میں اب صدق دل کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا حضرت سارہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اس ظالم کی گلوخلاصی ہو گئی۔ اس کے بعد اس ظالم اپنے دربانوں میں کسی کو بلایا اور کہا کہ تو میرے پاس انسان کو نہیں لایا ہے (کہ جس پر قابو پا سکتا) بلکہ تو کسی جن کو میرے پاس لے آیا ہے کہ اس پر قابو پانے کے بجائے خود الٹا مصیبت میں پھنس جاتا ہوں یہ تو تو نے میرے لئے موت کا سامان فراہم کر دیا ہے۔

پھر اس نے سارہ کی خدمت کے لئے ہاجرہ نامی ایک لونڈی دی اور ان کو واپس بھیج دیا سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس

واپس پہنچیں تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے کیونکہ اس وقت تک ان کو اس ظالم کے پنجہ سے سارہ کی رہائی کی خبر نہیں ہوئی تھی، وہ بدستور نماز میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھے اور سارہ کی باعفت وعافیت واپسی کی دعائیں مانگ رہے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا تو نماز ہی میں اپنے ہاتھ کے اشارے سے پوچھا کا حال ہے اور تم پر کیا بیتی؟ حضرت سارہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کافر کی بدنیتی کو اس کے سینے میں ہی لوٹا دیا (یعنی اس نے مجھے اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے لئے جس بدنیتی کا اظہار کیا وہ الٹے اس کے گلے پڑ گئی، مجھے تو وہ کوئی نقصان پہنچا نہیں سکا خود عذاب الٰہی میں ضرور پھنس گیا تھا) اور اس نے خدمت کے لئے ہاجرہ کو میرے ساتھ کر دیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (یہ حدیث بیان کرنے کے بعد) کہا کہ اے آسمان کے پانی کے بیٹو! یہی ہاجرہ تم سب کی ماں ہیں۔ (بخاری ومسلم، مشکوۃ شریف: جلد پنجم: حدیث نمبر 269)

ابہام کا بیان

(۲) الابهام ایراد الکلام محتملا لوجهین متضادین نحو۔

بارك الله للحسن ولبوران فی الختن

یا امام الهدی ظفر ت ولکن نبیت من

فان قوله بنیت من یحتمل ان یکون مدحا لعظمة وان یکون ذما للدناءة۔

ترجمہ

(۲) ابہام: وہ کلام کا اس طور پر لانا ہے کہ دو متضاد وجہوں کا احتمال رکھے جیسے کہ شاعر کا قول۔

بارك الله للحسن ولبوران فی الختن

یا امام الهدیٰ ظفر ت ولکن بنت من

اللہ برکت دے حسن اور اس کی بیٹی بوران کو دامادی کے رشتے میں، اے ہدایت کے پیشوا تو کامیاب ہو گیا لیکن اس کی لڑکی سے شادی کر کے۔

پس شاعر کا قول بنت من اس بات کا بھی احتمال رکھتا ہے کہ وہ کسی عظمت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے تعریف کے طور پر یہ کہا ہو یا کسی حقارت کی طرف اشارہ کرنے کے لیے مذمت کے طور پر کہا ہو۔

شرح

ابہام

ابہام عربی زبان کا لفظ ہے جس کے لغوی معنی ہیں پوشیدگی، صراحت کی ضد۔ اصطلاح میں ابہام سے مراد شاعر کے مقصد کی ایسی پوشیدگی سے ہے جس کی تفہیم کے لیے کئی وضاحتیں کرنا پڑیں اور ان وضاحتوں کے بعد بھی صحیح اور قطعی معنی کی دریافت میں

تشنگی کا احساس ہو۔ یعنی شعر کا مفہوم آخری کوشش تک غیر قطعی رہے۔ ابہام تذکروں کی اصطلاح ہے گلشن بے خار میں شیفتہ نے ابہام کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ابہام کی وضاحت کرتے ہوئے شمس الرحمٰن فاروقی لکھتے ہیں۔

وہ شعر جو لغت کی مدد سے نہ سمجھا جا سکے مبہم ہوگا۔ سہل ممتنع کا شعر بھی مبہم ہوسکتا ہے اور نہایت فارسی آمیز شعر بھی ابہام سے عاری ہوسکتا ہے۔ ابہام کی دوسری شکل یہ ہوتی ہے کہ شعر پہلی نظر میں ایسے مطالب کا حامل نظر آئے جو نیم روشن ہوں لیکن غور و فکر اور ہر لفظ کے تفاعل کے جانچنے پرکھنے کے بعد اس کے تمام نکات واضح ہو جائیں اور یہ محسوس ہو کہ ہم اس شعر سے اور زیادہ معنی حاصل نہیں کر سکتے ابہام کی آخری منزل یہ ہوتی ہے کہ پورے غور و فکر اور تمام الفاظ کی توجیہہ کے بعد بھی یہ محسوس ہو کہ ابھی اس کنویں کو کھنگالا جائے تو کوئی ڈول پانی ہے۔ (شعر غیر شعر اور نثر: شمس الرحمٰن فاروقی)

مغربی ناقد امپسن نے میں ابہام کی سات قسمیں بیان کی ہیں۔

() اظہار کی کثیر معنویت () دو یا زائد معنی کی آمیزش () ابہام یعنی ایک لفظ سے دو معنوں کی ترسیل () فنکار کی فکری پیچیدگی () دو یا زائد الفاظ سے معنوی یکسانیت کا اظہار () معنوی تضاد () معنوی تضاد کے اظہار میں فنکار کی مقصد سے لاتعلقی۔

(مشمولہ: فرہنگ ادبیات: سلیم شہزاد)

امپسن نے ابہام کے ذیل میں ایہام کو بھی شامل کیا ہے لیکن اردو تنقید میں ایہام اور ابہام میں واضح فرق کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ابہام کی چار صورتیں بیان کی جا سکتی ہیں۔

() سادہ ابہام: ایسا شعر جس میں کوئی لفظ یا مضمون مشکل نہ ہو اور شعر کے معنی ذرا سی غور و فکر کے بعد واضح ہو جائیں، سادہ ابہام کا حامل ہوتا۔

اچھا تو تم ایسے تھے   دور سے کیسے لگتے تھے   (شارق کیفی)

اس شعر میں کوئی لفظ مشکل نہیں ہے لیکن شعر کے معنی غیر قطعی ہیں یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دور سے دیکھنے والا اچھا ہے یا برا ہے پہلے مصرع کے اسلوب پر ذرا سا غور کرنے پر یہ واضح ہوتا ہے کہ دور سے دیکھنے والے نے قریب سے دیکھنے پر شے کو اپنے معیار سے کم پایا ہے۔ ایسے اور کیسے الفاظ مبہم ہیں لیکن شعر کے خیال اور اسلوب کے لحاظ سے اشیاء سے قطع نظر صفات کی سطح پر ایک یا دو توضیحات سے شعر کے مکمل معنی روشن ہو سکتے ہیں۔

ابہام کی اقسام کا بیان

(۱) ہلکا ابہام: ایسا شعر جس میں کوئی لفظ یا مضمون مشکل نہ ہو لیکن شعر کے کسی ایک لفظ یا فقرے کی وجہ سے شعر کے معنی آخری تجزیہ تک غیر قطعی اور غیر متعین رہیں ہلکے ابہام کا حامل ہوتا ہے۔

کہا میں نے گل کا ہے کتنا ثبات   کلی نے یہ سن کر تبسم کیا (میر)

اس شعر کی توضیح کرتے ہوئے نیر مسعود لکھتے ہیں:

یہ ہلکے ابہام کی شکل ہے۔ شاعر نے یہ نہیں بتایا کہ کلی نے یہ تبسم کیوں کیا اس تبسم کی مختلف توضیحیں کی گئیں ان توضیحوں کے بعد بھی شعر مبہم رہتا ہے اس لیے کہ شاعر نے صرف اتنا بتایا ہے کہ کلی نے تبسم کیا، یہ نہیں بتایا کہ تبسم کے وسیلے سے کلی نے کیا بتایا۔
(اردو شعریات کی چند اصطلاحیں: نیر مسعود، مشمولہ اُردو شعریات: مرتبہ آل احمد سرور)

(۲) گہرا ابہام: ایسا شعر جس کا لفظی مفہوم آسان ہو لیکن شعر کے لہجے، خیال اور الفاظ کے ہیولے سے قطعی معنی کے تعین کے لیے بہت سے سوالات پیدا ہوں اور ہر سوال ناقابل حل ہو، گہرے ابہام کا حامل ہوتا ہے۔

نک تو رہ اے بنائے ہستی تو تجھ کو کیسا خراب کرتا ہوں (میر)

اس شعر کا لفظی مفہوم یہ ہے کہ اے ہستی تری عمارت، تری بنیاد قائم ہو جائے پھر تجھے دیکھ میں کیسا خراب کرتا ہوں۔ بقول شمس الرحمن فاروقی اس مفہوم سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہستی کی بنا کیوں قائم نہیں ہو رہی ہے؟ شاعر اس کو خراب کرنا کیوں چاہتا ہے؟ وہ اس بنائے ہستی کو کیسے خراب کرے گا؟ بنائے ہستی خراب ہو گی بھی یا نہیں؟ وغیرہ سوالات کے جوابات کی شعر میں کوئی وضاحت نہیں کی گئی ہے۔ بس ایک واقعہ کا ذکر ہے۔ اس واقعے کے پس منظر کی وضاحت قاری پر چھوڑ دی گئی ہے اس طرح یہ شعر گہرے ابہام کا حامل ہے۔

میں وہ پژمردہ سبزہ ہوں کہ ہو کر خاک سے سرزد یکا یک آ گیا اس آسماں کی پائمالی میں (میر)

اس شعر میں شاعر نے خود کو پژمردہ سبزہ کیوں کہا؟ یہ پژمردگی آسمان کی پائمالی کے بعد ہوئی کہ پیدا ہی پائمال ہوا؟ آسمان نے اسے پژمردہ اور پائمال کیوں کیا؟ وغیرہ سوالات شعر کے لفظی مفہوم سے پیدا ہوتے ہیں جن کی شعر میں کوئی وضاحت نہیں ہے۔

وہ تو بتا رہا تھا کئی روز کا سفر زنجیر کھینچ کر جو مسافر اتر گیے (ہوش نعمانی)

وہ سفر کا حال کس کو بتا رہا تھا؟ وہ سفر کس چیز میں کر رہا تھا؟ سفر کیوں کر رہا تھا؟ پھر اچانک زنجیر کھینچ کر کیوں اتر گیا؟ کیا اسے کوئی حادثہ پیش آیا؟ یا وہ کوئی چیز کہیں بھول گیا تھا جس کے ایک دم یاد آنے پر اسے اترنا پڑا وغیرہ سوالات کی شعر میں وضاحت نہیں کی گئی ہے۔

(۳) پیچیدہ ابہام: ایسا شعر جس میں پیچیدگی بھی ہو اور ابہام بھی ہو، پیچیدہ ابہام کا حامل ہوتا ہے۔ ایسا شعر الفاظ کی سطح پر آسان ہوتا ہے لیکن اس کے مصرع اولیٰ کا مضمون مصرع ثانی کے مضمون سے قیاسی، تعلیلی یا مقدوری ربط رکھتا ہے یا اس کے ذیلی مضامین کی راست ترتیب نہ ہو کر گھماودار ترتیب ہوتی ہے جس کی وجہ سے پہلی سطح پر شعر کا لفظی مفہوم آسانی سے نہیں کھلتا شعر کا لفظی مفہوم کھلنے کے بعد پیدا ہونے والے سوالات کے غیر قطعی جوابات کی وجہ سے شعر کے معنی غیر قطعی رہتے ہیں۔

یہ رنگ زار ہے اپنا پروں پہ تتلی کے دھنک ہو خود میں تو پھولوں سے استفادہ کیا (اظہر عنایتی)

اس شعر میں رنگ زار گل زار کے قیاس پر بنایا گیا ہے جہاں گل ہوں وہ گلزار ہے اور جہاں رنگ ہوں وہ رنگ زار ہے۔ اس شعر کا لفظی مفہوم یہ ہے کہ تتلی جو کہ اپنے پروں کی وجہ سے رنگین ہے وہ رنگوں کے لیے پھولوں سے استفادہ کیوں کرتی ہے اسے پھولوں

سے استفادہ نہیں کرنا چاہیے کیوں کہ ایک پھول ایک رنگ کا حامل ہوتا ہے اور تتلی خود میں ساتوں رنگ دھنک کے رکھتی ہے۔ اس شعر میں لفظ اپنانے ابہام پیدا کر دیا ہے یہ رنگ زار تتلی کا ہے کہ شاعر کا یعنی رنگ تو انسان کی آنکھوں میں ہوتے ہیں اگر وہ کور ہو جائے تو اسے کہیں رنگ دکھائی نہ دے گا۔ اس شعر میں رنگ زار کا تتلی کے پروں پر ہونا، خود میں دھنک ہونا اور پھر پھولوں سے استفادہ کرنے کے ذیلی مضامین میں مقدر دی ربط ہے۔ جس کی وجہ سے علمی سطح پر شعر کا لفظی مفہوم آسانی سے نہیں کھلتا۔

سورج کو چونچ میں لیے مرغا کھڑا رہا　　کھڑکی کے پردے کھینچ دیے رات ہوگئی　(ندا فاضلی)

اس شعر کا لفظی مفہوم یہ ہے کہ مرغا صبح کاذب کے ہوتے ہی اذان دیتا ہے اس لیے سورج کی روشنی سے بچنے کے لیے کھڑکیوں کے پردے کھینچ کر دوبارہ رات کا سماں پیدا کر لیا گیا ہے اور مرغا اذان سحر سے محروم رہا۔ اس شعر میں پہلا ابہام متکلم کی غیر قطعیت کی وجہ سے ہے۔ دوسرے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رات کے منظر کا اعادہ کیوں کیا گیا؟ یعنی رات کا اعادہ اس لیے کیا گیا کہ عیاشی برستور چلتی رہے یا اس لیے کہ غم کی کیفیت مستقل رہے یا اس لیے کہ سورج کی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے یا اس لیے کہ مرغا اذان سحر نہ دے سکے وغیرہ۔ اس شعر میں مصرع اولیٰ اور مصرع ثانی کے مضامین میں دور کا ربط ہے جس کی وجہ سے شعر کا لفظی مفہوم آسانی سے سمجھ میں نہیں آتا۔ ۶۰ء کے بعد کی جدید غزل کا بیشتر حصہ پیچیدہ ابہام کا حامل ہے جس کی وجہ سے ترسیل و ابلاغ کا مسئلہ پیدا ہونا لازمی تھا۔

ایرانی و عرب شعریات میں ابہام شعر کا حسن ہے اور شعریت کی صفت ہے لیکن تذکراتی دور سے لے کر ترقی پسندی تک اردو تنقید میں ابہام کو شعری نقص قرار دے کر اسے اغلاق اور اہمال کی مترادف اصطلاح کے طور پر برتا گیا اور اسے ترسیل کی ناکامی قرار دیا گیا۔ بیسویں صدی کی غزل پر روشنی ڈالتے ہوئے عبدالسلام ندوی لکھتے ہیں:

شعرائے لکھنو کی مبتذل روش کو چھوڑ کر دور جدید کے غزل گو شعراء نے مومن و غالب کی پیچیدہ روش اختیار کی اس لیے ان کے کلام کا ایک حصہ سادگی اور روزمرہ کی پابندی کے وصف سے معرا ہو کر اغلاق و ابہام بلکہ اہمال کے درجے تک پہنچ گیا۔

(شعر الہند جلد اول)

جدید تنقید نے مشرقی شعریات یعنی ہند، عرب اور ایرانی شعریات کی روشنی میں ابہام کی بازیافت کر کے اسے شعریت کا اہم عنصر قرار دیا۔ اس سلسلے میں شمس الرحمن فاروقی لکھتے ہیں۔ شاعری کی تیسری اور آخری پہچان ابہام ہے جدلیاتی لفظ یا ابہام میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ (شعر غیر شعر اور نثر)

دراصل ابہام شعر کی وہ اعلیٰ صفت ہے جو شعر کو فطرت کا ایک مظہر اور تخلیق الٰہی کا ایک نمونہ بنا دیتی ہے یعنی جس طرح کائنات کی ہر شے ایک سوال ہے اور تلاش معنی کے لیے دعوت فکر دیتی ہے اسی طرح مبہم شعر قاری کی فکر کو مہمیز کرتا ہے اور بصیرت افروزی کی دعوت دیتا ہے۔ اس لیے صریح یا قطعی شعر کے مقابلے میں مبہم شعر کا درجہ بلند ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ مشرقی جمالیات میں ظاہری حسن کے مقابلے میں پوشیدہ حسن زیادہ کشش اور جاذبیت کا باعث ہوتا ہے، اس سے زیادہ معنی خیز پیدا ہوتے ہیں۔

روک لو گر غلط چلے کوئی　　بخش دو گر خطا کرے کوئی　　(غالب)

لوگ یوں کہتے ہیں اپنے قصے　　جیسے وہ شاہ جہاں تھے پہلے　　(اظہر عنایتی)

فریب دیجیے لیکن ذرا سلیقے سے　　حضور سوئی سے نیزے نہیں بدل جاتے　　(مظفر حنفی)

مندرجہ بالا اشعار میں ابہام نہیں ہے معنی واضح ہیں۔

توجیہ کا بیان

(۳) التوجیہ افادة معنی بالفاظ موضوعة له ولکنها اسماء لناس اوغیرهم کقول بعضهم یصف نهرا۔

اذا فاخرته الریح ولت علیلة . باذیال کثبان الثری تتعس به الفضل یبدو والربیع وکم غدا .

به الروض یحیی وهولاشك جعفی فالفضل والربیع ویحیی وجعفر اسماء ناس وکقوله ۔

وما حسن بیت له زخرف　　تراه اذا زلزلت لم یکن

فان زخرفا و اذ زلزلت ولم یکن .　　اسماء سور من القرآن

ترجمہ

(۳) توجیہ: وہ کسی ایسے الفاظ کے ذریعے معنیٰ کا فائدہ دینا ہے جو اس کے لیے بنائے گئے ہوں مگر وہ انسان وغیرہ کے نام ہوں جیسے کہ کسی شاعر نے ایک ندی کی تعریف میں یہ کہا۔

اذا فاخرته الریح ولت علیلة　　باذیال کثبان الثریٰ تتعثر

به الفضل یبدو والربیع وکم غدا　　به الروض یحیٰ وهو لا شك جعفر

جب فخر کرنے میں ہوا اس پر غالب آتی ہے تو خوشبودار ہو کر لوٹتی ہے نمناک ریت کے تودوں کے دامنوں کے پاس رک جاتی ہے، اس سے فضیلت اور موسم ربیع ظاہر ہوتا ہے اور کتنے ہی باغات اس کی وجہ سے زندہ ہیں اور وہ چیز یقیناً ندی ہے پس فضل اور ربیع اور یحیٰ اور جعفر انسانوں کے نام ہیں اور جیسے شاعر کا یہ شعر ہے۔

وما حسن بیت له زخرف　　تراه اذا زلزلت لم یکن

اور اس گھر کی کیا خوبصورتی جس پر ملمع کاری کی گئی ہو، اگر وہ ہلایا جائے تو اے مخاطب تو یوں سمجھے گا کہ یہاں کوئی مکان تھا ہی نہیں پس زخرف اور اذا زلزلت اور لم یکن یہ قرآن کریم کی سورتوں کے نام ہیں۔

صنعتِ توجیہ کا بیان

اس کو محتمل الضدین بھی کہتے ہیں۔ کلام سے مدح اور ذم یعنی دو ایسے مطلب نکلتے ہوں جو ایک دوسرے کی ضد ہوں جیسے۔ ع

ایک قطرہ ہے سمندر ترے منہ کے آگے

اس کے دو معنی نکلے۔ (۱) تیرے منہ کے سامنے سمندر کی حقیقت ایک قطرہ کے برابر ہے۔ یعنی ترا منہ بہت کشادہ ہے۔

(۲) ترے منہ کے سامنے ایک قطرہ سمندر کی حیثیت رکھتا ہے۔ گویا ترا منہ نہایت تنگ ہے۔

طباق کا بیان

(۴) الطباق هو الجمع بين معنيين متقابلين نحو قوله تعالى .

(وتحسبهم ايقاظا وهم رقود) ولكن اكثر الناس لايعلمون يعلمون ظاهرا من الحيوٰة الدنيا .

(۴) طباق: وہ دو متقابل معنوں کو جمع کرنا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وتحسبهم ايقا ظا وهم رقود (اور تو انہیں بیدار سمجھے گا حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں) ولكن اكثر الناس لا يعلمون يعلمون ظاهرا من الحياة الدنيا (اور لیکن بہت لوگ نہیں جانتے جانتے ہیں اوپر اوپر دنیا کے جینے کو)

شرح

صنعت طباق یا تضاد ایسی صنعت ہے جس میں شاعر کلام میں ایسے الفاظ لاتا ہے جو باہم متضاد و متقابل ہوں۔ یہ متضاد الفاظ اسم فعل یا حرف کسی بھی شکل میں ہوں اس صنعت کو مطابقت، تکافو یا تطبیق بھی کہتے ہیں۔

سوادِ شامِ سفر ہے جلا جلا سا منیرؔ ۔۔۔ خوشی کے ساتھ عجب سا ملال بھی ہے مجھے

اے منیر! آزاد ہو اس سحر یک رنگی سے تو ۔۔۔ ہو گئے سب زہر یکساں، سب نباتیں ایک سی

درج بالا اشعار میں "خوشی" اور "ملال"، "زہر" اور "نباتیں" متضاد کیفیات کے حامل ہیں۔ تضاد کی کیفیت دو طریقوں سے پیدا ہوتی ہے جن کی بنا پر اس صنعت کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ تضادِ ایجابی اور سلبی۔ تضادِ ایجابی اُس وقت جنم لیتی ہے جب کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال ہو جو ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ مثلاً دن، رات اور صبح، شام وغیرہ۔ منیر نیازی کے ہاں اس کی مثالیں ملاحظہ ہوں:

قدیم قریوں میں موجود تُو خدائے قدیم ۔۔۔ جدید شہروں میں بھی تجھ کو رونما دیکھا

یہ جبر مرگِ مسلسل ہی زندگی ہے منیرؔ ۔۔۔ جہاں میں اس پہ کبھی اختیار کس کا تھا

پہلے شعر میں "قدیم" اور "جدید" متضاد الفاظ ہیں۔ دوسرے شعر میں "جبر" کا متضاد "اختیار" اور "مرگ" کا متضاد "زندگی" ہے۔ اس طرح صنعت تضاد ایجابی ظاہر ہوتی ہے۔ تضاد سلبی میں حروف نفی کے ذریعے تضاد کی صورت پیدا کی جاتی ہے۔ مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو:

نگاہِ آئینہ معلوم، عکس نا معلوم ۔۔۔ دکھائی دیتا ہے جو اصل میں چھپا ہی نہ ہو

اس شعر میں لفظ "معلوم" کے ساتھ حرف نفی "نہ" کے استعمال سے صنعت تضاد سلبی پیدا ہوئی ہے۔

مقابلہ کا بیان

(۵) من الطباق المقابلة وهوان يؤتى بمعنيين او اكثرثم يؤتى بما يقابل ذلك على الترتيب ۔ نحو قوله تعالى (فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا ۔)

ترجمہ

(۵) مقابلہ: طباق کی ایک قسم مقابلہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دو یا زیادہ معانی اور ان دونوں کے مقابل کو بھی ترتیب وار لایا جائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ فليضحكوا قليلا وليبكوا كثيرا (چاہیے کہ ہنسیں تھوڑا اور روویں زیادہ)

تدبیج کا بیان

(٦) ومنه التدبيج وهو التقابل بين الفاظ الالوان ۔

كقوله ۔

تردى ثياب الموت حمر افما اتى لها الليل الاوهى من سندس خضر

ترجمہ

(٦) تدبیج: طباق کی ایک قسم تدبیج ہے اور وہ الفاظ الوان کو ایک دوسرے کے مقابل لانا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ قول ہے۔

تردى ثياب الموت حمرا فما اتى لها اليل الا وهي من سندس خضر

اس نے موت کے کپڑے پہن لیے اس حال میں کہ وہ سرخ تھے ان کپڑوں پر ایک رات بھی نہیں گزری کہ وہ سبز ریشم سے تبدیل ہو گئے۔

شرح

صنعت تدبیج کو بھی طباق ہی کی ایک قسم سمجھا جاتا ہے۔ کلام میں رنگوں کا ذکر ایہام و کنایے کے پیرائے میں کرنا صنعت تدبیج کہلاتا ہے۔ منیر نیازی کی غزل میں رنگ جہانِ معانی کے در وا کرتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

بہنے لگی ہے ندی اک سُرخ رنگ مے کی اک شوخ کے لبوں کا لعلیں ایاغ چھلکا

یوں تو ہے رنگ زرد مگر ہونٹ لال ہیں صحرا کی وسعتوں میں کہیں گلستاں تو ہے

پہلی مثال میں سُرخ رنگ رومان و شیفتگی کی علامت ہے جب کہ دوسرے شعر میں صحرا کی تجسیم کی گئی ہے جو اُس کی صفات سے متعلق ہے۔ زرد رنگ عدم حیات اور لال رنگ تخریب وفنا کی علامت ہے۔

ادماج کا بیان

(۷) الادماج ان يضمن كلام سيق لمعنى معنى اخر نحو قول ابى الطيب ۔

اقـلـب فـيـه اجـفـانـي كـانـي اعـدبـهـا عـلـى الـدهـر الذنوبـا

فـانـه ضـمـن وصف الليل بالطول الشـكـايـة مـن الـدهـر

ترجمہ

(۷)ادماج:ایک معنی میں چلائے جانے والے کلام میں دوسرے ایک معنی کوشامل و متضمن کیا جائے جس طرح کہ ابوطیب متنبی کا یہ شعر ہے۔

اقلب فيه اجفاني كاني اعد به على الدهر الزنوبا

میں اس رات میں اپنی پلکوں کو اس قدر کثرت سے پلٹتا تھا کہ گویا اس کے ذریعے زمانے کے گناہوں کو شمار کرتا تھا۔پس اس شاعر نے زمانے کی شکایت کورات کی لمبائی کے وصف کے ساتھ متضمن کردیا۔

استتباع کا بیان

(۸) ومـن الادمـاج مايسمى بالاستتباع وهو المدح بشيء على وجه يستتبع المدح بشيء اخر كقول اخوارزمى ۔

سمح البديهة ليس يملك لفظه فكانما الفاظه من ماله

ترجمہ

(۸)استتباع: ادماج کی ایک اورقسم ہے جسے استتباع کہتے ہیں وہ کسی چیز کی اس طرح تعریف کرنا ہے جس کے نتیجے میں ایک اور چیز کی مدح خود بخود حاصل ہو جائے جس طرح کہ خوارزمی کا یہ شعر ہے۔

سمع البديهة ليس يمسك لفظه فكانما الفاظه من ماله

میرا ممدوح ایسا بدیہہ گو وحاضر جواب ہے کہ اپنے الفاظ میں بخل نہیں کرتا ہے گویا کہ اس کے الفاظ اس کے مال کی جنس سے ہوں۔

شرح

صَنعتِ استتباع۔ بروزن استعداد۔ بمعنی منہ پیچھے کرنے کی خواہش کرنا۔یعنی کسی کی مدح اس طرح کی جائے کہ ایک مدح اور ہو جیسے

آتش قہر سے ہو جائے جہاں خاک سیاہ   موجزن گر نہ رہے، مہر کا دریا تیرے

یہاں قہر اور مہر دونوں حقیقتیں پائی جاتی ہیں۔

مراۃ نظیر کا بیان

(۹) مراعاة النظير هي جمع امرو ما يناسبه لابالتضاد كقوله ۔

اذا صدق الجدا فترى العم للفتى   مكارم لاتخفى وان كذب الخال

ففد جمع بين الجد والعم والخال . والمراد بالاول الحظ وبالثانى عامة الناس وبالثالث الظن .

ترجمہ

(۹) مراعات نظیر: وہ چند ایسی چیزوں کو جمع کرنا ہے جن کے درمیان تناسب ہو تضاد نہ ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا صدق الجد افترى العم للفتٰى   مكارم لا تخفىٰ وان كذب الخال

جب کہ نصیبہ یاوری کرتا ہے تو عوام الناس تہمت لگاتے ہیں، نوجوان کے ایسے عمدہ اخلاق ہیں جو مخفی نہیں رہتے اگرچہ خیال تکذیب کرے پس شاعر نے جد، عم اور خال کو اکٹھا کر دیا ہے اور پہلے لفظ سے مراد نصیبہ اور دوسرے سے عوام الناس اور تیسرے سے خیال ہے۔

شرح

صنعت مراعاۃ النظیر سے مراد کلام میں چند ایسی چیزوں کا تذکرہ ہے جن میں تضاد کے سوا کوئی اور مناسبت ہو۔ مثلاً رات کے ذکر کے ساتھ تاریکی، شمع، چاند اور ستاروں وغیرہ کا ذکر کرنا۔ اس صنعت کو ائتلاف، تلفیق اور مواخات بھی کہتے ہیں۔ منیر نیازی کے ہاں اس صنعت کا استعمال ملاحظہ ہو۔

اک اک ورق ہے باب زر تری غزل کا اے منیؔر   جب یہ کتاب ہو چکے جا کے دکھانا تب اُسے

ہری ٹہنیوں کے نگر پر گئے   ہوا کے پرندے شجر پر گئے

گھرا بادل خموشی سے خزاں آثار باغوں پر   ملے ٹھنڈی ہواؤں میں شجر آہستہ آہستہ

پہلے شعر میں "ورق"، "باب" اور "کتاب" آپس میں مناسبت رکھتے ہیں۔ دوسرے شعر میں ہری ٹہنیوں، ہوا کے پرندے اور شجر میں رعایت ہے۔ تیسرے شعر میں بادل، خزاں آثار باغ، ٹھنڈی ہوا اور شجر کی صورت میں صنعت مراعاۃ النظیر کی مثال ملتی ہے۔ صنعت تفریق ایسی صنعت ہے جس کے تحت کلام میں ایک نوع کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کیا جائے۔ منیر نیازی کی غزل میں اس صنعت کا استعمال ملاحظہ ہو:

جن عذابوں سے گزرتے ہیں یہاں ان عذابوں کی نفی ہے اس طرف

جو بکھر کر رہ گیا ہے اس طرف حسن کی اک شکل بھی ہے اس طرف

درج بالا اشعار میں حیات وعدم کا تقابل کیا گیا ہے۔اس کے برعکس اگر دو یا زاید چیزوں کو ایک حکم میں جمع کر کے ان ...
ظاہر کیا جائے تو یہ صنعت جمع وتفریق کہلاتی ہے۔منیر نیازی کا ایک شعر ملاحظہ ہو۔

دیوار فلک، محراب زماں، سب دھوکے آتے جاتے ہوئے

یہ ایک حقیقت ہم پہ کھلی جب سے وہ کھلا بن دیکھا ہے

استخدام کا بیان

(١٠) الاستخدام هو ذكر اللفظ بمعنى واعادة ضمير عليه بمعنى آخر او اعادة ضميرين تريد بثانيهما غير ما اردته باولهما فالاول نحو قوله تعالى (فمن شهد منكم الشهر فليصمه) اراد بالشهر الهلال وبضميره الزمان المعلوم والثاني كقوله ۔

فسقى الغضاء الساكنيه وان هم شبوه بين جوانحي وضلوعي

الغضا شجر بالبادية وضمير ساكنيه يعود اليه بمعنى مكانه وضمير شبوه يعود اليه بمعنى ناره ۔

ترجمہ

(١٠) استخدام: وہ ایک لفظ کو کسی ایک معنی کے لیے ذکر کرنا ہے اور اس کی طرف ضمیر کا لوٹانا ہے کسی دوسرے معنی کے لیے اور دو ضمیروں کو لوٹایا جائے اور دوسری سے تو وہ معنی مراد نہ لے جو تو نے پہلی سے لیا ہے (یعنی دونوں ضمیروں کے مرجع کا معنی الگ الگ ہوں) پہلے کی مثال جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے فمن شهد منكم الشهر فليصمه (تم میں سے جو شخص رمضان کے پہلے چاند کو دیکھے تو اسے ماہ رمضان کا روزہ رکھنا چاہیے) اللہ تعالیٰ نے الشہر سے ہلال رمضان اور اس کی ضمیر سے مخصوص زمانہ مراد لیا ہے اور دوسرے کی مثال جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

فسقى الغضى والساكنيه وان هم شبوه بين جوانحي وضلوعي

اللہ تعالیٰ سیراب کرے غضا نامی درختوں کو اور اس جگہ کے باشندوں کو اگرچہ انہوں نے درخت غضا کی آگ کو بھڑکایا ہے میرے آگے اور پیچھے کی پسلیوں کے درمیان۔غضا ایک جنگلی درخت کا نام ہے، اور ساکنیہ کی ضمیر غضا کی طرف بمعنی مکان غضا کے لوٹتی ہے اور شبوہ کی ضمیر غضا کی طرف بمعنی نار غضا کے لوٹتی ہے۔

استخدام کا بیان

ایک لفظ کلام میں جو دو معنی رکھتا ہو۔ایک معنی تو اس لفظ سے مراد لیں اور دوسرے معنی اس لفظ کی طرف راجع ضمیر سے۔جیسے

سایہ فگن ہو میں نے کہا ہم پہ او پری   بولا کہ اس کے سایہ سے پر ہی چاہیے

یہاں پری کے دو معنی ہیں۔معشوق اور بھوت۔لفظاً معشوق سے مراد ہے اور ضمیر بھوت کی جانب ہے۔کیونکہ بھوت کے سایہ سے پرہیز ہوتا ہے۔

استطراد کا بیان

(١١) الاستطراد هوان يخرج المتكلم من الغرض الذى هو فيه الى اخر لمناسبة ثم يرجع الى تميم الاول كقول السمؤل ۔

وانا اناس لانرى القتل سبة	اذاما رأته عامر وسلول
يقرب حب الموت آجالنالنا	وتكرهه آجالهم فتطول
وما مات منا سيد حتف انفه	ولاطل مناحيث كان قتيل

فسياق القصيدة للفخر واستطرد منه الى هجاء عامر وسلول ثم عاد اليه ۔

ترجمہ

(١١) استطراد: وہ یہ ہے کہ متکلم اس غرض سے جسے وہ بیان کر رہا تھا کسی دوسری غرض کی طرف دونوں کے درمیان کسی مناسبت کی وجہ سے نکل جائے پھر وہ پہلی غرض کی طرف اس کو مکمل کرنے کے لیے لوٹ آئے جس طرح سموءل شاعر کا یہ شعر ہے۔

وانا اناس لا نرىٰ القتل سبة	اذا ما راته عامر وسلو ل
يقرب حب الموت اجالنا لنا	و تكرهه آجالهم فتطول
وما مات منا سيد حتف انفه	ولا طل منا حيث كان قتيل

ہم ایسے لوگ ہیں کہ قتل ہو جانے کو عار و شرم نہیں جانتے جب کہ اسے قبیلہ عامر و سلول عار و شرم سمجھتے ہیں۔

موت کی محبت ہماری مدت کو ہم سے قریب کر دیتی ہے اور وہ لوگ موت کو ناپسند کرتے ہیں پس ان کی مدت طویل ہو جاتی ہے

ہمارا کوئی سردار طبعی موت سے نہیں مرتا ہے اور اگر وہ مر جائے تو قصاص اور بدلہ لیے بغیر نہیں رہتے۔

پس قصیدہ کا سیاق فخر اور حماست کے لیے تھا اور اس سے اس نے روئے سخن کو پھیرا عامر و سلول کی ہجو و مذمت کی جانب پھر دوبارہ فخر کی طرف لوٹ گیا۔

افتنان کا بیان

(۱۲) الافتنان هو الجمع بين فنين مختلفين كالغزل والحماسة .
والمدح والهجاء والتعزية والتهنية كقول عبدالله بن همام السلولى حين دخل على يزيد وقد مات ابوه معاوية وخلفه هوفى الملك اجرك الله على الرزية وبارك لك فى العطية واعانك على الرعية فقد رزئت عظيما واعطيت جسيما فاشكر الله على ما اعطيت واصبر على مارزئت فقد فقدت الخليفة واعطيت الخلافة ففارقت خليلا ووهبت جليلا ـ

اصبر يزيد فقد فارقت ذائقة ۔۔۔ واشكر حباء الذى بالملك اصفاك
لارزء اصبح فى الاقوام نعلمه ۔۔۔ كما رزئت ولا عقبى كعقباك

ترجمہ

(۱۲) افتنان: وہ دو مختلف فنون مثلاً غزل وحماست، مدح وہجاء اور تعزیت وتہنیت کو جمع کر دینا ہے جس طرح کہ عبداللہ بن ہمام سلولی کی یہ قول جو اس نے یزید سے کہا جب کہ وہ اس کے پاس اس وقت گیا جب اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور وہ سلطنت وحکومت میں ان کا جانشین بنا اللہ تعالیٰ آپ کو بڑی مصیبت پر نیک بدلہ عطاء فرمائے اور آپ کی بخشش میں برکت عطاء کرے اور رعیت کے مقابلے میں آپ کی مدد ونصرت مرحمت فرمائے کیوں کہ آپ کو بڑی تکلیف پہنچی ہے اور آپ کو بڑا انعام ملا ہے سو آپ اللہ کا شکر ادا کیجیے اپنے عطیہ پر اور صبر کیجیے اپنی تکلیف پر اس لیے کہ آپ نے خلیفہ کو گم کر دیا اور آپ خلافت دیے گئے پس آپ کا ہمدرد چلا گیا اور جلیل القدر انعام سے نوازے گئے۔

اصبر يزيد فقد فارقت ذائقة ۔۔۔ واشكر حباء الذى بالملك اصفاك
لارزء اصبح فى الاقوام نعلمه ۔۔۔ كما رزئت ولا عقبىٰ كعقباك

آج کے دن اقوام عالم میں سے کسی کو کوئی ایسی تکلیف نہیں پہنچی جسے ہم جانتے ہوں اور جو آپ کی تکلیف کے مانند ہو اور اس کا انجام بھی آپ کے انجام کی طرح ہو۔

جمع کا بیان

(۱۳) الجمع هوان يجمع بين متعدد فى حكم واحد كقوله ـ

ان الشباب والفراغ والجدة ۔۔۔ مفسدة للمرء اى مفسدة

(۱۳) جمع: وہ کئی ایک چیز کو حکم واحد میں اکٹھا کر دینا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ان الشباب والفراغ واجدة ۔۔۔ مفسدة للمرء اى مفسدة

باشباب جوانی، فراغت اور مالداری، ایک انسان کو کلی طور پر خراب و تباہ کر دینے والی چیزیں ہیں۔

صنعت جمع کا بیان

دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو ایک حکم کے ماتحت جمع کریں۔ ذوق

خط بڑھا زلفیں بڑھیں کاکل بڑھے گیسو بڑھے　　حسن کی سرکار میں جتنے بڑھے ہندو بڑھے

تفریق کا بیان

(۱۴) التفریق ھو ان یفرق بین شیئین من نوع واحد کقولہ۔

مــا نــوال الـغــمــام وقـت ربـيـع　　كــنـوال الاميــر يـوم سـخــاء

فــنــوال الاميــر بــدرة عيــن　　ونـوال الـغـمـام قـطـرة مـاء

ترجمہ

(۱۴) تفریق: یہ ہے کہ ایک نوع کی دو چیزوں کے درمیان جدائی کر دی جائے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

مــا نـوال الـغــمــام وقـت ربـيـع　　كــنـوال الاميــر يـوم سـخــاء

فــنــوال الاميــر بـدرة عيـن　　ونـوال الـغـمـام قـطـرة مـاء

موسم ربیع میں بادلوں کی سخاوت ایسی نہیں جیسی کہ امیر المومنین کی سخاوت، بخشش کے دن میں۔ کیوں کہ امیر المومنین کی سخاوت تو دس ہزار درہم کی تھیلی ہے، اور بادلوں کی سخاوت تو پانی کا ایک قطرہ ہے اور بس۔

صنعت تفریق کا بیان

ایک ہی طرح کی دو چیزوں میں فرق ظاہر کیا جائے۔ ناسخ

ایک یوسف واں گرا تھا یاں گرے دلہائے خلق　　چاہ کنعاں اور ہے چاہِ زنخداں اور ہے

یہاں چاہِ کنعاں اور چاہِ زنخداں میں فرق بیان کیا ہے۔

تقسیم کا بیان

(۱۵) التقسیم ھو اما استیفاء اقسام الشیء نحو قولہ۔

واعلم علم اليوم والامس قبله　　ولكنى عن علم مافى غدعمى

واما ذکر متعدد وارجاع مالکل الیہ علی التعیین کقولہ۔

ولا يـقـيـم عـلـى ضيـم يـراد بــه　　الا الأذلان عيــر الـحــى والـوتـد

[illegible]

هذا على الخسف مربوط برمته　　　وذا يشج فلا يرثي له احد

(۴) ذكر احوال الشيء مضافا الى كل منها ما يليق به كقوله۔

ساطلب حقي بالقنا ومشايخ　　　كانهم من طول ما التثموا مرد

ثقال اذا لاقوا خفاف اذا دعوا　　　كثير اذا شدوا قليل اذا عدوا

ترجمہ

(۵) تقسیم وہ یہ ہے کہ کئی چیزوں کی تقسیم کا ذکر کرے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

واعلم علم اليوم والامس قبله　　　ولكنني عن علم ما في غد عمي

میں آج اور اس سے پہلے کل گزشتہ کا علم جانتا ہوں لیکن آئندہ کل کے علم سے بے بہرہ و ناواقف ہوں۔

اور یہ کہ کئی ایک چیزوں کا ذکر کرتا اور ہر ایک کے لیے بعینہٖ ایک ایک حکم کو منسوب کرتا ہے۔

ولا يقيم على ضيم يراد به　　　الا الاذلان عير الحي والوتد

هذا على الخسف مربوط برمته　　　وذا يشج فلا يرثي له احد

اس ظلم پر جس کا کسی کے ساتھ ارادہ کیا جائے صبر نہیں کر سکتا ہے سوائے دو ذلیل چیزوں کے میخ اور گدھا

یہ ذلت کے ساتھ اپنی پرانی رسی کے ساتھ بندھا ہوا ہے اور اس سے اس کے سر کا زخمی کیا جاتا ہے مگر اس پر کسی کو رحم نہیں آتا

اور یہ کہ کسی چیز کے احوال کو ذکر کرتا ہے اس حال میں کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے ایسی چیز منسوب کی جائے جو اس کے لائق ومناسب ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر۔

ساطلب حقي بالقنا ومشايخ　　　كانهم من طول ما التثموا امرد

ثقال اذا لاقوا خفاف اذا دعوا　　　كثير اذا شدوا قليل اذا عدوا

میں اب اپنا حق نیزوں اور ایسے تجربہ کار جنگجو رفقاء سے جو لمبی مدت تک نقاب پہنے رکھنے کی وجہ سے امرد جس طرح لگتے ہیں کے ذریعے طلب کروں گا۔ وہ ثقیل اور وزنی ہیں جب کہ وہ (دشمنوں سے) بھڑ جاتے ہیں، ہلکے ہیں جب کہ انہیں جنگ کے لیے پکارا جائے، زیادہ ہیں جب کہ (میدان میں) اتر جائیں، کم ہیں اگر شمار کیے جائیں۔

صنعت تقسیم کا بیان

پہلے چند چیزوں کو بیان کریں پھر ان کی منسوبہ چیزوں کا علی التعین ذکر کریں جیسے

تیرا ہنسا میرے رونے کے برابر ہو گیا اس نے مارا خلق کو اس نے ڈبویا اک جہاں

یہاں خلق کے مارنے کو ہنسی کی طرف اور اک جہاں کے ڈبونے کو رونے کی طرف منسوب کیا ہے۔

صنعت جمع مع تفریق کا بیان

دو چیزوں کو ایک معنی میں جمع کریں پھر اسباب مشترکہ میں تقسیم کردیں۔ جیسے
دونوں بہتر ہیں مگر تعظیم ہے ان کی ضرور سنگ اسود شیخ کو اور ترا سنگ رجمے
تعظیم میں جمع ہے مگر وجہ اشتراک میں تفریق ہے کہ اسود شیخ کو اور تیرا سنگ در مجھے

صنعت جمع مع تقسیم کا بیان

پہلے چند چیزوں کو ایک حکم میں جمع کریں پھر ان کو تقسیم کردیں جیسے

تجھے اور تیرے دشمن کو سدا ہے اوج عالم میں ، تجھے تخت خلافت پر اسے دار سیاست پر

پہلے مصرعہ میں تجھے اور تیرے دشمن دونوں کو اوج میں جمع کیا اور دوسرے مصرعہ میں ان کی تقسیم کردی گئی

صنعت جمع و تفریق و تقسیم کا بیان

پہلے کئی باتوں کو ایک جگہ جمع کری پھر تفریق اور اس کے بعد تقسیم کردیں جیسے۔

سب سخی ہیں ابر و دریا اور وہ وہ عالیجناب پائیں فیض ان سے نباتات اور غواص و گدا
پھر کرے ہے نالہ دریا۔ ابر روئے وقت فیض بالب خنداں وہ بخشے لعل و گوہر دائما

پہلے مصرعہ میں جمع ہے دوسرے میں تفریق اور تیسرے چوتھے مصرعوں میں تقسیم موجود ہے۔

طی نشر کا بیان

(۱۶) الطی والنشر هو ذكر متعدد على التفصيل او الاجمال . ثم ذكر مالكل واحد من المتعدد من غير تعيين اعتماد اعلى فهم السامع

كقوله تعالىٰ (جعل لكم الليل والنهار لتسكنوا فيه ولتبتغوا من فضله) فالسكون راجع الى الليل والابتغاء راجع الى النهار وكقول الشاعر ۔

ثلثة تشرق الدنيا ببهجتها شمس الضحى وابو اسحاق والقمر

ترجمہ

(۱۶) طی ونشر: (لف ونشر) وہ کئی چیزوں کو تفصیلاً یا اجمالاً ذکر کیا جائے پھر ان میں سے ہر ایک کے لیے غیر متعین طور پر فہم سامع پر اعتماد کرتے ہوئے ایک ایک حکم ذکر کیا جائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے **جعل لكم الليل والنهار لتسكنوا فيه ولتبتغوا من فضله** (تمہارے لیے اللہ نے رات اور دن بنادیے کہ اس میں آرام بھی کرو اور تلاش بھی کرو کچھ اس کا فضل) پس

سکون کا تعلق رات سے ہے اور ابتغاء فضل کا دن سے اور جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ثلاثة تشرق الدنيا ببهجتها شمس الضحى وابو اسحق والقمر

(تین چیزیں ایسی ہیں جن کی رونق سے دنیا منور ہوگئی، سورج اور ابو اسحق اور چاند)

صنعت لف ونشر کا بیان

لف کے معنی لپیٹنا اور نشر کے معنی پراگندہ کے ہیں۔ کلام میں پہلے چند چیزوں کا ذکر کیا جائے پھر ان کے مناسبات ومتعلقات کا تذکرہ ہو۔ چنانچہ پہلے کو لف اور دوسرے کو نشر کہتے ہیں۔ اگر نشر کی ترتیب لف کے مطابق ہو تو اس کو لف ونشر مرتب کہتے ہیں۔ ورنہ لف ونشر غیر مرتب کہیں گے۔ پہلی مثال

ترے رخسار وقد وچشم کے ہیں عاشق زار گل جدا سرو جدا نرگس بیمار جدا

دوسری مثال

یاد میں اس طرہ درخار کے ہاتھ سر پر مارتا ہوں صبح وشام

نوٹ:۔ بہترین لف ونشر مرتب وہ ہے جو مناسبات ایک لف کے لئے نشر ہوں۔ وہی دوسرے نشر کے واسطے لف ہوں سرو وگل شوق میں ترے قد وعارض کے سدا نالے کرتے ہیں بہم قمری وبلبل کی طرح یہاں سرو وگل کے لئے قد وعارض نشر ہے مگر قمری وبلبل کے لئے لف ہو جاتے ہیں۔

صنعت لف ونشر سے مراد یہ ہے کہ کلام میں چند چیزوں کا ذکر کیا جائے اور پھر ان چیزوں کے مناسبات کو بغیر تعین کے بیان کیا جائے۔ لف کا لغوی مفہوم لپیٹنا اور نشر کا مطلب ہے پھیلانا۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔ مرتب، غیر مرتب اور معکوس الترتیب۔ اگر ایک لف اور اُس کے بعد ترتیب سے نشر بیان کیا جائے یا ایک لف ونشر بیان کر کے اسی لف ونشر کو لف قرار دے کر اس کا نشر مذکور کریں تو یہ لف ونشر مرتب ہوگا۔ لف ونشر غیر مرتب میں مناسبات کی ترتیب کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ معکوس الترتیب میں ہر جز کی مناسبت کی ترتیب الٹی ہوتی ہے۔ منیر نیازی کی غزل سے لف ونشر مرتب کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مکاں ہے قبر جسے لوگ خود بناتے ہیں میں اپنے گھر میں ہوں یا میں کسی مزار میں ہوں

"مکاں" کی مناسبت سے "گھر" اور "قبر" کی مناسبت سے "مزار" کی رعایت استعمال ہوئی ہے۔

یہی آنا جانا ہے زندگی، کہیں دوستی کہیں اجنبی یہی رشتہ کارحیات ہے، کبھی قُرب کا کبھی دُور کا

"آنا جانا" کی رعایت سے "رشتہ کارحیات"، دوستی کی مناسبت سے "قرب" اور "اجنبی" کے لحاظ سے "دُور" کی رعایت استعمال ہوئی ہے۔

ارسال مثل وکلام کا بیان

(۱۷) ارسال المثل والكلام الجامع هوان يؤتى بكلام صالح لان بتمثيل به في مواطن كثيرة .

والفرق بينهما ان الاول يكون بعض بيت كقوله ۔

ليس التكحل فى العينين كالكحل

والثانى يكون بيتا كاملا كقوله ۔

اذا جاء موسٰى والقى العصٰى فقد بطل السحر والساحر

ترجمہ

(۱۷) ارسال مثل وکلام جامع: وہ یہ ہے کہ ایک ایسا کلام لایا جائے جو بہت سی جگہوں میں مثل اور کہاوت بن سکے، اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی قسم کسی شعر کا ایک جزء ہوتا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ قول ہے۔

ع ليس التكحل فى العينين كالكحل

(سرمے کے ذریعے آنکھوں کو سیاہ کرنا وہ فطری سیاہ آنکھ والے کی طرح نہیں ہے) اور دوسری قسم وہ مکمل ایک شعر ہوتا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا جاء موسىٰ والقىٰ العصا فقد بطل السحر والساحر

جس طرح ہی موسیٰ علیہ السلام آئے اور اپنا عصا ڈالا، فوراً جادو اور جادوگر دونوں کا بطلان ظاہر ہو گیا۔

مبالغہ کا بیان

(۱۸) المبالغة هى ادعاء بلوغ وصف فى الشدة والضعف حدا يبعدا ويستحيل .

وتنقسم الى ثلثة اقسام .

تبليغ ان كان ذلك ممكنا عقلا وعادة كقوله فى وصف فرس ۔

اذاما سابقتها الريح فرت والقت فى يد الريح الترابا

واغراق ان كان ممكنا عقلالا عادة كقوله ۔

ونكرم جارنا مادام فينا ونتبعه الكرامة حيث مالا

وغلوان استحال عقلا وعادة كقوله ۔

تكاد قسيه من غير رام تمكن فى قلوبهم النبالا

ترجمہ

(۱۸) مبالغہ: وہ کسی وصف کا شدت یا ضعف کی اس حد تک پہنچنے کا دعویٰ کرنا ہے جو بعید از عقل یا محال ہو، اور اس کی تین قسمیں ہیں، پہلی قسم تبلیغ ہے اور وہ ایسا مبالغہ ہے جو عقلاً و عادتاً ممکن ہو، جس طرح کہ شاعر کا کسی گھوڑی کی تعریف میں یہ شعر ہے۔

اذا ما سابقتها الريح فرت　　　والقت في يد الريح الترابا

جب اس کا ہوا سے مقابلہ ہوتا ہے تو وہ آگے نکل جاتی ہے اور ہوا کے ہاتھ میں دھول جھونک دیتی ہے۔

اور دوسری قسم اغراق ہے اور وہ ایسا مبالغہ ہے جو عقلاً تو ممکن ہو مگر عادتاً ایسا نہ ہوتا ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ونكرم جارنا مادام فينا　　　ونتبعه الكرامة حيث ما لا

ہم اپنے پڑوسی پر احسان کرتے ہیں جب تک وہ ہمارے پاس رہے اور ہم اس کے پیچھے احسان کو بھیجتے ہیں جہاں وہ جائے۔

اور تیسری قسم غلو ہے اور وہ ایسا مبالغہ ہے جو عقلاً و عادتاً دونوں طرح محال ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

تكاد قسيه من غير رام　　　تمكن في قلوبهم النبالا

قریب ہے کہ اس کی کمانیں بغیر تیر چلائے دشمنوں کے دلوں میں تیروں کو جمادے۔

صنعتِ مُبالغہ کا بیان

مبالغہ دو قسم کا ہوتا ہے مبالغہ فی الاصل اور مبالغہ فی الزوائد۔

مُبالغہ فی الاصل۔ کسی حقیقت کو استعارہ میں بیان کرنا مثلاً

مرے خورشید کا سایہ ہے اس پر　　　مہ کامل کی یہ صورت کہاں تھی

یہاں شاعر نے اپنے محبوب کو خورشید سے استعارہ کیا ہے۔

مبالغہ فی الزوائد۔ کسی وصف کو شدت یا صفت کی حد تک پہنچادینا۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ تبلیغ۔ اغراق۔ غلو۔

(۱۹) المغائرة هي مدح الشيء بعد ذمه او عكسه كقوله في مدح الدينار ۔

اكرم به اصفر راقت صفرته　　　بعد ذمه في قوله (تباله من خادع مماذق)

(۱۹) مغایرت: وہ ایک چیز کی برائی کرنے کے بعد اس کی تعریف کرنا ہے یا اس کا برعکس کرنا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ قول ہے جو اس نے دینار کی تعریف میں کہا

ع　اكرم به اصفر راقت صفرته

کیا ہی اچھی ہے وہ اشرفی جس کی زردی بھلی معلوم ہوتی ہے اس سے قبل اس کی مذمت ان الفاظ میں کی تھی ع تبالــه من خادع مماذق ہلاکت ہو اس دھوکہ باز منافق کے لیے۔

تاکید المدح کا بیان

(۲۰) تاكيد المدح بمايشبه الذم ضربان احدهما ان يستثنى من صفة ذم منفية صفة مدح على تقدير دخولها فيها كقوله ۔

ولا عیب فیهم غیر ان سیوفهم بهن فلول من قراع الکتائب

وثانیهما ان یثبت لشیء صفة مدح ویؤتی بعدها باداة استثناء تلیها صفة مدح اخریٰ کقوله۔

فتی کملت اوصافه غیر انه جواد فما یبقی علی المال باقیا

ترجمہ

(۲۰) تاکید المدح بما یشبہ الذم: مدح کو ایسے الفاظ مدحیہ سے پختہ کرنا جو ذم کے مشابہ ہوں اس کی دو قسمیں ہیں پہلی یہ ہے کہ کسی صفت مدح کو منفی صفت ذم سے استثناء کیا جائے یہ مان کر کہ یہ (صفت مدح) اس (صفت ذم منفی) میں داخل تھی (اور پھر نکالی گئی) جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ولا عیب فیهم غیر ان سیوفهم بهن فلول من قراع الکتائب

ان لوگوں میں کوئی عیب نہیں ہے البتہ ان کی تلواریں ایسی ہیں جن میں دندانے پڑ گئے ہیں لشکروں پر بکثرت تلوار کا وار کرتے رہنے کی وجہ سے۔

اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی چیز کے لیے ایک صفت مدح کو ثابت کی جائے اور اس کے بعد ایک ادارت استثناء لایا جائے جس سے متصل ایک دوسری صفت مدح لائی جائے۔ جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

فتیً کملت اوصافه غیر انه جواد فما یبقی علی المال باقیا

وہ ایسا جوان ہے جس کے اوصاف کامل ہیں سوائے اس کے کہ وہ ایسا سخی ہے کہ مال میں سے کچھ باقی نہیں رکھتا ہے (بلکہ سبھی سخاوت کر دیتا ہے)

تاکید الذم کا بیان

(۲۱) تاکید الذم بمایشبه المدح ضربان ایض الاول ان یستثنیٰ من صفة مدح منفیة صفة ذم علی تقدیر دخولها فیها نحو فلان لاخیر فیه الا انه یتصدق بما یسرق ۔

والثانی ان یثبت لشیء صفة ذم ویؤتی بعدها باداة استثناء تلیها صفة ذم اخری کقوله۔

هو الکلب الا ان فیه ملالة وسوء مراعاة وما ذاك فی الکلب

ترجمہ

(۲۱) تاکید الذم بما یشبہ المدح: ذم کو ایسے الفاظ مذمت سے پختہ کرنا جو مدح کے مشابہ ہوں اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ کسی منفی صفت مدح سے کسی صفت ذم کو مستثنیٰ کیا جائے یہ مان کر کہ یہ (صفت ذم) اس (منفی صفت مدح) میں داخل تھی (اور

پھرا سے نکالا گیا) جس طرح کہ یوں کہا جائے فلان لا خیر فیه الا انه یتصدق بما یسرق (فلاں شخص ایسا ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں مگر یہ کہ وہ اس مال سے خیرات کرتا ہے جسے چوری کرتا ہے) اور دوسری قسم یہ ہے کہ کسی چیز کے لیے صفت ذم کو ثابت کیا جائے اور اس کے بعد ایک ادارت استثناء لایا جائے جس کے بعد ایک دوسری صفت ذم بھی ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

هو الکلب الا ان فیه ملالة　　وسوء مراعاة وما ذاك فی الکلب

وہ شخص تو کتا ہے مگر اس میں بے قراری اور بے حفاظتی ہے اور یہ دونوں باتیں کتے میں نہیں ہیں۔

تجرید کا بیان

(۲۲) التجرید هو ان ینتزع من امر ذی صفة امراً اٰخر مثله فیها مبالغة لکمالها فیه ویکون بمن نحو لی من فلان صدیق حمیم اوفی کما فی قوله تعالیٰ لهم فیها دار الخلد اوالباء نحو لئن سالت فلاناً لتسئلن به البحر او بمخاطبة الانسان نفسه کقوله ۔

لاخیل عندك تهدیها ولا مال　　فلیسعد النطق ان لم تسعد الحال

او بغیر ذلك کقوله ۔

فلئن بقیت لارحلن لغزوة　　تحوی الغنائم اویموت کریم

ترجمہ

(۲۲) تجرید: یہ ہے کہ کسی صفت والی چیز سے اس صفت میں مماثل ایک دوسری چیز کو مبالغہ کے طور پر نکالا جائے اس صفت کے اس چیز (موصوف) میں کامل ہونے کی وجہ سے۔ اور تجرید حاصل ہوتی ہے من کے ذریعے جس طرح کہ لی من فلان صدیق حمیم (میرے لیے فلاں شخص سے ایک مخلص دوست حاصل ہوا) یا فی کے ذریعے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لهم فیها دار الخلد (ان کا اس (جہنم) میں گھر ہے سدا رہنے کا) یا باء کے ذریعے جس طرح کہ لئن سالت فلاناً لتسئلن به البحر (اگر تو فلاں آدمی سے (حاجت کا) سوال کرے تو تو ضرور سوال کرے گا اس کے ساتھ ایک دریا سے) یا انسان کے اپنے آپ ہی کو مخاطب کرنے سے ہوتی ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لا خیل عندك تهدیها ولا مال　　فلیسعد النطق ان لم تسعد الحال

تیرے پاس نہ تو گھوڑا ہے نہ دوسرا مال جسے تو اپنے ممدوح کی خدمت میں بطور ہدیہ کے پیش کرتا۔ اب تجھے چاہیے کہ اپنی بولی سعادت مند بنائے اگر ظاہر حال اچھا نہیں ہے۔

یا ان کے علاوہ کسی اور شئی سے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

فلئن بقیت لا رحلن لغزوۃ　　　نحوی الغنائم او یموت کریم

اب اگر میں زندہ رہوں تو ضرور غزوہ کے لیے سفر کروں گا، یہ غزوہ (والے) مال کو جمع کریں گے مگر یہ کہ کریم شخص ہی مر جائے۔

حسن تعلیل کا بیان

(۲۳) حسن التعلیل هو ان یدعی لوصف علة غیر حقیقیة فیها غرابة کقوله۔

لولم تکن نیة الجوزاء خدمته　　　لمارایت علیها عقد منتطق

ترجمہ

(۲۳) حسنِ تعلیل: یہ ہے کہ کسی وصف کے لیے ایسی غیر حقیقی علت کا دعویٰ کیا جائے جس میں غرابت وندرت ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لو لم تکن نیة الجوزاء خدمته　　　لما رایت علیها عقد منتطق

اگر جوزاء ستارے کی نیت میرے ممدوح کی خدمت کرنا نہ ہوتا، تو اے مخاطب تو اس کی کمر پر بندھا ہوا پٹہ نہ دیکھتا۔

شرح

صنعت حُسنِ تعلیل علم بدیع کی ایسی صنعت ہے جو کلام میں ندرت اور تازگی پیدا کرتی ہے۔ کسی امر کے لیے ایسی وجہ بیان کرنا جو درحقیقت اس کی وجہ نہ ہو، حقیقی وجہ کچھ اور ہو یا وجہ نامعلوم ہو تو یہ صنعت پیدا ہوتی ہے۔ منیر نیازی نے بھی اس کا استعمال بہ خوبی کیا ہے جس سے لطیف پہلو جنم لیتے ہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ہے آنکھ سرخ اُس لب لعلیں کے عکس سے　　　دل خوں ہے اُس کی شعلہ بیانی کو دیکھ کر

وفور نشہ سے رنگت سیاہ سی ہے مری　　　جلا ہوں میں بھی عجب چشمِ سُرمہ سا کے لیے

پہلے شعر میں عاشق کی سرخ آنکھوں اور دل خون ہونے کے قصے کو محبوب کے لبِ لعلیں کے عکس اور شعلہ بیانی کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے۔ لبِ لعلیں کے عکس سے آنکھوں کا سرخ ہونا محال ہے۔ شاعر نے ایسا شعری قرینہ رکھا ہے جو نزاکتِ خیال اور ندرت بیان کا حامل ہے۔ دوسرے شعر میں شاعر کہتا ہے کہ میری سیاہ رنگت محبوب کی چشمِ سُرمہ کی وجہ سے ہے۔ سُرمے کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور محبوب کی سُرمہ لگی آنکھیں عاشق کو ایسا جلاتی ہیں کہ وفور نشہ سے عاشق کی رنگت سیاہ ہو جاتی ہے۔ رنگت سیاہ ہونے کی یہ وجہ شاعرانہ خیال پر مبنی ہے۔ اس میں حقیقت کا کوئی علاقہ نہیں۔

جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے　　　سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا

اس شعر کی بنیاد حسنِ تعلیل پر ہے۔ اس لیے سب سے پہلے حسنِ تعلیل کی تعریف جان لینا مناسب ہوگا۔ تعلیل کے معنی ہیں وجہ بیان کرنا، وجہ متعین کرنا۔ یہ اس عمل کی خوبی وندرت کی مثال ہے جب کہ کسی عمل یا واقعے کے لیے کوئی ایسی وجہ بیان کی جائے جو چا

ہے واقعی نہ ہو مگر اس میں کوئی شاعرانہ جدت، نزاکت ہو اور بات لطافت اور واقعے سے مناسبت بھی رکھتی ہو تو اسے حسن تعلیل
ہیں۔ چونکہ دم لفظ اس شعر میں کلیدی حیثیت کا حامل ہے، اس لیے یہاں لفظ دم کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ دم کے معنی
ہیں سانس، روح، جان، تلوار کی دھار، باڑ وغیرہ۔ تلوار کی دھار اندر کی طرف نہیں بلکہ باہر کی طرف ہوتی ہے، جو ایک فطری بات ہے
لیکن غالب نے جس خوبصورتی سے حسنِ تعلیل کی بنیاد پر اس شعر کی بندش کی ہے، اس کا لطف اہلِ نظر ہی جانتے ہیں۔ تلوار کے دم
یا تلوار کی دھار کے باہر ہونے کو اس کے قتل کرنے کی آرزو، عاشق کے جذبۂ بے اختیار شوق پر محمول کرنا، شاعرانہ جدت اور فکر کی
لیدگی کا کمال ہے۔

عاشق کہتا ہے کہ مجھے قتل کرنے کی آرزو میں تلوار اس قدر بے اختیار، بے قابو ہوئی جارہی ہے کہ دمِ شمشیر، سینۂ شمشیر سے باہر
نکل آیا ہے۔

محاورہ آپے سے باہر ہونا کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر غور کریں تو کہا جاسکتا ہے کہ عاشق کو قتل کرنے کے لیے تلوار اس قدر بے اختیار
ہوئی جارہی ہے کہ اس کا دم اس کے سینے سے باہر نکل آیا ہے۔

عاشق کے شوقِ شہادت کو دیکھ کر شمشیر کے بے اختیار ہونے میں ایک پہلو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شمشیر، شمشیر حقیقی نہ ہو کر محبوب کے
ناز وادا کی شمشیر ہو، جس سے قتل ہونے کے لیے عاشق بے قرار ہے کہ کاش میرا محبوب مجھے اپنے عشوہ وغمزے سے قتل کر دیتا تو
میرے دل کی مراد پوری ہو جاتی۔

ائتلاف کا بیان

(۲۴) ائتلاف اللفظ مع المعنیٰ ھو ان تکون الالفاظ موافقة للمعانی فتختار الالفاظ الجزلة والعبارات الشديدة للفخر والحماسة والكلمات الرقيقة والعبارات اللينة للغزل ونحوه كقوله

اذا مــا غـضبنــا غضبة مضـرية	هتكنا حجاب الشمس او قطرت دما
اذا مــا اعــرنــا سيد امن قبيلة	ذی منبــر صلــے علينــا وسلــما

وقوله۔

لم يطل ليلی ولكن لم أنم	ولقی عنی الكری طيف الم

ترجمہ

(۲۴) ائتلاف اللفظ مع المعنی: یہ ہے کہ الفاظ کو معانی کے موافق لایا جائے۔ پس فخر وشجاعت کے لیے بھاری بھرکم الفاظ اور سخت عبارتیں لائی جائیں اور غزل وغیرہ کے لیے رقیق الفاظ اور نرم عبارتیں لائی جائیں جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا مــا غـضبنــا غضبـه مضـرية	هتكـنا حجاب الشمس او قطرت دما

اذا ما اعرنا سيدا من قبيلة ذرىٰ منبر صلىٰ علينا وسلما

جب ہم قبیلہ مضر کی طرح غصہ ہوتے ہیں تو ہم سورج کے پردے کو چیر دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ خون برسائے جب ہم کسی قبیلے کے سردار کو منبر کی بلندی بخشتے ہیں تو ہم پر درود وسلام پڑھتا ہے (یعنی ہماری مدح وسرائی کرتا ہے) اور جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لم يطل ليلى ولكن لم انم ونفى عنى الكرى طيف الم

میری رات تو لمبی نہیں ہوئی (کہ جس کی وجہ سے نیند پوری ہوگئی ہو) لیکن میں سویا نہیں اور میری نیند کو محبوب کے تصورات وخیالات نے اڑا لیا۔

محسنات لفظیہ کا بیان

تشابہ اطراف کا بیان

(۱) تشابه الاطراف هو جعل اٰخر جملة صدر تاليتها ۔

او اٰخر بيت صدر ما يليه كقوله تعالىٰ فيها مصباح المصباح فى زجاجة الزجاجة كانها كوكب درى وكقول الشاعر ۔

اذا نزل الحجاج ارضا مريضة تتبع اقصى دائها فشفاها

شفاها من الداء العضال الذى بها غلام اذا هز القناة سقاها

ترجمہ

(۱) تشابہ اطراف: یہ ہے کہ کسی جملے کے آخری حصے کو اس کے بعد والے جملے کے شروع میں لایا جائے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے فيها مصباح المصباح فى زجاجه الزجاجة كانها كوكب درى (اس طاق میں ایک چراغ ہو اور وہ چراغ رکھا ہوا ہو ایک شیشہ میں وہ شیشہ ہے جس طرح ایک تارہ چمکتا ہوا) اور جس طرح شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا نزل الحجاج ارضا مريضة تتبع اقصى دائها فشفاها

شفاها من الداء العضال الذى بها غلام اذا هز القناة سقاها

جب حجاج کسی بیمار بستی میں پہنچتا ہے۔ تو اس کی آخری بیماری کو تلاش کر لیتا ہے پھر اسے شفاء دیتا ہے لاعلاج بیماری سے جو اسے

لگی ہوا ایک ایسا لڑکا کہ جب تیز سے کو حرکت دیتا ہے تو اسے سیراب کر دیتا ہے۔

جناس کا بیان

(۲) الجناس هو تشابه اللفظين في النطق لا في المعنى ويكون تاما وغير تام (فالتام) ما اتفقت حروفه في الهيئة والنوع .

والعدد والترتيب وهو متماثل انكان بين لفظين من نوع واحد نحو۔

لم نلق غيرك انسانا يلاذبه — فلا بوحت العين الدهر انسانا

ومستوفى انكان من نوعين نحو۔

ندارهم مادمت في دارهم — وارضهم مادمت في ارضهم

ومتشابه ان كان بين لفظين احدهما مركب والأخر مفرد واتفقا في الخط نحو۔

اذا ملك لم يكن ذاهبة — فدعه فدولته ذاهبة

ومفروق ان لم يتفقا نحو۔

كلكم قد اخذاك لسجام ولا جام لنا — ماالذى ضرمد يراك لسجام لوجا ملنا

(وغير التام) ما اختلف في واحد — من الاربعة المتقدمة

وهو محرف ان اختلف لفظاه في هيئة الحروف فقط نحو قوله .

جبة البرد جنة البرد

ومطرف ان اختلفا في عدد الحروف فقط وكانت الزيادة او لا ومذيل انكانت الزيادة أخرا نحو۔

يمدون من ايد عواص عواصم — تصول باسياف قواض قواضب

ومضارع ان اختلفا في حرفين غير متباعدى المخرج نحو ينهون وينئون ولاحق ان تباعدا نحو (انه على ذلك لشهيد وانه لحب الخير لشديد) وجناس قلب ان اختلفا في ترتيب الحروف فقط كنيل ولين وساق وقاس ۔

ترجمہ

(۲) جناس: یہ ہے کہ دو لفظ تکلم اور نطق میں ایک جیسے ہوں نہ کہ معنی میں، اور یہ تام بھی ہوتا ہے اور غیر تام بھی۔ جناس تام یہ ہے کہ اس کے حروف ہیئت، نوع، عدد اور ترتیب میں متفق ہوں اور اس کی چند قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک مماثل ہے اور مماثل یہ

ہے کہ دولفظ ایک نوع کے ہوں جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لم نلق غيرك انسانا يلاذبه   فلا برحت لعين الدهر انسانا

ہم تیرے علاوہ کسی ایسے انسان سے نہیں ملے جس کی مدد و پناہ چاہی جائے۔تو ہمیشہ زمانے کی آنکھ کی پتلی بنا رہے۔اور ان میں سے ایک مستوفی ہے اور وہ یہ ہے کہ دولفظ دو نوع کے ہوں جس طرح کہ شاعر کا شعر ہے۔

فدارهم ما دمت فى دارهم   وارضهم ما دمت فى ارضهم

پس جب تک ان کی بستی میں رہے تو تو ان سے اچھا برتاؤ رکھ۔اور جب تک ان کی زمین میں رہے ان کو راضی رکھ۔

اور ان میں سے ایک متشابہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دولفظ لکھنے میں تو متفق ہوں مگر ان میں سے ایک مرکب ہو اور دوسرا مفرد ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا ملك لم يكن ذاهبه   فدعه فدولته ذاهبه

جب کوئی بادشاہ داد و دہشت والا نہ ہو۔تو تو اسے چھوڑ دے کیوں کہ اس کی سلطنت چلی جانے والی ہے۔

اور ان میں سے ایک مفروق ہے اور وہ یہ ہے کہ دولفظ خط و کتابت میں متفق نہ ہوں جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

كلهم قد اخذ الجام ولا جام لنا   ماالذى ضر مدير الجام لو جاملنا

تم میں سے ہر ایک نے جام لے لیا اور ہمیں جام نہ ملا۔اگر وہ ساقی ہم سے اچھا سلوک کرتا تو اس کا کیا نقصان ہو جاتا؟

غیر تام: جناس غیر تام یہ ہے کہ اس کے حروف سابقہ چار چیزوں میں سے کسی ایک میں مختلف ہوں اور اس کی چند قسمیں ہیں ان میں سے ایک قسم محرک ہے اور محرک یہ ہے کہ اس کے دولفظ صرف ہیئت حروف میں مختلف ہوں جس طرح کہ یہ مقولہ ہے جبة البرد جنة البرد اونی جبہ سردی کے لیے ڈھال ہے اور ان میں سے ایک قسم مطرف ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں لفظ صرف تعداد حروف میں مختلف ہوں اور زیادتی شروع میں ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ان كان فراقنا مع الصبح بدا   لا اسفر بعد ذاك صبح ابدا

اگر صبح ہوتے ہی ہمارے درمیان فراق ہونے والا ہے تو خدا کرے اس کے بعد کبھی صبح ہی طلوع نہ ہو۔

اور ایک قسم مذیل ہے اور وہ یہ ہے کہ (دونوں لفظ صرف تعداد حروف میں مختلف ہوں اور) زیادتی اخیر میں ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

ويمدون من ايد عواص عواصم   تصول باسياف قواض قواضب

وہ لڑائی کے لیے ایسے بازو بڑھاتے ہیں جو دشمنوں پر لاٹھی چلانے والے اور رفقاء کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ایسی تلواروں سے حملہ کرتے ہیں جو فیصلہ کرنے والی اور کاٹنے والی ہیں۔ اور ایک قسم مضارع ہے وہ دو لفظ دو ایسے حرفوں میں مختلف ہوں کہ ان کا مخرج زیادہ دور نہ ہو جس طرح کہ ینهون عنه وینئون عنه اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔ اور ایک قسم لاحق ہے اور وہ یہ ہے کہ (دو لفظ دو ایسے حرفوں میں مختلف ہوں کہ) ان کا مخرج دور ہو جس طرح کہ انه علی ذالك لشهید وانه لحب الخیر لشدید اور اس آدمی کو خود بھی اس کی خبر ہے اور آدمی مال کی محبت پر بہت پکا ہے اور ایک قسم جناس قلب ہے اور وہ یہ ہے کہ دو لفظ صرف ترتیب حروف میں مختلف ہوں جس طرح کہ نیل ولین اور ساق دقاس (پنڈلی اور سخت دل آدمی)

شرح

صنعت تجنیس سے مراد کلام میں ایسے دو الفاظ کا استعمال ہے جو تلفظ میں مشابہ مگر معنی میں متغائر ہوں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ تجنیس تام، مستوفی، مماثل، مرکّب، مرکّب مفروق، مرفوع، خطی، محرّف، مذیّل اور مضارع وغیرہ۔ منیر نیازی کے ہاں تجنیس مذیّل، ناقص وزاید اور محرّف کا استعمال نمایاں ہے۔ تجنیس ناقص وزاید میں دونوں متجانس الفاظ میں سے ایک لفظ میں ایک حرف دوسرے لفظ سے زاید ہوتا ہے۔

خیال مجھ کو دل بے قرار، کس کا تھا	لیے پھرا جو مجھے در بدر زمانے میں

"در" اور "بدر" کی صورت میں اس صنعت کی نشان دہی ہوتی ہے۔

نہ جانے شمسِ رواں کب لہو اُگلنے لگے	ابھی ہے وقت چلو چل کے اس کو دیکھ آئیں

"چلو" اور "چل" ایسے متجانس الفاظ ہیں جن میں ایک حرف زاید ہے۔ تجنیس مذیل سے مراد دو متجانس الفاظ کا اس طرح استعمال کرنا ہے کہ ایک لفظ کے شروع یا آخر میں ایک سے زاید حروف ہوں۔ منیر نیازی کی غزل میں اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

کچھ اور پُر ملال، ہوائے ملال ہو	کچھ اور دل گداز ہوں اس شہر سنگ میں
دل و جان جیسے بلاؤں میں تھے	عجب رنگ رنگیں قباؤں میں تھے
زر کی زردی کھنڈی ہوئی تھی پیلے ہاتھوں پر	جسم کا خون سمٹ آیا تھا ڈری نگاہوں میں

پہلے شعر میں "ملال" کی مناسبت سے "پُرملال" استعمال ہوا ہے جس کے ابتدا میں دو حروف زاید ہیں۔ دوسرے شعر میں "رنگ" اور "رنگیں" جب کہ تیسرے شعر میں "زر" اور "زردی" کی صورت میں تجنیس مذیل کا ا[illegible]ل نظر آ[illegible]ہے۔ تجنیس کی ایک اور قسم تجنیس محرّف بھی ہے۔ جو اُس وقت پیدا ہوتی ہے جب دونوں متجانس الفاظ حروف کی تعداد، ترتیب اور شکل کے اعتبار سے یکساں ہوں لیکن اعراب کے استعمال کے حوالے سے مختلف ہوں۔ منیر نیازی کی غزل میں اس صنعت کا استعمال دیکھیے:

چھپا ہوا ہے جو نظروں سے دام، تُو ہے کہ میں	ہے کون دونوں میں ظاہر، ہے کون پردے میں

ٹھنڈی ہوا چلی تو جلیں مشعلیں ہزار
جو غم نظر میں چمکا تھا اب کہکشاں ہوا

پہلی مثال میں "مَیں" اور "مِیں" بہ ظاہر ایک جیسے ہیں لیکن اعراب کے حوالے سے بالکل جدا حیثیت کے مالک ہیں۔ دوسری مثال میں "ہَوا" اور "ہُوا" دیکھنے میں یکساں مگر اعراب کے لحاظ سے جدا ہیں۔

صنعت تجنیس اور اس کی اقسام کا بیان

کلام میں وہ دو لفظ جو تلفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی دونوں کے مختلف ہوں جیسے

ہے لاکھ لاکھ شکر خدائے جلیل کا
جس نے درِ سخن سے بھرا منہ جلیل کا

یہاں جلیل ہر دو جگہ مختلف معنی میں مستعمل ہے۔ پہلا اسم صفت دوسری جگہ تخلص۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔
تجنیس تام۔ مذکورہ بالا توجیہہ دیکھو۔ واضح ہو کہ ہر دو لفظ ایک نوع یعنی اسم یا دونوں فعل ہوں یا حرف ہوں تو تجنیس تام مماثل ہوگی جیسے

آہنگ نہ تھا یہاں تک آنے والے
سن کر آہنگ ساز محفل آئے

لیکن جب دونوں لفظ مختلف ہوں یعنی ایک اسم دوسرا فعل تو اس کو تجنیس مستوفی کہتے ہیں۔

آبداری سے جو محلو نظر آیا وہ گلا
رشک کی برف سے کیا جسم صراحی سے گلا

یہاں پہلے مصرعہ میں گلا اسم ہے دوسرے مصرعہ میں فعل۔
نوٹ۔ لغت میں تجنیس یکساں کرنا۔ تام کے معنی پورا۔ کامل۔ مماثل کے معنی مشابہ ہونے والا، اور مستوفی کے معنی سب کو پکڑنے والا ہیں۔

صنعت تجنیس مرکب۔ یہ وہ صنعت ہے کہ ہر دو الفاظ متجانس میں سے ایک مفرد ہو دوسرا مرکب۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اگر ہر دو لفظ کتابت میں مختلف ہوں تو اس کو مفروق کہیں گے۔ اور اگر موافق ہوں گے تو مرکب متشابہ کہیں گے۔ ہر دو مثالیں اس رباعی سے ظاہر ہوتی ہیں۔

تجھ کو نہ کبھی دیکھ مجھے ترس آیا
بھر عمر نظارے کے لیے ترسایا
تقصیر سوائے عشق کیا مجھ سے ہوئی
ڈر کچھ تو خدا سے کافر ترسایا

پہلے اور دوسرے مصرعوں میں ترس آیا اور ترسایا کتابت میں مختلف ہیں۔ اس لیے مرکب مفروق تجنیس ہوئی۔ اس کے خلاف دوسرے اور چوتھے مصرعہ میں ترسایا سے تجنیس مرکب متشابہ بنے گی۔ دوسرے مصرعہ میں ترسایا مفرد ہے۔ چوتھے مصرعہ میں مرکب یعنی ترسا میں بصورت ندا الف زائد کرنے سے پہلے ی کا اضافہ کر لیا جاتا ہے۔ ترسا بمعنی عیسائی۔ نصاری قوم کا عابد۔
تجنیس مَرفُو۔ اگر ایک لفظ کسی دوسرے لفظ کے جزو سے مل کر کسی اور حرف کا ہم جنس ہو جائے تو اس کو مرفو کہتے ہیں۔ مرفو مشتق ہے رفا یا رفو سے۔ جس کے معنی کپڑے کی پھٹن کو درست کرنے کے ہیں۔

ایسے سینے نہیں دیکھے ہیں کسی نے سن بھر
سینہ وہ سینہ کہ دیکھے تو تڑپ جائے بشر

دوسرے مصرے میں کسی اور نے سے مل کر سینے کی آواز نکلتی ہے۔

تجنیس مُحَرَّف۔ دو لفظ نوع۔ تعداد۔ ترتیب حروف میں تو یکساں ہوں۔ مگر دونوں کی حرکات مختلف ہوں۔ جیسے

درہم کی شکل صورت درہم سے کم نہیں
ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش

تجنیس ناقص وزائد۔ اگر دونوں لفظوں کی تعداد حروف میں اختلاف ہو تو اس کو تجنیس ناقص وزائد کہتے ہیں۔ زائد حروف تین صورتوں میں واقع ہوتے ہیں۔ شروع میں جیسے شکوہ وکوہ درمیان میں جیسے قیامت وقامت۔ آخر میں جیسے بادہ اور باد۔ آئین و آئینہ وغیرہ۔

تجنیس مُطَرَّف۔ اگر آخر میں ایک حرف زائد ہو جیسے باد و بادہ۔

تجنیس مذیل۔ آخر میں دو حرف زائد ہوں۔ جیسے غم و غمیس۔

نوٹ:۔ مذیل تجنیس، مطرف کی ایک قسم ہے۔ مطرف بمعنی وہ گھوڑا جس کا سر اور دم دیگر اعضا کے مخالف ہو۔ مذیل کے معنی لانبے دامن کی چادر کے ہیں۔

تجنیس مُضارِع۔ دونوں حروف کے الفاظ میں اختلاف ہو لیکن اگر وہ حروف مختلف قریب المخارج ہیں تو انکو تجنیس مضارع کہیں گے۔ یہ بھی تین طریقوں پر ہوتی ہے۔ شروع میں اقارب وعقارب۔ وسط میں بحر و بہر۔ آخر میں شارع وشارح وغیرہ۔

نوٹ:۔ مضارع بمعنی شریک۔ شبیہ۔ ہم مثل ہونے والا۔

تجنیس جناس لاحق۔ یہ مضارع کی ایک قسم ہے لیکن یہاں حروف مختلف بعد المخارج ہونے ہیں۔ اس کی بھی تین صورتیں ہیں۔ شروع میں جیسے تنگ و جنگ وسط میں جیسے دست ودشت۔ آخر میں دام وداد وغیرہ۔

تجنیس قلب۔ ہر دو الفاظ کی ترتیب حروف مختلف ہو۔ جیسے رفیق وفریق۔ کان و ناک وغیرہ۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ مقلوب۔ قلب کل۔ قلب مستوی۔

تجنیس مقلوب۔ حروف کی ترتیب مختلف ہوتی ہے جیسے فریق ورفیق میں۔

تجنیس قلب کل۔ حروف کی ترتیب آخر سے شروع ہوتی ہے جیسے کان وناک۔

تجنیس قلب مستوی۔ حروف کی ترتیب بدلنے پر بھی وہی لفظ باقی رہے جیسے درد۔ قلق وغیرہ۔

تجنیس خطی۔ وہ لفظ جو کتابت میں ہمشکل ہوں مگر تلفظ میں مختلف ہوں جیسے شک وسگ۔ کمان۔ گمان وغیرہ۔

تجنیس مجنح۔ اگر 'تجنیس قلب کل' کے الفاظ میں سے ایک لفظ مصرعہ یا بیت کے شروع میں واقع ہو اور دوسرا آخر میں تو اس کو مجنح مشتق ہے جناح سے جس کے معنی بازو کے ہیں۔ اور مجنح کے معنی بازو رکھنے والے کے آتے ہیں۔ مثال

رام ہوتا نہیں فسوں سے بھی
ہے وہ کافر تمہاری زلف کا مار

یہاں رام اور مار میں صنعت واقع ہوتی ہے۔

تصدیر کا بیان

(۳) التصدير ويسمى رد العجز على الصدر هو في النثران يجعل احد اللفظين المكررين او المتجانسين او الملحقين بهما (بان جمعهما اشتقاق او شبهه) في اول الفقرة والثاني في اخرها نحو قوله تعالٰى (وتخشى الناس والله احق ان تخشاه) وقولك سائل اللئيم يرجع ودمعه سائل . الاول من السؤال والثاني من السيلان .

ونحو (استغفروا ربكم انه كان غفارا) ونحو (قال اني لعملكم من القالين) وفي النظم ان يكون احدهما في اٰخر البيت والأخر في صدر المصراع الاول اوبعده نحو قوله ۔

سريع الى ابن العم يلط وجهه   وليس الى داعي الندى بسريع

وقوله ۔

تمتع من شميم عرار نجد   فما بعد العشية من عرار

ترجمہ

(۳) تصدیر: اس کا دوسرا نام رد العجز على الصدر بھی ہے۔ وہ نثر میں یہ ہے کہ دو مکرر لفظوں یا ایک جنس کے دو لفظوں یا ان دونوں کے ساتھ ماخذ اشتقاق کے اعتبار سے الحاق شدہ لفظوں میں سے ایک لفظ کو فقرے کے شروع میں اور دوسرے لفظ کو فقرے کے آخر میں لایا جاتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وتخشى الناس والله احق ان تخشاه (اور تو لوگوں کے طعن سے ڈرتا تھا اور تجھ کو اللہ سے زیادہ ڈرنا چاہیے) ور جس طرح کہ تو یوں کہے سائل اللئيم يرجع ودمعه سائل (کمینے سے مانگنے والا اس حال میں لوٹتا ہے کہ اس کے آنسو بہتے ہوں پہلا لفظ سائل سوال سے اور دوسرا سائل سیلان سے ہے۔ اور جس طرح کہ استغفروا ربكم انه كان غفارا (تم اپنے رب سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بخشنے والا ہے) اور جس طرح کہ قال اني لعملكم من القالين (میں تمہارے کام سے البتہ بیزار ہوں) اور تصدیر نظم میں یہ ہے کہ ان دونوں میں سے ایک لفظ شعر کے اخیر میں ہو دوسرا پہلے مصرع کے شروع میں یا اس کے بعد ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

سريع الى ابن العم يلطم وجهه   وليس الى داعي الندى بسريع

وہ آدمی اپنے چچازاد بھائی کے چہرے پر طمانچہ مارنے میں بہت تیز ہے۔ حالانکہ بخشش مانگنے والے کی طرف تیز نہیں ہے۔

اور جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

تمتع من شميم عرار نجد   فما بعد العشية من عرار

نجد سے عرار نامی پھول کی خوشبو سے فائدہ اٹھا لے۔ کیوں کہ آج کی شام کے بعد پھر عرار نہیں ملے گا۔

صنعت رد العجز علی الصدر

جو لفظ عجز یعنی ضرب میں واقع ہو وہی لفظ صدر۔ ابتدا۔ عروض یا حشو میں واقع ہو۔ مذکورہ بالا ہر اک قسم چار چار قسم پر ہے کیونکہ لفظ کا واقع ہونا چار حالتوں سے خالی نہیں۔

یا تو وہی عجز یعنی ضرب کا لفظ ہوگا جیسے

آدمی کا مارنا اچھا نہیں　　　مظہر ذات خدا ہے آدمی

یا اس کے ساتھ جنسیت کا علاقہ رکھتا ہو جیسے

مانگ اپنی سنوارتا ہے آج　　　جس نے کل دل لیا تھا ہم سے مانگ

یہاں مانگ عجز ہے لیکن صدر میں مانگ اس کا مجنس ہے۔

یا اشتقاق کا تعلق رکھتا ہو جیسے

قرین صدق ہے ملنا تمہارا غیروں سے　　　رقیب رکھتے ہیں گھر سے تمہارے گھر مقرون

یا شبہ اشتقاق ہو۔ شبہ اشتقاق اس کو کہتے ہیں کہ بظاہر دونوں لفظوں کے مادہ ایک معلوم ہوں مگر وہ مختلف مادوں سے مشتق ہوں جیسے

چشمک سے نہ بھائیوں کو بھائی

یہاں بھائیوں اور بھائی میں شبہ اشتقاق ہے بہر حال مثال نمبر 4 حسب ذیل ہے

دیار و ملک سے ہم کو کسی کے ہے کیا کام　　　ہم اور تیری گلی۔ سر ہے اور تری دیوار

فن بیان

(۴) السجع هو توافق الفاصلتين نثرا في الحرف الاخير وهو ثلثة انواع مطرف ان اختلف الفاصلتان في الوزن نحو الانسان باذابه لا بريه ويثابه ومتوازان اتفقتافيه نحو المرء بعلمه وادبه لابحسبه ونسبه ۔

و مرصع ان اتفقت الفاظ الفقرتين او اكثرهما في الوزن والتقفية نحو ۔

يطبع الاسجاع بجواهر لفظه　　　ويقرع الاسماع بزواجر وعظه

ترجمہ

(۴) سجع: وہ نثر کے دو فاصلوں کا حرف اخیر میں موافق ہونا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں، ایک مطرف ہے اور وہ یہ ہے کہ وزن

میں دو فاصلے مختلف ہوں جس طرح کہ الانسان بآدابہ لا بزیہ وثیابہ انسان اپنے آداب سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ لباس اور لباس کے نقش ونگار سے اور دوسری قسم متوازی ہے اگر وہ دونوں فاصلے وزن میں متفق ہوں جس طرح کہ المرء بعلمہ لا بحسبہ ونسبہ آدمی اپنے علم وادب سے پہچانا جاتا ہے نہ کہ اس کے حسب ونسب سے اور تیسری قسم مرصع ہے اور وہ یہ ہے کہ دو نقروں کے تمام یا زیادہ تر الفاظ وزن اور قافیہ بندی میں متفق ہوں جس طرح کہ طبع الاسجاع بجواهر لفظه ويقرع الاسماع بزواجر وعظه وہ اپنے الفاظ کے موتیوں سے مقفی ومسجع کلام ڈھال رہا تھا۔ اور کانوں کو اپنے وعظ کی ڈانٹ ڈپٹ سے کھرکھرا رہا تھا۔

قلب کی ایک صورت کا بیان

(۵) مالا يستحيل بالانعكاس ويسمى القلب هو كون اللفظيقرء طردا وعكسا نحو كن كما امكنك (وبرك فكبر)

ترجمہ

(۵) مالا یستحیل بالانعکاس: (جس کی حالت پلٹنے سے تبدیل نہ ہو) جسے قلب بھی کہتے ہیں وہ لفظ کا اس انداز میں ہونا ہے کہ اسے الٹا اور سیدھا دونوں طرح پڑھ سکیں جس طرح کہ کن کما امکنك جیسا تیرے لیے ممکن ہو ہو جا ربك فكبر اپنے رب کی بڑھائی بیان کر و کل فی فلك اور ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں)

عکس کا بیان

(۶) العكس هو ان يقدم جزء فى الكلام على الاخرثم يعكس نحو قولك قول الامام امام القول ۔ حرالكلام كلام الحر ۔

ترجمہ

(۶) عکس: یہ ہے کہ کلام کے ایک جزو کو دوسرے پر مقدم کیا جائے پھر اس کے برعکس کیا جائے جس طرح کہ تیرا یہ قول ہے قول الامام امام القول بادشاہ کی بات باتوں میں بادشاہ ہوتی ہے کلام الحر حرالکلام آزاد آدمی کی باتوں میں آزاد ہوتی ہے۔

تشریع کا بیان

(۷) التشريع هوبناء البيت على قافيتين بحيث اذا سقط بعضه كان الباقى شعرا مفيدا كقوله ۔

يــاايهــا الـملك الذى عم الورى ۔۔۔ مــافـى الـكـرام لـه تـطيـر ينظر

لـوكـان مـثلك اخرفـى عـصرنا ۔۔۔ مـاكـان فـى الـدنيـا فـقيـر معسر

فانه يصح ان تحذف اواخر الشطور الاربعة ويبقى ۔

يـــا ايهـــا الـــمـــلك الـــذي	مـــافـــى الكـــرام لـــه نـظيـــر
لـــو كــــان مثـــلك اخـــــر	مـــا كـــان فـي الــدنيـــا فـقيـــر

ترجمہ

(۷) تشریع: وہ شعر کا دو ایسے قافیوں پر بنانا ہے کہ اگر اس کا بعض حصہ گرا دیا جائے جب بھی باقی ماندہ حصہ فائدہ مند شعر رہا رہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

يـــا ايهـــا الـــمـــلك الذي عم الورى	مـــا فـــي الكـــرام لـــه نظيـــر ينظر
لـــو كـــان مثـــلك آخـــر فـي عصـــرنا	مـــا كـــان فـي الـــدنيـــا فقير معسر

اے وہ بادشاہ جس کی سخاوت مخلوق پر عام ہے۔ سخیوں میں جس کی کوئی مثال نہیں دیکھی جاتی۔ اگر تیرے مانند دوسرا اور بادشاہ ہمارے زمانے میں ہوتا تو دنیا میں کوئی تنگ دست فقیر باقی نہ رہتا۔

ان چاروں مصرعوں کے آخری حصوں کو حذف کرنا صحیح ہے اور باقی ماندہ اشعار اسطرح رہیں گے۔

يـــا ايهـــا الـــمـــلك الـــذي	مـــا فـــي الـــكـــرام لـــه نـــظيـــر
لـــو كـــان مثـــلك آخـــر	مـــا كـــان فـــي الـــدنيـــا فـــقيـــر

اے وہ بادشاہ جس کی سخی لوگوں میں مثال کوئی مثال نہیں ہے۔ اگر تیرے جیسا دوسرا اور ایک شخص ہوتا تو دنیا میں کوئی فقیر نہ رہتا۔

موار بہ کا بیان

(۸) المـوارية هـى ان يـجـعـل المتكلم كلامه جيث يمكنه ان يغير معناه بتحريف او تصحيف اوغيرهما ليسلم من المؤاخذة ۔

كقول ابى نواس ۔

لقد ضاع شعرى على بابكم	كما ضاع عقد على خالصه

فلما انكر عليه الرشيد ذلك قال لم اقل الا ۔

لقد ضاء شعرى على بابكم	كما ضاء عقد على خالصه

ترجمہ

(۸) موار بہ: یہ ہے کہ متکلم اپنا کلام اس انداز کا بنائے کہ اس کا معنی تحریف یا تصحیف یا کسی اور طریقے سے بدلا جا سکے تا کہ وہ مواخذہ اور پکڑ سے محفوظ رہ سکے جس طرح کہ ابونواس کا یہ شعر ہے۔

لقد ضاع شعری علی بابکم　　　　کما ضاع عقد علی خالصہ

بخدا میرا شعر آپ کے دروازے پر اس طرح ضائع ہوگیا جیسا کہ خالصہ (باندی) کے گلے میں ہار ضائع ہوگیا۔ جب آپ پر ہارون رشید نے پکڑ کی تو شاعر نے کہہ دیا نہیں میں نے تو یہ شعر کہا تھا۔

لقد ضاء شعری علی بابکم　　　　کما ضاء عقد علی خالصہ

میرا شعر تمہارے دروازے پر ایسے چمکتا ہے جیسا کہ خالصہ کے گلے میں ہار چمکتا ہے۔

لفظ کے لفظ کے ساتھ ائتلاف کا بیان

(۹) ائتلاف اللفظ مع اللفظ ھو کون الفاظ العبارۃ من واد واحد فی الغرابۃ والتأھل کقولہ تعالیٰ (تاللہ تفتأ تذکر یوسف) لما اتی بالتاء التی ھی اغرب حروف القسم أتی بتفتأ التی ھی اغرب افعال الاستمرار۔

ترجمہ

(۹) ائتلاف اللفظ مع اللفظ (ایک لفظ کا دوسرے لفظ کے موافق ہونا) وہ یہ ہے کہ عبارت کے الفاظ مانوس الاستعمال یا غریب الاستعمال ہونے کی حیثیت سے ایک ہی جنس کے ہوں جس طرح کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے تاللہ تفتئو تذکر یوسف اللہ کی قسم اے یعقوب تو یوسف کو برابر یاد کرتا رہے گا جبکہ حروف قسم میں سے سب سے زیادہ غریب حرف تاء کو لایا تو اسی مناسبت سے تفتا کو لایا گیا جو افعال استمرار میں سب سے زیادہ غریب فعل ہے۔

خاتمہ

کتاب کے خاتمہ کا بیان

کلام کے سرقہ کی بعض اقسام کا بیان

(۱) سرقة الكلام انواع ۔

(منها) ان ياخذ الناثر والشاعر معنے لغيره بدون تغيير لنظمه كما اخذ عبدالله بن زبير (۱) بيتى معن (۲) وادعاهما لنفسه وهما ۔

اذا انت لم تنصف اخاك وجدته — على طرف الهجران ان كان يعقل

ويركب حد السيف من تضيمه — اذا لم يكن شفرة السيف مزحل

ومثل هذا يسمى نسخا وانتحالاً ۔

ومن قبيله ان تبدل الالفاظ بما يرادفها كان يقال فى قول الحطيئة ۔

دع المكارم لا ترحل البغيتها — واقعد فانك انت الطاعم الكاسى

ذرا المآثر لا تذهب لمطلبها — واجلس فانك انت الأكل اللابس

وقريب منه

ان تبدل الالفاظ

بما يضادها فى المعنى مع رعاية النظم والترتيب كما لوقيل فى قول حسان ۔

بض الوجوه كريمة احسابهم — شم الانوف من الطرار الاول

سود الوجوه لئيمة احسابهم — فطس الانوف من الطراز الأخر

ومنها ان ياخذ المعنى ويغير اللفظ ويكون الكلام الثانى دون الاول اومساوياً له كما قال ابو الطيب فى قول ابى تمام ۔

هيهان لا ياتى الزمان بمثله — ان الزمان بمثله لبخيل

اعدى الزمان سخاؤه فسخابه — ولقد يكون به الزمان بخيلا

فالمصراع الثانى ماخوذ من المصراع الثانى لابى تمام والاول اجود سبكا ومثل هذا يسمى

اغارةً ومسخاً ۔

ومنها ان ياخذ المعنى وحده ويكون الثانى دون الاول او مساويا له كما قال ابو تمام فى قول من رثى ابنه ۔

والصبر يحمد فى المواطن كلها ۔ الا عليك فانه لايحمد

وقد كان يدعى لابس الصبر حازما ۔ فاصبح يدعى حازما حين يجزع

وهذا يسمى الماماً وسلخا ۔

ترجمہ

یہ فن ثالث کا تتمہ ہے، اس عنوان کے ماتحت کلام کی بعد چوریوں اور ان کے متعلقات اور فن ثالث کے اختتام کی مناسبت سے حسن انتہاء اور اس کے مقابل حسن ابتداء وغیرہ باقی ماندہ صنعتوں کو ذکر کیا جارہا ہے۔

(۱) سرقہ کلام کی چند انواع ہیں۔ان میں سے ایک نوع یہ ہے کہ مضمون نگار یا شاعر آدمی کسی دوسرے کے معنی ومضمون کو اس کے الفاظ میں ترمیم کیے بغیر لے لے جیسا کہ عبداللہ بن زبیر نے معن کے دو اشعار کے لیے اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ میرے ہیں اور وہ شعر یہ ہیں۔

اذا انت لم تنصف اخاك وجدته ۔ على طرف الهجران ان كان يعقل

ويركب حدالسيف من ان تضيمه ۔ اذا لم يكن عن شفرة السيف مزحل

جب تو اپنے بھائی کو اس کے حقوق نہیں دے گا تو تو اسے دوری کے کنارے پر پائے گا اگر وہ عقل مند ہے۔اور وہ سوتے کی دھار پر سوار ہونے کی تکلیف گوارا کر لے گا اس کے مقابلے میں کہ تو اس پر ظلم کرے اگر تلوار کی تیزی سے بچنے کی دوسرا کوئی راستہ نہ پائے۔اور اسی جیسی چوری کو نسخ اور انتحال کہیں گے۔

اور اسی کے قبیل سے یہ بھی ہے کہ الفاظ کو اس کے مترادف کے ذریعے بدل دیا جائے، جیسا کہ حطیہ کے اس شعر میں اس طرح کی ترمیم ممکن ہے۔

دع المكارم لا ترحل لبغيتها ۔ واقعد فانك انت الطاعم الكاسى

ذر المآثر لا تذهب لمطلبها ۔ واجلس فانك انت الآكل اللابس

تو مکارم اخلاق کی ہوس چھوڑ دے اسے حاصل کرنے کے لیے سفر نہ کر۔اور بیٹھا رہ کیوں کہ تو تو کھانے والا اور اچھے کپڑے پہننے والا ہے۔

اور اسی سرقہ کلام کے قریب قریب یہ بھی ہے کہ الفاظ کو معنی کے لحاظ سے اس کے مخالف ومتضاد الفاظ سے بدل دیا جائے البتہ نظم

اور ترتیب کی رعایت باقی رکھی جائے۔ جس طرح کہ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول میں اس طرح اگر ترمیم کر دی جائے۔

بیض الوجوہ کریمۃ احسابھم   شم الانوف من الطراز الاول

وہ لوگ گورے چہرے والے ہیں معزز خاندان والے ہیں۔ اونچی ناک والے ہیں اول درجے کے ہیں۔

سود الوجوہ لئیمۃ احسابھم   فطس الانوف من الطراز الآخر

وہ سیاہ چہرے والے ہیں رذیل خاندان والے ہیں۔ پست ناک والے ہیں آخری درجے کے ہیں۔

اور سرقہ کلام کی ایک قسم یہ ہے کہ شاعر کسی دوسرے کا معنی اور مضمون لے لے اور الفاظ بدل دے اور کلام ثانی کلام اول کے مقابلے مادون اور پست ہو یا اس کے مساوی ہو جیسا کہ ابو طیب متنبی نے ابو تمام کے قول میں اس طرح کیا ہے۔

ھیھات لا یاتی الزمان بمثلہ   ان الزمان بمثلہ لبخیل

اعدی الزمان سخاوہ فسخابہ   ولقد یکون بہ الزمان بخیلا

اس کے مانند سخی آدمی کے لانے کا وقت چلا گیا۔ بلا شبہ اس کے مثل لانے میں زمانہ بخیل ہے، اس کی سخاوت زمانے پر چھا گئی پھر اس پر بھی سخاوت کی۔ اور البتہ زمانہ تو اس پر بخیل ہو رہا تھا۔

پس ابو طیب کے شعر (یعنی شعر ثانی) کا دوسرا مصرع ابو تمام کے شعر (یعنی شعر اول) کے دوسرے مصرع سے ماخوذ ہے اور پہلا (یعنی شعر اول کا دوسرا مصرعہ) زیادہ عمدہ ہے اور اس جس طرح سرقہ کو اغارت اور مسخ کہتے ہیں۔

سرقہ کی ایک قسم یہ ہے کہ شاعر صرف معنی لے لے اور دوسرا کلام پہلے کلام کے مقابلے میں مادون اور پست ہو یا اس کے مساوی ہو جس طرح کہ ابو تمام نے اس آدمی کے کلام سے سرقہ کیا جس نے اپنے بیٹے کے مرثیے میں یہ شعر کہا۔

والصبر یحمد فی المواطن کلھا   الا علیک فانہ لا یحمد

وقد کان یدعی لابس الصبر حازما   فاصبح یدعی حازما حین یجزع

تیری موت کے موقع کہ اس موقع پر صبر کرنا قابل ستائش نہیں ہے کبھی صبر کا جامہ پہننے والا شخص مستقل مزاج کہا جاتا تھا۔ مگر آج مستقل مزاج اس وقت کہا جاتا ہے جب کہ بے صبری کرے۔ اور اس کو المام اور سلخ کہیں گے۔

شرح

سرقہ (ء) بروزن چرخہ۔ بمعنی چوری۔ اصطلاحاً کسی شاعر کے شعر یا کلام کو اپنے نام سے پڑھنا۔ یا قصداً ایک دو لفظ گھٹا بڑھا کر کسی دوسرے کے اشعار اپنے کہہ کر سنانا۔

نوٹ:۔ واضح ہو کہ توارد میں کوئی عیب نہیں مگر سرقہ بہت معیوب بات ہے۔

کسی شاعر کے کلام کو بغیر رد و بدل کے پڑھنے کو انتحال کہتے ہیں اور گھٹا بڑھا کر پڑھنے کو اغارہ کہتے ہیں۔ یہ دونوں سرقہ کی قسمیں

ہیں۔
تکرار بے جا۔ کسی لفظ کا بے ضرورت بار بار استعمال کرنا۔ اس کو تکرار بے جا یا تکرار قبیح بھی کہتے ہیں۔ جیسے
اے موت نہ آ اے موت نہ آ جینا ہے ابھی کچھ دن مجھ کو
یعنی کہ بھروسا ہے مجھ کو اس شوخ کے وعدوں کا اب تک
لیکن جب تکرار میں حسن اور لطافت پائی جائے تو اس کو تکرار بلیغ کہتے ہیں۔ اور ایسی تکرار بہتر ہے جیسے۔ جگر
اے محتسب نہ پھینک مرے محتسب نہ پھینک ظالم شراب ہے ارے ظالم شراب ہے۔

اقتباس کا بیان

(۲) الاقتباس هوان يضمن الكلام شيئاً مر القراٰن او الحديث لاعلى انه منه كقوله ۔

لاتكن ظالما ولا ترض بالظلم وانكر بكل مايستطاع
يوم ياتي الحساب بالظلوم مامن حميم ولا شفيع يطاع

وقوله ۔

لا تعأد الناس في اوطانهم قلما يرعى غريب الوطن
واذا ماشئت عيشا بينهم خالق الناس بخلق حسن

ولاباس بتغيير يسير فى اللفظ المقتبس للوزن او غيره نحو ۔
قدكان ماخفت ان يكونا ۔ انا الى الله راجعونا وفى القراٰن (انا لله وانا اليه راجعون)

ترجمہ

(۲) اقتباس: یہ ہے کہ کلام (منثور یا منظوم) میں قرآن اور حدیث میں سے کچھ حصہ اس انداز میں شامل کیا جائے کہ یہ پتہ نہ چلے یہ قرآن اور حدیث کا ٹکڑا ہے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لا تكن ظالما ولا ترض با لظلم وانكر بكل ما يستطاع
يوم ياتي الحساب ما لظلوم ما من حميم ولا شفيع يطاع

تو خود ظالم نہ بن اور نہ ہی ظلم سے راضی ہو۔ اور ہر ممکن طریقے سے (لوگوں کو ظلم سے) منع کر۔ جس دن کہ روز حساب میں بڑے ظالم کی سزا آ پہنچے گی۔ تو نہ ہوگا کوئی دوست اور نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔

اور جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لا تعاد الناس في اوطانهم فلما يرعى غريب الوطن

خـالـق الـنـاس بـخـلـق حسن

واذا مـا شـئـت عيشا بينهـم

لوگوں سے ان کے وطن میں دشمنی نہ کر کیوں کہ پردیسی آدمی کی بہت کم رعایت کی جاتی ہے۔اور جب ان کے درمیان زندگی گزارنا چاہے۔تو لوگوں سے اچھے اخلاق سے پیش آ۔

اور وزن وغیرہ کے لیے الفاظ مقتبسہ (اٹھائے گئے الفاظ) میں معمولی ترمیم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔جس طرح کہ۔

قد كان ما خفت ان يكونا انا الى الله راجعونا

جس بات کے ہونے کا مجھے خطرہ تھا وہ ہو کر رہا بلاشبہ ہم اللہ کی طرف لوٹ کے جانے والے ہیں۔حالانکہ قرآن کریم میں انا لله وانا اليه راجعون کے الفاظ ہیں۔

تضمین کا بیان

(۳) التـضـمـيـن ويـسـمـى الايداع هـوان يضمن الشعر شيئا من شعر اٰخر مع التنبيه عليه ان لم يشتهر كقوله۔

اذا ضـاق صـدري وخـفـت العدٰ تـمـثـلـت بيتـا بـحـالـي يـليق

فبـالله ابـلـغ مـا ارتـجـي وبـالله ادفـع مـا لا اطيـق

ولاباس بالتغيير اليسير كقوله۔

اقـول لـمـعـشـر غـلـطـوا وغضوا مـن الشيـخ الـرشيـد وانـكـروه

هـو ابـن جـلا وطـلاع الثـنـايـا مـتـى يـضـع الـعـمـامة تـعـرفـوه

ترجمہ

(۳) تضمین: جسے ایداع بھی کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایک شاعر اپنے شعر میں کسی دوسرے شاعر کے شعر کا ٹکڑا شامل کر لے اس تضمین کی وضاحت کے ساتھ بشرطیکہ وہ مشہور نہ ہو جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

اذا ضاق صدري وخفت العدٰی تـمـثـلـت بيتـا بـحـالـي يليق

فبـا لله ابـلـغ مـا ارتـجـي وبـالله ادفـع مـا لا اطيـق

جب میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میں دشمنوں کا خوف محسوس کروں تو میں اپنے حال کی تمثیل بیان کرتا ہوں ایک ایسے شعر سے جو میرے لیے زیادہ مناسب ہے۔پس میں اللہ ہی کی مدد و توفیق سے اپنی مراد کو پاتا ہوں اور اللہ ہی کی مدد و توفیق سے ایسے ضرر کو دور کرتا ہوں جس کے دفع کرنے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔

اور تضمین میں معمولی ترمیم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے

اقول لمعشر غلطوا وعضوا　　من الشیخ الرشید والکروہ
ھو ابن جلا وطلاع الثنایا　　متیٰ یضع العمامۃ تعرفوہ

میں یہودیوں کی ایک ایسی جماعت سے کہتا ہوں جنہوں نے نیک بوڑھے کا حق پہچاننے میں غلطی کی اور اسے دیکھنے سے آنکھیں بند کرلیں اور اس سے اپنے آپ کو ناواقف بتایا۔

وہ تو ایک ایسا شخص ہے جس کا معاملہ واضح ہے اور مشقتوں کو برداشت کرنے والا ہے جب وہ عمامہ سر پر رکھے گا تب اسے تم پہچانو گے۔

شرح

تضمین۔ (ع) بروزن تفسیر۔ بمعنی ضامن کرنا۔ اصطلاحاً پہلے شعر کے مضمون کو دوسرے شعر کے مضمون سے دست وگریبان کرنا۔ قدماء اس چیز کو معیوب تصور کرتے تھے۔ اس لئے تضمین کو عیوب کلام میں داخل کیا گیا ہے۔ متاخرین اور فصحائے حال بھی اس کو صنعت تصور نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک کسی دوسرے شعر کو اپنا لینا آسان بات نہیں۔ تضمین اور خمسہ میں اتنا فرق ہے کہ خمسہ میں پانچ مصرے ہوتے ہیں۔ تین اپنے اور دو وہ جن پر تضمین کی گئی ہے۔ لیکن تضمین کے لئے تین مصرعوں کی قید نہیں ہے۔

عقد وحل کا بیان

(۴) (العقد والحل) الاول نظم المنثور والثانی نثر المنظوم فالاول نحو۔

والظلم من شیم النفوس فان تجد　　ذاعقۃ فلعلۃ لا یظلم

عقدبہ قول حکیم۔ الظلم من طباع النفس وانما یصدھا عنہ احدیٰ علتین دینیۃ وھی خوف المعاد و دنیویۃ وھی خوف العقاب الدنیوی۔

والثانی نحو قولہ (العیادۃ سنۃ ماجورۃ ومکرمۃ ماثورۃ ومع ھذا فخن المرضیٰ ونحن العواد وکل ودادہ یدوم فلیس بوداد)

وحل فیہ قول القائل۔

اذا مرضنا اتیناکم نعودکم　　وتذنبون فناتیکم ونعتذر

ترجمہ

(۴) عقد وحل: پہلا کلام منثور کو منظوم اور دوسرا کلام منظوم کو منثور کرنے کو کہتے ہیں پہلے کی مثال یہ شعر ہے۔

والظلم من شیم النفوس فان تجد　　ذاعفہ فلعلۃ لا یظلم

اور ظلم کرنا انسانوں کی عادت ہے سو اگر تو کوئی ایسا شخص دیکھے جو ظلم سے محفوظ ہے تو وہ کسی ایک سبب سے ظلم نہیں کررہا ہے۔

شاعر نے اس شعر میں کسی دانشمند کا یہ قول منظوم کر دیا ہے الظلم من طباع النفس وانما يصدها عنه احدى علتين

دينية وهي خوف المعاد ودنيوية وهي خوف العقاب الدنيوي ظلم کرنا انسان کی طبیعت ہے اور اس سے بچانے والا

سبب میں سے ایک نہ ایک سبب ہوتا ہے ایک سبب تو دینی ہے اور وہ آخرت کا خوف ہے اور دوسرا سبب دنیوی ہے اور وہ دنیا

خوف ہے اور دوسرے کی مثال کسی حکیم کا یہ قول ہے۔ العيادة سنة ما جورة ومكرمة ماثورة ومع هذا فنحن المرضى

ونحن العواد وكل وداد لا يدوم فليس بوداد عیادت کرنا ایسی سنت ہے جو موجب اجر ہے اور ایسی خصلت ہے جو پہلے

سے چلی آرہی ہے اس کے باوجود ہم ہی بیمار بھی ہوتے ہیں اور ہم ہی عیادت بھی کرتے ہیں اور ہر ایسی محبت جو دائمی نہ ہو وہ محبت

ہی نہیں اس مضمون میں شاعر کے اس شعر کو (منثور) کھول دیا گیا ہے۔

اذا مرضنا اتيناكم نعودكم وتذنبون فناتيكم وتعتذر

جب بیمار ہوتے ہیں تو تمہارے پاس آکر تمہاری عیادت کرتے ہیں اور تم کرتے ہو مگر ہم آپ کے پاس آتے ہیں وہ عذر خواہی

کرتے ہیں۔

تلمیح کا بیان

(۵) التلميح هو ان يشير المتكم فى كلامه لأية اوحديث اوشعر مشهور اومثل سائرا وقصة

كقوله۔

لعمر ومع الرمضاء والنار تلتظى ارق واحفى منك فى ساعة الكرب

اشار الى البيت المشهور وهو۔

المستجير بعمر عند كربته كالمستجير من الرمضاء بالنار

ترجمہ

(۵) تلمیح: یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام میں کسی آیت یا حدیث یا مشہور شعر یا رائج الاستعمال کہاوت یا قصے کی جانب اشارہ کرے

جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

لعمرومع الرمضاء والنار تلتظى ارق واخفى منك فى ساعة الكرب

سخت تپش والی پتھریلی زمین اور بھڑکنے والی آگ کے ہمراہ عمرو جس طرح ظالم کا ظلم بھی سختی اور پریشانی کی گھڑی میں تیرے

مقابلے میں نرم اور مہربان ہے

اس شاعر نے اپنے اس شعر میں ایک دوسرے مشہور شعر کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ شعر یہ ہے۔

المستجير بعمرو عند كربته　　كالمستجير من الرمضاء بالنار

اپنی پریشانی کی گھڑی میں عمرو کی پناہ لینے والا اس کی طرح ہے جو تپتی ہوئی پتھریلی زمین کی گرمی سے بھاگ کر آگ کی پناہ پکڑے۔

شرح

تلمیح کے لغوی معنی ہیں اشارہ کرنا۔ شعری اصطلاح میں تلمیح سے مراد ہے کہ ایک لفظ یا مجموعہ الفاظ کے ذریعے کسی تاریخی سیاسی اخلاقی یا مذہبی واقعے کی طرف اشارہ کیا جائے۔ تلمیح کے استعمال سے شعر کے معنوں میں وسعت اور حسن پیدا ہوتا ہے۔ مطالعہ شعر کے بعد پورا واقعہ قاری کے ذہن میں تازہ ہو جاتا ہے۔

تلمیح بھی ایک ایسی ترکیب کا نام ہے جو ایک، دو یا دو سے زائد لفظوں پر مشتمل ہوتی ہے، لیکن اُن دو یا دو سے زائد لفظوں کے تناظر یا پسِ منظر میں کوئی تاریخی واقعہ، کردار کوئی سانحہ یا رسم رواج مذکورہ ہوتا ہے۔ ایک دو لفظوں کے بولنے یا سن لینے سے وہ تاریخی یا نیم تاریخی واقعہ جو تاریخ کے کسی قدیم زمانے میں، کسی شخصیت یا کسی رسم رواج سے متعلق ہوتا ہے، فوراً ہماری نگاہوں کے سامنے آ جاتا ہے۔ تلمیح دراصل ہمارے بزرگوں کے قدموں کے وہ نشان ہیں، جن پر ہم اُلٹے قدم چلتے ہوئے، اُس واقعے تک پہنچ جاتے ہیں۔ زبان میں تلمیح کی اہمیت بہت بنیادی ہوتی ہے۔ ہر زبان کی تلمیحات اس زبان کی تہذیب، ماضی، کلچر اور اس کی قوم کے اسلاف کی زندگیوں سے پھوٹتی ہیں۔

مولوی وحید الدین سلیم کے نزدیک "اگر کسی زبان کی تلمیحات بغور مطالعہ کی جائیں، تو ان سے اس زبان کے بولنے والوں کے گذشتہ واقعات اور تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔ ان کے مذہبی عقائد، ان کے اوہام، ان کے معاشرتی حالات اور ان کی رسوم اور مشاغل معلوم ہوتے ہیں۔ کسی قوم نے جس طرح تمدنی منزلیں رفتہ رفتہ طے کی ہیں اور جو تبدیلیاں اس کی زندگی میں یکے بعد دیگرے ہوتی رہی ہیں، اس کی زبان کی تلمیحات کے مطالعہ سب نظر کے سامنے آ جاتی ہیں۔

تلمیح اور محاورے میں معنوی ربط اور علاقہ تو موجود ہوتا ہے کہ دونوں کے پسِ منظر میں کوئی واقعہ، سانحہ، کوئی حکمت اور دانائی کی بات یا کوئی رسم و رواج اور طرزِ زندگی کا کوئی پہلو یا کوئی مذہبی قصہ یا کوئی متھ یا دیو مالائی صورت موجود ہوتی ہے، لیکن دونوں کا خارجی پیکر یا پیٹرن ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ تلمیح اور محاورے کو ان کے ظاہری اور خارجی پیکر یا اوصاف کی بنا پر بھی موجود ہو سکتا ہے یعنی کوئی محاورہ Combination بآسانی علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ دونوں کے درمیان تلمیح محاورہ بھی ہو سکتی ہے، لیکن دونوں اپنے اپنے معنوی پس منظر ایک ہونے کے باوجود دونوں ایک نہیں ہوتے، بلکہ یہ دونوں اصلاحیں مختلف ہیں اور دونوں اپنے اپنے معنوی دائرہ ہائے کار مرتبہ کرتی ہیں۔ دونوں کا ایک علیحدہ علیحدہ خارجی پیکر ہے، لیکن جو چیزیں محاورے کے لیے لازمی ہوتی ہیں، ان میں ایک تو یہ ہے کہ الفاظ کی جو ترکیب ہوتی ہے اور ان کا جو معنوی آہنگ ہوتا ہے، وہ مجازی ہوتا ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ اہلِ زبان کے قواعد کے مطابق ہوتا ہے، جبکہ تلمیح کے لیے اُس زبان کے قواعد کی پابندی ضروری نہیں ہے۔ وہ دوسری زبان سے سفر کرتی آتی

ہے۔مثلاً اُردو، پنجابی، سندھی بلوچی یا پاکستان کی دیگر زبانوں میں تلمیحات کا جو نظام ہے، وہ عربی عجمی معاشرے سے مسلمانوں کے ساتھ سفر کرتا ہوا یہاں تک پہنچا ہے۔ پشتون تہذیب اور زبان کی زیادہ تر تلمیحات عربی اور فارسی کی وساطت سے پشتو میں مروج ہوئیں۔ اسی طرح اُردو اور پاکستان کی دیگر زبانوں میں بھی تلمیح کا فکری تناظر اسی طرح مرتب ہوتا ہے، لیکن محاورے میں دوسری زبانوں سے اخذ واستفادے کے باوجود ہر زبان کا اپنا ایک فکری کینوس ہوتا ہے، جس پر وہ زبان قوم یا تہذیب جس سے وہ محاورہ متعلق ہوتا ہے، ان کی زندگی کے مختلف رنگوں کو اپنے رسم ورواج، مذہبی تصورات، سیاسی، فکری اور سماجی رویوں کے تناظر میں مرتب کرتا ہے۔

تلمیح کی طرح ترکیب بھی محاورے کے ساتھ معنوی ربط بھی رکھتی ہے اور ظاہری اور لفظی اختلاف بھی۔ دراصل ترکیب ایک ایسی اصلاح ہے، جس میں دو یا دو سے زیادہ لفظوں کو کسی حوالے سے باہم مربوط کیا جاتا ہے۔ مثلاً بعض اوقات مضاف اور مضاف الیہ کو حرف اضافت کی مدد سے جوڑ دیا ہے، بعض اوقات صفت اور موصوف کو حرف اضافت کے تناظر میں باہم جوڑ کر ایک ترکیب بنائی جاتی ہے۔ بیشتر پاکستانی زبانوں کی ترکیب سازی کے عمل میں فارسی کی تراکیب کے نظام کے اثرات بے پناہ ہیں، بلکہ برصغیر پاک وہند میں بولی جانے والی مسلم اکثریت کی تمام زبانیں اپنی ترکیب سازی کے نظام کو فارسی سے مستعار لیتی رہی ہیں۔ نوے فیصد سے زیادہ تراکیب سازی فارسی قواعد کے زیر اثر ہوئی ہے، ہوتی رہی ہے۔ محاورہ اپنے خارجی پیکر میں ترکیب ہوتا ہے، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہر محاورہ ایک ترکیب ہوتا ہے، لیکن ہر ترکیب محاورہ نہیں ہوتی۔ محاورے اور ترکیب کا کارجی آہنگ مختلف ہوتا ہے، لیکن ان کے معنوی نظام میں، معنوی یکجائی کے عناصر موجود ہو سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ جب ہم ان تمام مذکورہ اصطلاحات (روزمرہ، ضرب المثل اور تلمیح) کے تناظر کو محاورے کے ساتھ رکھ کر دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام اصطلاحات کے پس منظر میں موجود معنوی رویہ تو تقریباً یکساں رہا ہے لیکن اس کے بعد اس کا خارجی آہنگ اور رنگ ڈھنگ مختلف ہوتا ہے۔

حسن ابتداء کا بیان

(٦) حسن الابتداء هو ان يجعل المتكلم مبدء كلامه عذب اللفظ حسن السبك صحيح المعنى فاذا اشتمل على اشارة لطيفة الى المقصود سمي براعة الاستهلال كقوله في تهنية بزوال مرض ۔

المجد عوفي اذعوفيت والكرم وزال عنك الى اعدائك السقم

وكقول الأخر في التهنية ببناء قصر ۔

قصر عليه نحية وسلام خلعت عليه جمالها الايام

ترجمہ

(٦) حسن ابتداء: یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کا آغاز شیریں الفاظ اچھی ساخت اور صحیح معنی سے کرے، پھر اگر وہ معنی مقصود کی

جانب غمازی کرنے والے لطیف اشارے پر مشتمل بھی ہو تو اسے براعت استہلال کہیں گے جس طرح کہ شاعر نے اپنے ممدوح کو بیماری سے شفایاب ہونے کی مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا۔

المجد عوفی اذ عوفیت والکرم　　وزال عنك الی اعدائك السقم

آپ کے شفایاب ہونے سے بزرگی اور سخاوت نے شفا پائی۔ اور بیماری آپ سے رخصت ہو کر آپ کے دشمنوں کو پہنچ گئی۔ اور جس طرح کہ دوسرے شاعر نے محل کی تعمیر کی مبارکباد دیتے ہوئے یوں کہا۔

قصر علیه تحیة و سلام　　خلعت علیه جما لها الایام

یہ ایک ایسا محل ہے جس پر ہمارا دعا و سلام پہنچے۔ اس کو زمانے نے اپنے جمال کا لباس عطاء کیا۔

حسن تخلص کا بیان

(۷) حسن التخلص هو الانتقال مما افتتح به الکلام الی المقصود مع رعاية المناسبة بينهما كقوله۔

دعت النوی بفراقهم فتشتتوا　　وقضی الزمان بینهم فتبددوا
دهر زمیم الحالتین فمابه　　شیء سوی جود بن ارتق یحمد

ترجمہ

(۷) حسن تخلص: وہ منتقل ہونا ہے اس غرض کلام سے جسے بیان کرنا شروع کیا تھا معنی مقصود کی طرف دونوں کے درمیان مناسبت قائم رکھتے ہوئے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

دعت النوی بفراقهم فتشتتوا　　وقضی الزمان بینهم فتبددوا
دهر ذمیم الحالتین فما به　　شیء سوی جود ابن ارتق یحمد

دوری نے ان کے حق میں فراق کو چاہا تو وہ منتشر ہو گئے اور زمانے نے ان کے درمیان فیصلہ کر دیا تو وہ متفرق ہو گئے۔ زمانہ دو بری حالتوں والا ہے سو اس کے پاس ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کی تعریف کی جائے سوائے ابن ارتق کی سخاوت کے۔

براعت طلب کا بیان

(۸) براعة الطلب هو ان تسيير الطالب الی مافی نفسه دون ان يصرح فی الطلب کمافی قوله

وفی النفس حاجات فیك فطانة　　سکوتی کلام عندها وخطاب

ترجمہ

(۸) براعت طلب: یہ ہے کہ سائل اور طالب اپنے کسی مطلب اور مراد کی جانب اشارہ کرے اور اپنی مراد کی تصریح نہ کرے

جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

سکوتی کلام عندها وخطاب

وفی النفس حاجات وفیك فطانة

میرے دل میں چند مرادیں ہیں اوت تجھ میں ایسی دانائی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے میرا چپ رہنا کلام اور خطاب ہے۔

حسن انتہاء کا بیان

(۹) حسن الانتهاء هو ان یجعل آخر الکلام عذب اللفظ حسن السبك صحیح المعنی فان اشتمل علی مایسعر بالانتهاء سمی براعة المقطع کقوله ۔

بقیت بقاء الدهر یا کهف اهله　　　وهذا دعاء للبریة شامل،

ترجمہ

(۹) حسن انتہاء: یہ ہے کہ متکلم اپنے کلام کا اختتام شیریں الفاظ اور اچھی ساخت اور صحیح معنی پر کرے پھر اگر وہ اپنے کلام کی انتہاء کی جانب مشعر بھی ہوتو اسے براعت منقطع کہیں گے جس طرح کہ شاعر کا یہ شعر ہے۔

بقیت بقاء الدهر یا کهف اهله　　　وهذا دعاء للبریة شامل

آپ زمانے کے باقی رہنے تک زندہ رہیں اے زمانہ والوں کی جائے پناہ، اور یہ دعا سب مخلوق کو شامل ہو۔

تنبیہ

نوٹ: مناسب ہوگا کہ اساتذہ کرام خود طلباء کے فہم میں مضبوطی کیلئے ان سے کلام کی فصاحت وبلاغت سے متعلق سوالات کریں اور تکرار کے ذریعے ان سے پوچھیں تا کہ اس علم کے پڑھنے کا اندازہ کیا جاسکے۔ ذیل میں تنبیہ اسی مقصد کیلئے کتاب کے آخر میں ذکر کی گئی ہے ملاحظہ ہو۔

ينبغي للمعلم ان يناقش تلامذته في مسائل كل مجث شرحه لهم من هذا الكتاب ليتمكنوا من فهمه جيدا فأذارأى منهم ذلك سالهم مسائل اخرى ممكينهم ادراكها مما فهموه .

(ا) كان يسألهم بعد شرح الفصاحة والبلاغة وفهمهما عن اسباب خروج العبارت الاتية عنهما اوعن احداهما .

(ا) رب جفنة مثعنجرة وطعنة مسحنفرة تبقى عدا بأنقرة اى جفنة ملاى وطعنة مستعة تبقى ببلك انقرة .

(۲) الحمد لله العلى الاجل .

(۳) اكلت العرين وشربت الصمادح تريد اللحم والماء الخالص .

(۴) وازور من كان له زائرا

وعاف في العرف عرفانه

(۵) الاليت شعرى هل يلومن قومه

زهيرا اعلى من جرمن كل جانب

(۶) من يهتدى فى الفعل مالا يهتدے

فى القول حتے يفعل الشعراء

اى يهتدى فى الفعل مالا يهتديه الشعراء فى القول حتى يفعل .

(۷) قرب منا فرأيناه اسدا (تريد الجز) (ا)

(۸) يجب عليك ان تفعل كذا (تقوله بشدة مخاطبا لمن اذا فعل عدفعله كرما وفصلا)

(ب) وكان يسألهم بعد باب الخبر والانشاء ان يجيبو اعما يأتى .

(۱) امن الخبر ام الانشاء قولك الكل اعظم من الجزء وقوله تعالٰى (ان قارون كان من قوم موسٰى)

(۲) ماوجه الاتيان بالخبر جملة فى قولك الحق ظهر والغضب اٰخره ندم

(۳) ماالذى يستفيده السامع من قولك انا معترف بفضلك انت تقوم فى السحر رب انى لا استطيع اصطبارا .

(۴) من أى الاضرب قوله تعالٰى حكاية عن رسل عيسٰى (انا اليكم مرسلون) (ربنا يعلم انا اليكم لمرسلون)

(۵) هل للمهتدى ان يقول (اهدنا الصراط المستقيم)

(۶) من اى انواع الانشاء هذه الامثلة وما معانيها المستفادة من القرائن .

أولٰئك اٰبائى فجئنى بمثلهم ... اذا جمعتنا ياجرير المجامع

اعمل مابدالك لا ترجع عن غيك لا أبالى اقدام قال أليس الله يكاف عبده هل يجازى الاالكفور الم نربك فينا وليدا .

ليت هندا انجزتنا ماتعد ... وشفت انفسنا مما تجد

لوياتينا فيحدثنا ... اسكان العقيق كفى فراقا

(ج) اوكان يسألهم بعد الذكر والحذف عن دواعى الذكر فى هذه الامثلة (ام ارادبهم ربهم رشدا) الرئيس كلمنى فى أمرك والرئيس امرنى بمقابلتك (تخاطب غبيا) الامير نشر المعارف وامن المخاوف (جوابا لمن سأل مافعل الامير) حضر السارق (جوابا لقائل هل حضر السارق الجلال مشرف على السقوط (تقوله بعد سبق ذكره تنبيها لصاحبه)

فعباس يصد الخطب عنا ... وعباس يجير من استجارا

(تقوله فى مقام المدح) .

وعن دواعى الحذف فى هذه الامثلة (وانا لاتدرى اشرو اريد بمن فى الارض) فاما من اعطى واتقٰى وصدق بالحسنٰى فسيسرو لليسرىٰ) (خلق فسوىٰ) (الم يجدك يتيما فاوىٰ) (سولت لكم انفسكم امر افصبر جميلٌ) منضجة الزروع ومصلحة الهواء محتال مراوغ (بعدد كرانسان)

ام كيف ينطق بالقبيح مجاهرا ... والهر يحدث مايشاء فيدفن

(د) وكان يسألهم عن دواعى التقديم .

والتاخير فی هذه الامثلة (ولم يكن له كفوا احد) ماكل مايتمنى المرء يدركه السفاح في دارك اذا اقل عليك الزمان نقترح عليك مانشاء . الانسان جسم نام حساس ناطق . الله اسأل ان يصلح الامر . الدهر مودى نسيا .

(لكم دينكم ولى دين)

(ثلاثة تشرق الدنيا ببهجتها — شمس الضحى و ابو اسحاق والقمر)

وما انا اسقمت جسمى به — وما انا اضرمت فى القلب نارا

(٥) وكان يسألهم عن اغراض التعريف والتنكير فى هذه الامثلة .

اذا انت اكرمت الكريم ملكته

وارة انت اكرمت اللئيم تمردا (واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم وان يقولوا نسمع لقولهم كانهم خشب مسنده) (تبت يدا ابى لهب) ماكان محمدا بااحد من رجالكم)

عباس عباس اذا احتدم الوغى — والفضل فضل والربيع ربيع

ترانا شعر أبى الطيب وحبيب ولم نقرأ شعر الوليد (وما هذه الحياة الدنيا الا لعب ولهو) (اهذا الذى بعث الله رسولا)

هذا ابو الصقر فردا فى محاسنه — من نسل شيبان بين الضال والسمر

(فاوحى الى عبده ما اوحى) (الذين كذبوا شعيبا كانوا هم الخاسرين) الذى خاط ملابس الامير خاط هذا الثوب . اخدما اعطيته وسار . الرجل خير من المرأة . (عالم الغيب والشهادة) . اليوم يستقبل الا مال راجيها . لبث القوم ساعة وقضوا الساعة فى الجدال . اطيعوا الله واطيعوا الرسول) . ادخل السوق واشتر للحم زيد الشجاع . علماء الدين اجمعوا على كذب . ركب وزراء السلطان هذا قريب اللص . اخوالوزير ارسل لى . وان شفائى عبرة مهراقة يابواب افتح الباب وياحارس لاتبرح . (وجاء رجل من اقصى المدينة) (وعلى ابصارهم غشاوة) . ان له لابلاوان له لغنما ماقدم من احد .

(ولله عندى جانب لا اضيعه — وللهو عندى والخلاعة جانب)

فيو مابخيل تطرد الروم عنهمو — ويوما بجود يطرد الفقرو الجدبا

(وان يكذبوك فقد كذبت رسل من قبلك) (أئن لنا لاجرا)

(و) كان يسالهم بعد التشبيه عن التشبيهات الآتية:-

(ا) ولقد لاح فى الصبح الثريا لمن رأى — كعنقود ملاحيه حين نورا

(٢) كاسحة النار في لهيبها
والفحم من فوقها يغطيها

زنجية شبكت انا ملها
من فوق نارنجة لتخفيها

(٣) وكان اجرام النجوم لوامعا
درد نثرن على بساط ازرق

(٣) عزماته مثل النجوم ثواقبا
لولم يكن للثاقبات افول

(٥) ابذل فان المال شعر كلما
اوسعته حلقا يزيد نباتا

(٦) ولما بدالي منك ميل مع العدا
علي ولم يحدث سواك بديل

صددت كما صد الرمي تطاولت
به مدة الايام وهو قتيل

(٧) رب حي كميت ليس فيه
أمل يرتجى لنفع وضر

وعظام تحت التراب وفوق الارض
منها آثار حمد وشكر

(٨) كان انضاء البدر من تحت غيم
نجاة من الباساء بعد وقع

(ز) وكان يسألهم عن المحسنات البديعية فيما ياتي .

(١) كان ماكان وزالا

فاطرح قيلا وقالا
ايها المعرض عنا

حسبك الله تعالى

(٢) ليت المنية حالت دون نصحك لي
فيستريح كلانا من اذى التهم

(٣) يحيى ويميت (اؤمن كان ميتا فاحييناه)

خلقوا وما خلقوا مكرمة
فكأنهم خلقوا وما خلقوا

(٤) على راس حر تاج عز يزينه
وفي رجل عبد قيد ذل يشينه

(٥) نهبت من الاعمار مالو حويته
لهنئت الدنيا بأنك خالد

(٦) واستوطنوا السرمنى وهو منزلهم
ولا افوه به يوما لغيرهم

(٧) من قاس جدواك يوما
بالسحب اخطأ مدحك

السحب تعطي وتبكي
وانت تعطي وتضحك

(٨) آراؤكم ووجوهكم وسيوفكم
في الحادثات اذا دجون نجوم

منها معالم للهدى ومصابح
تجلو الدجى والأخريات رجوم

(٩) انما هذه الحياة متاع
والسفيه الغبي من يصطفيها

وامضى فات والمؤمل غيب
ولك الساعة التي أنت فيها

(۱۰) وسابق ایان وجهنه — رابته باصاح طوع اليد

فى السبق لمالم يجد مشها — سابق الكارى الى المقصد

(۱۱) لاعيب فيهم سوے ان الزيل بهم — يسلو عن الاهل والا وطان والحشم

(۱۲) عاشر الناس بالجميل المزاحمه .

ويتقظ وقد لمن — بتعاطى المزاح مه

(۱۳) ملم تضع الاعادى قدر شانى — ولا قالوا فلان قدر شانى

(۱۴) أى شىء اطيب من ابتسام الثغور — ودوام السرور وبكاء الغمام ونوح الحمام .

(۱۵) كمالك تحت كلام

(۱۶) ريولج الليل فى النهار ويولح النهارمے الليل)

(۱۷) ياخاطب الدنيا الدينه انها — شرك الردى وقرارة الاكدار

دارمنى ماأضحكت فى يوهما — الكت غداتبا لها من دار

(۱۸) مدحت مجدك والاخلاص ملتزمى — فيه وحسن رجائى فبك مختنمے

ولا يصعب على المعلم اقتفاء هذا المنهج والله الهادى الى طريق النجاح .

مختصر المعانی کا پس منظر

امام سکاکی ؒ نے مفتاح العلوم نامی ایک کتاب لکھی جس میں تین قسمیں تھیں:
قسمِ اوّل میں تین فنون تھے: نحو، صرف اور اشتقاق۔
قسمِ ثانی میں بھی تین فنون تھے: عروض، قوافی، منطق۔
قسمِ ثالث میں بھی تین فنون تھے: معانی، بیان، بدیع۔
پھر قاضی القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان قزوینی ؒ نے مفتاح العلوم کی قسمِ ثالث کی تلخیص کی اور اس کتاب کا نام تلخیص المفتاح رکھا۔
پھر علامہ سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی ؒ نے اس تلخیص المفتاح کی ایک مفصل شرح لکھی جس کا نام مطوّل رکھا۔
لیکن بعد میں لوگوں کے اصرار پر انھوں نے اپنی اس طویل شرح کو مختصر کر کے لکھا اور اس کا نام مختصر المعانی رکھا۔
پوری کتاب کا خلاصہ بارہ سوالات کے جوابات ہیں۔

سوالات

(سوال:) متن کا کیا نام ہے؟ (سوال:) شرح کا کیا نام ہے؟ (سوال:) ماتن ؒ کا کیا نام ہے؟ (سوال:) شارح ؒ کا کیا نام ہے؟ (سوال:) شرح کے خطبہ میں شارح صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں؟ (سوال:) متن کے خطبہ میں ماتن صاحب کیا کہنا چاہتے ہیں؟ (سوال:) مقدمہ کے متن کا خلاصہ کیا ہے؟ (سوال:) مقدمہ کی شرح کا خلاصہ کیا ہے؟ (سوال:) اس کتاب میں کل کتنے فنون ہیں؟ (سوال:) ہر فن کی تعریف کیا ہے؟ (سوال:) ہر فن کا خلاصہ کیا ہے؟ (سوال:) خاتمہ کا خلاصہ کیا ہے؟

جوابات:
(پہلے سوال کا جواب) متن کا نام تلخیص المفتاح ہے۔
(دوسرے سوال کا جواب) شرح کا نام مختصر المعانی ہے۔
(تیسرے سوال کا جواب) ماتن صاحب کا نام قاضی القضاۃ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان قزوینی ہے۔
(چوتھے سوال کا جواب) شارح صاحب کا نام سعدالدین مسعود بن عمر تفتازانی ہے۔

(پانچویں سوال کا جواب) شرح کے خطبہ کا خلاصہ یہ ہے۔

شارح صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے تلخیص المفتاح کی شرح بنام مطوّل لکھی تھی جس میں میں نے کئی نکات اور باریک باریک مسائل تفصیل سے بیان کیے تھے، لیکن پھر بہت سے علمائے کرام نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ اس کو مختصر کروں، ان کے اس مطالبہ کی دو وجوہات تھیں۔

1 اب طلبا میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ مطوّل کے باریک اور پیچیدہ مسائل کو سمجھ سکیں۔

2 انھیں اس بات کا خدشہ تھا کہ اگر میں نے مطوّل کو مختصر نہ کیا تو کلام چور قسم کے لوگ میری ہی عبارتوں کو چرا چرا کر مختصر شروحات لکھ ڈالیں گے۔

لیکن میں ان کا یہ مطالبہ ٹالتا رہا اور میرے ٹال مٹول کی بھی دو وجوہات تھیں۔

1 ایسی شرح لکھنا جو سب کو اچھی لگے یہ انسانی طاقت سے باہر ہے، یہ خالقِ قدرت کی ہی دسترس میں ہے۔

2 اب اس علم کا دور دورہ بھی ختم ہو چکا ہے، فصاحت اور بلاغت کا علم تو بس نام کا رہ گیا ہے۔

پھر شارح صاحب نے مطالبہ کرنے والوں کے مطالبہ کی دوسری وجہ کا جواب دیا کہ کلام چور قسم کے لوگ اگر میرے کلام سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو انھیں اٹھانے دو، کیوں کہ نہروں سے پیاسوں کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔

پھر وہ لوگ اپنے مطالبے میں غالب آگئے اور مجبور ہو کر میں نے مطوّل کو مختصر کرنا شروع کر دیا، حالاں کہ میرے پاس نہ وسائل تھے اور نہ میں اپنے وطن میں تھا، بلکہ دورانِ سفر میں یہ شرح لکھی ہے۔

(چھٹے سوال کا جواب)

متن کے خطبہ کا خلاصہ یہ ہے۔

ماتن صاحب نے حمد وصلاۃ کے بعد وجہِ تالیف بیان کی ہے کہ چوں کہ علمِ بلاغت تمام علوم میں سب سے زیادہ بلند مرتبہ اور پیچیدہ ترین تھا اور اس علم پر لکھی جانے والی تمام کتابوں میں سب سے زیادہ نفع بخش کتاب امام سکاکی کی مفتاح العلوم کی قسمِ ثالث تھی اس لیے میں نے اس علم اور اس کتاب کا انتخاب کر کے اس کی تلخیص کر دی، کیوں کہ اس کتاب میں بعض چیزیں غیر ضروری تھیں انھیں ختم کر دیا اور بعض چیزیں ضرورت سے زیادہ طویل تھیں انھیں مختصر کر دیا اور بعض مقام بہت پیچیدہ اور مغلق تھے انھیں واضح کر دیا۔

(ساتویں سوال کا جواب)

مقدمے کے متن کا خلاصہ

ابتدا میں دو چیزیں ہیں: 1 فصاحت 2 بلاغت

فصاحت کی تین قسمیں ہیں

1 کلمہ کی فصاحت 2 کلام کی فصاحت 3 متکلم کی فصاحت

1 کلمہ کی فصاحت یہ ہے کہ کلمہ تین چیزوں سے خالی ہو:

☆ تنافرِ حروف ۔ ☆ مخالفتِ قیاسِ لغوی ۔ ☆ غرابت ۔

2 کلام کی فصاحت یہ ہے کہ تمام کلمات کے فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ کلام تین چیزوں سے خالی ہو:

☆ تنافرِ کلمات ☆ ضعفِ تالیف ☆ تعقید (لفظی ومعنوی)

3 متکلم کی فصاحت یہ ہے کہ وہ کلامِ فصیح بولنے پر قادر ہو۔

بلاغت کی دو قسمیں ہیں

1 کلام کی بلاغت 2 متکلم کی بلاغت

1 کلام کی بلاغت یہ ہے کہ اس کو صحیح موقع پر استعمال کیا جائے (یعنی کلام فصیح ہونے کے ساتھ ساتھ مقتضائے حال کے مطابق بھی ہو۔)

2 متکلم کی بلاغت یہ ہے کہ وہ کلامِ بلیغ کہنے پر قادر ہو۔

خلاصہ

کسی بھی شخص کو فصیح اور بلیغ بننے کے لیے سات خرابیوں سے بچنا ضروری ہے:

1 تنافرِ حروف 2 مخالفتِ قیاسِ لغوی 3 غرابت 4 تنافرِ کلمات 5 ضعفِ تالیف 6 تعقید 7 مقتضائے حال کے ساتھ عدمِ مطابقت

علمِ لغت کے ذریعے غرابت سے بچا جا سکتا ہے۔

علمِ صرف کے ذریعے مخالفتِ قیاسِ لغوی سے بچا جا سکتا ہے۔

علمِ نحو کے ذریعے ضعفِ تالیف اور تعقیدِ لفظی سے بچا جا سکتا ہے۔

علمِ بیان کے ذریعے تعقیدِ معنوی سے بچا جا سکتا ہے۔

علمِ معانی کے ذریعے عدمِ مطابقتِ مقتضائے حال یعنی مرادی معنی کی ادائیگی میں غلطی سے بچا جا سکتا ہے۔

تنافرِ حروف اور تنافرِ کلمات کا تعلق ذوقِ سلیم سے ہے نہ کہ کسی خاص فن سے۔

(آٹھویں سوال کا جواب)

مقدمہ کی شرح کا خلاصہ یہ ہے۔

یوں تو شارح نے پوری کتاب میں متن کے الفاظ کی تحقیق اور تشریح کی ہے، لیکن چوں کہ مقدمے میں متن سے پہلے شارح نے چار ایسی بحثیں کی ہیں جو متن میں نہیں ہیں اس لیے انھیں خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

1 مختصر المعانی کی ابحاث کی وجہ حصر

جتنی چیزیں کتاب میں مذکور ہیں یا تو وہ مقاصدِ بلاغت کی قبیل سے ہوں گی یا نہیں، نہ ہونے کی صورت میں وہ مقدمہ ہے اور ہونے کی صورت میں یا تو اس سے مقصود مرادی معنی کی ادائیگی میں غلطی سے بچنا ہوگا یا تعقیدِ معنوی سے بچنا مقصود ہوگا یا پھر کسی بھی چیز سے احتراز مقصود نہیں ہوگا، پہلی صورت میں فنِ اوّل (علم معانی) ہے، دوسری صورت میں فنِ ثانی (علم بیان) ہے، تیسری صورت میں فنِ ثالث (علم بدیع) ہے۔

2 فنونِ ثلٰثہ اور خاتمہ پر ایک اشکال کا جواب

اشکال: الفن الاول، الفن الثانی، الفن الثالث ان تینوں لفظوں کو تو ماتن نے معرفہ ذکر کیا جبکہ خاتمہ کے لفظ کو نکرہ لائے، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: الف لام عہدی ہے جس کے لیے شرط ہے کہ مدخول کا ذکر پہلے ہو چکا ہو، چوں کہ مقدمے میں فنونِ ثلٰثہ کا ذکر آچکا ہے اس لیے انھیں معرفہ بنا کر لائے اور خاتمہ کا ذکر نہیں ہوا تھا اس لیے اسے نکرہ بنا کر لائے۔

3 مقدمہ کا ماخذ:

مقدمہ ماخوذ ہے مقدمۃ الجیش سے، مشتق ہے قدَّمَ بمعنی تقدَّمَ سے۔ مقدمۃ الجیش لشکر کے اس حصہ کو کہا جاتا ہے جو مقدم یعنی آگے آگے ہو۔

مقدمہ کی دو قسمیں ہیں: () مقدمۃ العلم () مقدمۃ الکتاب

مقدمۃ العلم: وہ چیزیں جن پر شروع فی العلم موتوف ہو یعنی تعریف، موضوع اور غرض وغایت۔

مقدمۃ الکتاب: کلام کا وہ حصہ جس کو مقصودِ کلام سے پہلے بیان کیا جائے، ایک تو اس وجہ سے کہ مقصودِ کلام کو اس سے ایک تعلق اور ارتباط ہے، دوسرے اس وجہ سے کہ اس کے سمجھنے سے مقصود کے سمجھنے میں آسانی ہو جائیگی۔

4 اس کتاب (مختصر المعانی) کا مقدمہ کونسا ہے؟

یہ مقدمۃ الکتاب ہے، کیوں کہ اس میں اس بات کا بیان ہے کہ علمِ بلاغت دو علموں میں منحصر ہے ایک علمِ معانی دوسرا علمِ بیان، جب کہ مقصود یعنی فنونِ ثلٰثہ کا اس مقدمہ سے ربط بالکل واضح ہے۔

(نویں سوال کا جواب)

اس کتاب میں تین فنون ہیں:

1 علمِ معانی 2 علمِ بیان 3 علمِ بدیع

(دسویں سوال کا جواب)

ہر فن کی تعریف:

علم معانی کتاب کے الفاظ میں:

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ اَحْوَالُ اللَّفْظِ الْعَرَبِيِّ الَّتِيْ بِهَا يُطَابِقُ اللَّفْظُ مُقْتَضَى الْحَالِ ۔

یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے عربی لفظ کے ان احوال کو پہچانا جاتا ہے جن کے ذریعہ لفظ مقتضائے حال کے مطابق ہوتا ہے۔

اپنے الفاظ میں:

اس علم کے ذریعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس وقت کیا بات کرنی ہے اور کس طرح کرنی ہے۔

علم بیان کتاب کے الفاظ میں:

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ اِيْرَادُ الْمَعْنَى الْوَاحِدِ بِطُرُقٍ مُخْتَلِفَةٍ فِيْ وُضُوْحِ الدَّلَالَةِ عَلَيْهِ ۔

یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعے اس بات کو پہچانا جاتا ہے کہ ایک معنی کو کئی ایسے طریقوں سے بیان کیا جائے جو لفظ کی معنی پر دلالت کے واضح ہونے کے اعتبار سے مختلف ہوں۔

اپنے الفاظ میں:

اس علم کے ذریعہ ایک ہی بات کو کئی انداز سے پیش کرنا آجاتا ہے جن میں سے بعض انداز کم واضح ہوتے ہیں اور بعض زیادہ واضح۔

علم بدیع کتاب کے الفاظ میں:

هُوَ عِلْمٌ يُعْرَفُ بِهِ وُجُوْهُ تَحْسِيْنِ الْكَلَامِ بَعْدَ رِعَايَةِ الْمُطَابَقَةِ وَ وُضُوْحِ الدَّلَالَةِ ۔

یہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ مطابقتِ مقتضائے حال اور وضوح دلالت کی رعایت کے بعد کلام کو حسین وجمیل بنانے کے طریقے پہچانے جاتے ہیں۔

اپنے الفاظ میں:

علم معانی اور علم بیان کے ذریعہ کلام کو فصیح اور بلیغ بنانے کے بعد اب کلام کو مزید خوشنما بنانے کے طریقے علم بدیع کے ذریعہ معلوم ہوتے ہیں۔

(گیارھویں سوال کا جواب)

فن معانی، فن بیان اور فن بدیع میں سے ہر فن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

علم معانی کا خلاصہ

اس فن میں کل آٹھ ابواب ہیں۔

1احوالِ اسناد خبری 2احوالِ مسند الیہ 3احوالِ مسند 4احوالِ متعلقاتِ فعل 5قصر 6انشاء 7فصل و وصل 8ایجاز، اطناب، مساوات

پہلا باب: (احوالِ اسناد خبری)

خبر دینے والے کے دو ہی مقصد ہوتے ہیں۔ یا تو اس لیے خبر دیتا ہے کہ مخاطب کو بھی معلوم ہو جائے (اس کو فائدہ خبر کہتے ہیں) یا اس لیے خبر دیتا ہے کہ مخاطب کو یہ معلوم ہو جائے کہ وہ بھی یہ بات جانتا ہے (اس کو لازمِ فائدہ خبر کہتے ہیں)۔

اب اگر مخاطب کو وہ خبر بالکل معلوم نہ ہو تو کلام کو بغیر تاکید کے لانا چاہیے، اسے ابتدائی کہتے ہیں اور اگر مخاطب کو تردد ہو تو تاکید لانا حسن ہے، اسے طلبی کہتے ہیں اور اگر مخاطب منکرِ خبر ہو تو اس کے انکار کے بقدر تاکید لانا واجب ہے، اسے انکاری کہتے ہیں یہی کلام کو مقتضائے ظاہر کے مطابق لانا ہے۔

اسناد کی دو قسمیں ہیں: 1حقیقی 2مجازی

فاعل اگر حقیقی ہو تو اسناد حقیقی ہوگی۔ جیسے: نہر کا پانی بہہ رہا ہے۔

اور اگر فاعل حقیقی نہ ہو تو اسناد مجازی ہوگی۔ جیسے: نہر بہہ رہی ہے۔

ماتن صاحب کہتے ہیں کہ امام سکاکی نے مجاز کا انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اس پر ماتن صاحب نے ان پر چار اشکالات کیے ہیں اور شارح نے امام سکاکی کی طرف داری کرتے ہوئے ان چاروں کے جوابات دیے ہیں۔

دوسرا اور تیسرا باب: (احوالِ مسند الیہ و مسند)

ان دونوں کو یا کسی ایک کو کبھی حذف کیا جاتا ہے کبھی ذکر، کبھی معرفہ لایا جاتا ہے کبھی نکرہ، کبھی مقدم کیا جاتا ہے کبھی موخر، کبھی اسم لایا جاتا ہے کبھی فعل، کبھی ان کا تابع لایا جاتا ہے کبھی نہیں لایا جاتا۔

ہر ایک کی وجوہات اور مثالیں کتاب میں آسان طریقے سے مذکور ہیں، زبانی یاد کرنے کے لائق ہیں۔

مَا اَنَا قُلْتُ ایک مشہور بحث ہے اس کا تعلق تقدیم مسند الیہ سے ہے۔

چوتھا باب: (احوالِ متعلقاتِ فعل)

متعلقات سے مراد مفعول بہ اور دیگر معمولاتِ فعل ہیں۔

اس باب میں تین چیزیں ہیں۔

1 مفعول بہ کو حذف کرنے کے نکات۔

2 مفعول بہ کو فعل پر مقدم کرنے کے نکات۔

3 معمولاتِ فعل میں سے بعض کو بعض پر مقدم کرنے کے نکات۔

پانچواں باب: (قصر)

قصر کے لغوی معنی ہیں روکنا، بند کرنا اور تجاوز کرنا۔
اصطلاحی معنی یہ ہیں کہ ایک شے کو دوسری شے پر منحصر کر دینا چار طریقوں میں سے کسی ایک طریقے سے۔ وہ چار طریقے یہ ہیں:

1 عطف جیسے: زید شاعر لا کاتب۔

2 نفی اور استثناء جیسے: ما زید الا شاعر۔

3 انما جیسے: اِنما زید کاتب۔

4 تقدیم جیسے: تمیمی انا۔

قصر کی دو قسمیں ہیں: 1 حقیقی 2 اضافی

دونوں میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

1 قصر الموصوف علی الصفۃ۔ 2 قصر الصفۃ علی الموصوف۔

قصر اضافی کی دو قسمیں ہیں

1 تخصیص شی بشی دون شی. 2 تخصیص شی بشی مکان شی.

پہلی کو قصرِ افراد کہتے ہیں۔ دوسری کی دو قسمیں ہیں: 1 قصرِ قلب 2 قصرِ تعیین

چھٹا باب: (انشاء)

انشاء کی دو قسمیں ہیں۔ () طلبی () غیر طلبی

اس کتاب میں صرف طلبی سے بحث ہے اس کی پانچ قسمیں کتاب میں مذکور ہیں:

1 تمنی 2 استفہام 3 امر 4 نہی 5 نداء

ساتواں باب: (فصل و وصل)

دو جملوں میں سے ایک کا دوسرے پر عطف ہو تو اسے وصل کہتے ہیں اور اگر عطف نہ ہو تو اسے فصل کہتے ہیں۔
عطف ہونے کی صورت میں پہلے جملے کا کوئی محل اعراب ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اگر ہوگا تو دوسرے جملے کو پہلے جملے کے اعراب میں شریک کرنے کا ارادہ کیا جائے گا یا نہیں اور اگر محل اعراب نہیں ہوگا تو دوسرے جملے کا پہلے جملے کے ساتھ واؤ کے علاوہ کسی اور عاطف کے ذریعہ ربط کرنا ہوگا یا نہیں گا، نہ ہونے کی صورت میں پہلے جملے میں کوئی حکم ہوگا یا نہیں ہوگا۔ ہر صورت کا حکم الگ الگ ہے۔

آٹھواں باب: (ایجاز، اطناب، مساوات)

مساوات: مرادی معنی کو اتنے الفاظ کے ساتھ بیان کیا جائے جو نہ کم ہوں نہ زیادہ۔

ایجاز: الفاظ کم ہوں مگر مرادی معنی کو ادا کرنے کے لیے کافی ہوں۔

مساوات: الفاظ زیادہ ہوں، مگر بلا فائدہ نہ ہوں۔

ایجاز اور اطناب کی کئی قسمیں ہیں۔

علم بیان کا خلاصہ

اس علم کے ذریعے ایک معنی کو کئی ایسے انداز سے پیش کرنا آجاتا ہے جن میں لفظ کی معنی پر دلالت کے واضح ہونے کے اعتبار سے فرق ہو، گویا اصل چیز دلالت ہے۔

دلالت کی تین قسمیں ہیں: 1 مطابقی 2 تضمنی 3 التزامی

پہلی کو اہلِ بیان کی اصطلاح میں وضعیہ کہتے ہیں اور باقی دونوں کو عقلیہ۔

دلالتِ مطابقی کا تو علمِ بیان میں کوئی دخل نہیں ہے۔

دلالتِ تضمنی اور التزامی دونوں میں لفظ کی معنی پر دلالت پورے معنی موضوع لہ پر نہیں ہو رہی ہوتی، اگر اس دلالت کے نہ ہونے پر کوئی قرینہ قائم ہو جائے تو اس لفظ کو مجاز کہتے ہیں اور اگر قرینہ قائم نہ ہو تو اسے کنایہ کہتے ہیں۔

پھر مجاز کی دو قسمیں ہیں: 1 مجازِ مرسل 2 استعارہ

کیوں کہ معنی حقیقی اور معنی مجازی میں اگر علاقہ تشبیہ ہے تو اس کو استعارہ کہتے ہیں اور اگر کوئی اور علاقہ ہے تو اسے مجازِ مرسل کہتے ہیں۔

اصولیین کے نزدیک استعارہ اور مجاز ایک چیز کے دو نام ہیں، جب کہ اہل بیان کے نزدیک مجاز کی قسمیں ہیں، کو مجازِ مرسل اور پچیسویں کو استعارہ کہتے ہیں۔

لہٰذا اس فن میں تین مقاصد ہیں: 1 تشبیہ 2 مجاز 3 کنایہ

تشبیہ کا بیان

تشبیہ کی تعریف:

اِلْحَاقُ اَمْرٍ بِاَمْرٍ فِیْ وَصْفٍ بِاَدَاۃٍ لِغَرَضٍ ۔

ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ حرفِ تشبیہ کے ذریعے کسی وصف کے اندر کسی غرض سے ملانا۔

ارکانِ تشبیہ

1 مشبہ 2 مشبہ بہ 3 حرفِ تشبیہ 4 وجہِ تشبیہ

جیسے: زید کالاسد فی الشجاعۃ، اس مثال میں زید مشبہ ہے، اسد مشبہ بہ ہے، ک حرفِ تشبیہ ہے اور شجاعت وجہ تشبیہ ہے۔

مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفینِ تشبیہ بھی کہتے ہیں۔

اغراضِ تشبیہ:

دو قسمیں ہیں:

1 وہ اغراض جو مشبہ کے اعتبار سے ہوں۔

1 وہ اغراض جو مشبہ بہ کے اعتبار سے ہوں۔

پہلی قسم میں سات غرضیں ہیں۔

1 بیانِ امکانِ مشبہ
2 بیانِ حالِ مشبہ

3 بیانِ مقدارِ حالِ مشبہ
4 تقریرِ حالِ مشبہ

5 تزیینِ مشبہ
6 تقبیحِ مشبہ

7 استطرافِ مشبہ (یعنی مشبہ کو انوکھا اور دلچسپ بنانا)

دوسری قسم میں دو غرضیں ہیں۔

1 یہ وہم ڈالنا کہ مشبہ بہ وجہ تشبیہ میں مشبہ سے اتم ہے۔

2 مشبہ بہ کو اہتمام کے ساتھ بیان کرنا۔

اقسام تشبیہ

پانچ اعتبار سے تشبیہ کی مختلف قسمیں ہیں۔

1 باعتبارِ طرفین 2 باعتبارِ وجہ تشبیہ 3 باعتبارِ حرفِ تشبیہ 4 باعتبارِ ارکانِ تشبیہ 5 باعتبارِ غرضِ تشبیہ۔

1 باعتبارِ طرفین، تشبیہ کی تین تقسیمیں ہیں۔

پہلی تقسیم: ☆ حسیان ☆ عقلیان ☆ مختلفان

دوسری تقسیم: ☆ تشبیہِ مفرد بمفرد ☆ تشبیہِ مرکب بمرکب

☆ تشبیہِ مفرد بمرکب ☆ تشبیہِ مرکب بمفرد

تیسری تقسیم: ☆ طرفین متعدد ہوں ☆ صرف مشبہ متعدد ہو

☆ صرف مشبہ بہ متعدد ہو

2 باعتبارِ وجہ تشبیہ، تشبیہ کی چار تقسیمیں ہیں:

پہلی تقسیم: ☆ خارج از حقیقتِ طرفین ☆ غیر خارج از حقیقتِ طرفین

دوسری تقسیم: ☆ واحد ☆ بمنزلہ واحد ☆ متعدد

تیسری تقسیم: ☆ مجمل ☆ مفصل

چوتھی تقسیم: ☆ قریب کثیر الاستعمال ☆ بعید قلیل الاستعمال

3 باعتبار حرفِ تشبیہ، تشبیہ کی دو قسمیں ہیں:

☆ مؤکد (جسمیں حرفِ تشبیہ محذوف ہو) ☆ مرسل (جسمیں حرفِ تشبیہ مذکور ہو)

4 باعتبار ارکانِ تشبیہ، تشبیہ کی آٹھ قسمیں ہیں۔

مشبہ مذکور۔ مشبہ محذوف 1 وجہ شبہ مذکور، اداۃ مذکور 5 وجہ شبہ مذکور، اداۃ مذکور 2 وجہ شبہ مذکور، اداۃ محذوف 6 وجہ شبہ مذکور، اداۃ محذوف 3 وجہ شبہ محذوف، اداۃ مذکور 7 وجہ شبہ محذوف، اداۃ مذکور 4 وجہ شبہ محذوف، اداۃ محذوف 8 وجہ شبہ محذوف، اداۃ محذوف 5 باعتبارِ غرضِ تشبیہ، تشبیہ کی دو قسمیں ہیں: مقبول اور مردود۔

مجاز کا بیان

مجاز کی دو قسمیں ہیں 1: مجازِ مفرد 2 مجازِ مرکب

مجازِ مفرد:

وہ مفرد جو غیر معنی موضوع لہ میں استعمال ہو کسی علاقہ کی وجہ سے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں: اگر وہ علاقہ تشبیہ ہے تو استعارہ کہلاتا ہے اور اگر تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہے تو اس کو مجازِ مرسل کہتے ہیں۔

استعارہ کی چار قسمیں ہیں

1 استعارہ مکنیہ:

جس میں ارکانِ تشبیہ میں سے صرف مشبہ کو ذکر کیا جائے۔

2 استعارہ تخییلیہ:

جس میں مشبہ بہ متروک کے لازم کو مشبہ کیلیے ثابت کیا جائے۔

3 استعارہ تصریحیہ:

جس میں مشبہ بہ بول کر مشبہ کو مراد لیا جائے۔

4 استعارہ ترشیحیہ:

جس میں مشبہ بہ کے ملائم کو مشبہ کیلیے ثابت کیا جائے۔

مجازِ مرسل کی چوبیس قسمیں ہیں۔

1 سبب، مسبب 2 اس کا عکس 3 کل، جزء 4 اس کا عکس 5 لازم، ملزوم 6 اس کا عکس 7 مقید، مطلق 8 اس کا عکس 9 خاص، عام۔ اس کا عکس q محل، حال w اس کا عکس e حذف مضاف r حذف مضاف الیہ t باعتبارِ ما کان y باعتبارِ مایوول u بدلین

اضدا ین o معرف ،منکر p اسمِ آلہ a زیادت s حذف d مجاورت f عموم النکرۃ فی الاثبات

مجازِ مرکب:

وہ مرکب جو غیر معنی موضوع لہ میں استعمال ہو کسی علاقہ کی وجہ سے۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں۔

1 اگر وہ علاقہ تشبیہ ہے تو استعارہ تمثیلیہ کہلاتا ہے.

2 اگر تشبیہ کے علاوہ کوئی اور علاقہ ہے تو اس کو مجازِ مرکب مرسل کہتے ہیں۔

کنایہ کا بیان

کنایہ کی تعریف:

وہ لفظ جس سے بجائے معنی حقیقی کے معنی لازمی مراد لیا جائے ،لیکن اس بات کا امکان ہو کہ معنی حقیقی کو مراد لے لیا جائے۔

کنایہ کی اقسام

کنایہ کی تین قسمیں ہیں۔

1 وہ کنایہ جس سے مطلوب صفت ہو۔

2 وہ کنایہ جس سے مطلوب نسبت ہو۔

3 وہ کنایہ جس سے مطلوب نہ صفت ہو نہ نسبت۔

امام سکا کی ؒکے نزدیک کنایہ کی پانچ قسمیں ہیں:

1 تعریض 2 تلویح 3 رمز 4 ایماء 5 اشارہ

تنبیہ:

اہلِ بلاغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مجاز میں زیادہ بلاغت ہے بنسبت حقیقت کے ،اسی طرح کنایہ میں زیادہ بلاغت ہے بہ نسبت تصریح کے۔

علمِ بدیع کا خلاصہ

علمِ معانی کے ذریعے مرادی معنی کی ادائیگی میں غلطی سے بچنے کے بعد اور علمِ بیان کے ذریعہ تعقیدِ معنوی سے بچنے کے بعد ،اب کلام کو مزید خوشنما بنانے کے جو طریقے ہیں اُن کا ذکر علمِ بدیع میں ہوتا ہے اور ان طریقوں کو وجوہِ تحسینِ کلام اور بدائع وصنائع بھی کہا جاتا ہے۔

پھر وجوہِ تحسینِ کلام کی دو قسمیں ہیں: 1 معنوی 2 لفظی

معنوی کی تیس قسمیں ہیں جبکہ لفظی کی سات قسمیں ہیں۔

معنوی وجوہ تحسینِ کلام:

(یعنی کلام کے معنی کو خوشنما بنانے کے طریقے)

مطابقت

دو لفظوں میں کچھ نہ کچھ یا مکمل تقابل ہونا۔ جیسے: حرکت وسکون، وجود وسلب، نابینا وآنکھ، باپ ہونا اور بیٹا ہونا۔

مراعاتِ نظیر

دو ایسی چیزوں کا ذکر کرنا جن میں کچھ مناسبت ہو لیکن تضاد نہ ہو۔ جیسے: شمس وقمر، در ودیوار

ارصاد

جملہ یا شعر کے آخری کلمہ سے پہلے ایسا لفظ لانا جو آخری کلمہ پر دال ہو، بشرطیکہ قافیہ کا وزن اور حرف روی معلوم ہو۔ جیسے:

(وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۔)

صنعتِ ارصاد کا بیان

ارصاد کے معنی نگہبان بٹھانے کے ہیں۔ چونکہ یہ لفظ آئندہ قافیہ کا نگہبان ہے اس لئے اس صنعت کا نام ارصاد رکھا گیا ہے۔ اصطلاحاً کسی شعر میں ختم کلام سے پہلے ایسا لفظ لائیں جس سے مصرعہ ثانی کے اخیر لفظ (قافیہ) کا حال معلوم ہو جائے۔ جیسے ذوق

کیا قہر ہے آنے میں میں ابھی وقفہ ہے ان کے اور جانے میں دم میرا توقف نہیں کرتا

یہاں وقفہ کی وجہ سے توقف جو قافیہ ہے فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔

مشاکلت

ایک شے کو اس کے لفظ کے علاوہ کسی دوسرے لفظ سے ذکر کرنا، اس شے کے اُس دوسرے لفظ کے ساتھ لانے کے ارادے کی وجہ سے۔ جیسے: زید درزی سے کپڑے سلوانے گیا، درزی نے اخلاقاً اس سے پوچھا کہ بتایئے ہم آپ کے لیے کیا پکائیں، زید نے کہا میرے لیے ایک قمیص پکالو۔

مزاوجت

جملہ شرطیہ کے شرط اور جزا دونوں میں ایک ایسی چیز کو ذکر کرنا جو شرط اور جزاء پر مرتب ہو رہی ہو۔ جیسے: جب زید نے میرے پاس آکر مجھے سلام کیا تو میں نے بھی اس کا اکرام کیا اور پھر اُس کو سلام کیا۔

عکس

کلام کے اندر دو چیزوں کو ذکر کرنا پھر پہلے والی کو بعد میں اور بعد والی کو پہلے ذکر کرنا جیسے عادات السادات سادات العادات۔

رجوع

ایک بات کہہ کر اسے رد کر دینا کسی نکتہ کی وجہ سے۔ جیسے: شاعر کے شعر کا ترجمہ ہے:
ٹھہر ایسے گھر میں جس کو زمانے کے پرانا ہونے نے ختم نہیں کیا، کیوں نہیں! ہواؤں اور بارشوں نے اسے بدل کر رکھ دیا ہے۔

توریہ

ایک ایسا لفظ ذکر کرنا جس کے دو معنی ہوں، ایک قریب دوسرا بعید، پھر کسی خفیہ قرینے پر اعتماد کرتے ہوئے معنی بعید کو مراد لینا۔
جیسے (اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى) استوی کے دو معنی ہیں: معنی قریب استقرار ہے اور معنی بعید غالب آنا ہے، یہاں معنی بعید مراد لیا گیا ہے، جبکہ قرینہ یہ ہے کہ معنی قریب یعنی استقرار اللہ کے حق میں محال ہے۔

استخدام

لفظ مشترک سے ایک معنی مراد لینا، پھر اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر سے دوسرا معنی مراد لینا۔ جیسے: جب سماء نازل ہوتا ہے تو ہم اس میں جانور چراتے ہیں۔ اس جملے میں لفظِ سماء سے بارش مراد لیا اور ضمیر سے گھاس۔

لف ونشر

چند چیزوں کو اکٹھے یا الگ الگ ذکر کرنے کے بعد ان کے متعلقات کو بغیر تعیین کے ذکر کرنا سامع کی سمجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے۔ جیسے: کلمہ کی تین اقسام ہیں: اسم، فعل اور حرف اور ان کی مثالیں ہیں زید، ضرب اور من۔

جمع

چند چیزوں پر ایک ہی حکم لگانا۔ جیسے: (اَلۡمَالُ وَالۡبَنُوۡنَ زِيۡنَةُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا)

تفریق

ایک طرح کی دو چیزوں کا فرق بیان کرنا۔ جیسے۔ (فَوَجَدَ فِيۡهَا رَجُلَيۡنِ يَقۡتَتِلٰنِ هٰذَا مِنۡ شِيۡعَتِهٖ وَهٰذَا مِنۡ عَدُوِّهٖ)

تقسیم

چند چیزیں ذکر کر کے ان کے متعلقات کو تعیین کے ساتھ ذکر کرنا۔
جیسے علامہ اقبال کا یہ شعر

پروانہ اک پتنگا، جگنو بھی اک پتنگا وہ روشنی کا طالب، یہ روشنی سراپا

جمع مع التفریق

دو چیزوں پر ایک حکم لگا کر اعتباری فرق کرنا۔ جیسے: تیرا چہرہ آگ کی طرح ہے روشنی کے اعتبار سے اور میرا دل آگ کی طرح ہے گرم ہونے کے اعتبار سے۔

جمع مع التقسیم

چند چیزوں پر ایک ہی حکم لگانا پھر ان کو الگ الگ کر دینا یا چند چیزوں کو الگ الگ بیان کر کے ان پر ایک ہی حکم لگانا، جیسے شاعر کا قول: وہ روم کے شہر خرسنہ پر مسلط ہوا تو رومی لوگ، ان کی صلیبیں اور عبادت گاہیں سب بد بخت ہو گئے،، کیوں کہ اس نے ان کی بیویوں کو قید کر لیا، بچوں کو قتل کر دیا، ان کا مال و متاع چھین لیا اور ان کی کھیتیوں کو آگ لگا دی۔

جمع مع التفریق والتقسیم

جیسے سورہ ہود (آیت) میں اللہ نے نفس میں سب کو جمع کر دیا، پھر یہ کہہ کر تفریق کی کہ بعض بد بخت اور بعض نیک بخت ہیں، پھر ان کی تقسیم کی کہ بد بختوں کے لیے یہ سزا ہے اور نیک بختوں کے لیے یہ جزا ہے۔

تجرید

کسی صفت والی شے سے دوسری ایسی شے نکالنا جو اس صفت میں پہلی شے کے مشابہ ہو۔ یہ عمل اس لیے کیا جاتا ہے، تاکہ اس صفت میں مبالغہ ہو جائے، جیسے: لِیْ مِنْ فُلَانٍ صَدِیْقٌ حَمِیْمٌ۔

مبالغہ مقبولہ

کسی وصف کا اس حد تک دعویٰ کیا جائے جو ناممکن ہو یا بعید از طبع ہو مبالغہ کہلاتا ہے۔ پھر اگر عقلاً و عادۃً دونوں اعتبار سے ناممکن ہو تو غلو کہلاتا ہے جو بعض صورتوں میں مقبول اور بعض صورتوں میں مردود ہے اور اگر عقلاً ممکن ہو تو مبالغہ مقبولہ کہلاتا ہے۔ جیسے: کسی شاعر نے گھوڑے کے بارے میں کہا: اس نے ایک ہی حملے میں گائیں اور بیلوں کو گرا دیا، لیکن اسے پسینا تک نہیں آیا۔

مذہب کلامی

صغریٰ اور کبریٰ کو ملا کر اہلِ کلام کے طریقے کے مطابق نتیجہ نکالنا۔

جیسے: (لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا)

حسنِ تعلیل

کسی بات کی ایسی علت تلاش کرنا جو اس کے ساتھ باریک سی مناسبت رکھتی ہو، لیکن وہ حقیقۃً علت نہ ہو، جیسے ایک شعر کا ترجمہ

ہے: بادل نے تیری سخاوت کی نقل نہیں کی، یہ جو پانی برس رہا ہے یہ تو اس کے بخار کا پسینا ہے۔

تفریع

کسی شے کے ایک متعلق کے لیے حکم کو ثابت کرنے کے بعد اس شے کے دوسرے متعلق کے لیے اسی حکم کو ثابت کرنا۔ جیسے: شاعر کا قول ہے بادشاہ کے خاندان کی مدح میں کہ تمھاری عقلیں جہالت کی بیماری کو ختم کرتی ہیں جس طرح کہ تمھارا خون کَلَب نامی بیماری کو ختم کرتا ہے۔

تاکید المدح بمایشبہ الذم

بظاہر برائی کرنا، لیکن درحقیقت مزید تعریف کرنا۔ جیسے: ایک شعر کا ترجمہ:
ان لوگوں میں عیب صرف یہ ہے کہ مستقل لڑائی کی وجہ سے ان کی تلواروں پر دندانے پڑ چکے ہیں۔

تاکید الذم بمایشبہ المدح

بظاہر تعریف کرنا، لیکن درحقیقت مزید برائی کرنا۔ جیسے: زید میں صرف یہی اچھائی ہے کہ وہ اچھائی کرنے والوں کے ساتھ برائی کرتا ہے۔

استتباع

کسی کی تعریف ان الفاظ سے کرنا جن سے اس کی اور بھی تعریف ہو جائے۔ جیسے: شاعر کا قول ہے کہ تو نے اتنی زندگیوں کو ختم کر دیا کہ اگر تو ان کو جمع کر لیتا تو دنیا کو تیرے ہمیشہ رہنے کی خوش خبری دے دی جاتی۔

ادماج

کسی مقصد کے لیے بات اس طرح کرنا کہ اس میں ساتھ ساتھ اور باتیں بھی آجائیں یعنی اگر کسی کی ایک تعریف کی ہے تو وہ بات ایک اور تعریف پر بھی مشتمل ہو اسی طرح برائی بھی۔ ادماج عام ہے، استتباع خاص ہے، لہٰذا جو مثال اُس کی ہے وہی اِس کی بھی ہے۔

توجیہ

بات اس طرح کرنا کہ اس میں دو احتمال ہوں اور دونوں متضاد ہوں۔ جیسے: کسی نے کانے کے متعلق کہا: کاش! اس کی دونوں آنکھیں ایک جیسی ہو جائیں۔

ہزل

بظاہر مذاق کرنا، لیکن درحقیقت صحیح بات کہہ دینا، بالفاظِ دیگر ہنسی مذاق میں کام کی بات کر جانا۔ جیسے ایک شعر کا ترجمہ ہے: جب کوئی تمیمی تیرے پاس فخر کرتے ہوئے آئے تو کہہ دینا کہ فخر مت کر، یہ بتا تو گوہ کو کس طرح کھاتا ہے؟ یہ بظاہر مذاق ہے، لیکن

حقیقت میں تیمی کی برائی ہے، کیوں کہ عرب گوہ کے کھانے کو گھٹیا سمجھتے ہیں۔

تجاہلِ عارفانہ

ایک بات معلوم ہونے کے باوجود کسی خاص نکتے کی وجہ سے اس کے بارے میں سوال کرنا۔ جیسا یک شعر کا ترجمہ ہے: اے پہاڑی ہرنیو! مجھے بتاؤ میری لیلیٰ تم میں سے ہے یا انسانوں میں سے ہے؟

قول بالموجب

مخاطب کی بات کو اس انداز سے تسلیم کرلینا کہ مخاطب کی بات کا جو مقصود ہے وہ فوت ہو جائے۔ جیسا یک شعر کا ترجمہ ہے: میں نے اس سے کہا: میں جب آتا ہوں تو بوجھ بن جاتا ہوں، اس نے کہا: ہاں، تو بوجھ بنتا ہے میرے کندھے پر اپنی نعمتوں کے اعتبار سے۔

اطراد

بغیر کسی تکلف کے کسی کا ذکر اس کے آباء واجداد کے ساتھ کیا جائے۔ جیسے ارشادِ نبوی ہے: الکریمُ بنُ الکریمِ بنِ الکریمِ بنِ الکریمِ یوسفُ بنُ یعقوبَ بنِ اسحاقَ بنِ ابراھیمَ،

لفظی وجوہِ تحسینِ کلام

(یعنی کلام کے لفظوں کو خوش نما بنانے کے طریقے)

جناس

دو لفظوں کا لفظ کے اعتبار سے ایک جیسا ہونا۔ جیسے: (یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ، مَالَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَۃٍ) پہلے ساعۃ سے مراد قیامت ہے، جبکہ دوسرے ساعۃ سے مراد وقت ہے۔

ردُّ العجز علی الصدر

دو ایک جیسے: لفظوں میں سے ایک کو جملے کے شروع میں لانا دوسرے کو آخر میں لانا۔ جیسے: (تَخْشَی النَّاسَ وَاللہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَاہُ)

سجع

دو جملوں کے آخر میں باوزن لفظوں کو سجع کہتے ہیں۔ جیسے: الحمدللہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ میں کفی اور اصطفی

موازنہ

دو جملوں کے آخر میں باوزن لفظوں کا آنا، لیکن قافیہ نہ ہو۔
جیسے: (وَنَمَارِقُ مَصْفُوْفَۃٌ، وَّزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَۃٌ۔)

قلب

جملے میں ایسے حروف کا آنا کہ اگر آخر سے شروع تک پڑھا جائے تو وہی جملہ بن جائے۔ جیسے: (رَبَّکَ فَکَبِّرْ۔)

تشریع

شعر کا ایسا ہونا کہ اگر اس کے ہر مصرع سے کچھ الفاظ کم کر دیے جائیں تو شعر صحیح بن کر باقی رہے۔ جیسے: شاعر کا قول ہے:

یا ایها الملك الذی عم الوری　　لو كان مثلك آخر فی عصرنا
ما فی الكرام له نظیر ینظر　　ما كان فی الدنیا فقیر یعسر

اور اگر اس شعر کو یوں پڑھا جائے:

یا ایها الملك الذی　　لو كان مثلك آخر
ما فی الكرام له نظیر　　ما كان فی الدنیا فقیر

تب بھی صحیح ہے۔

لزوم مالا یلزم

ہر حرفِ روی سے پہلے ایسے حرف کا آنا جس کا آنا ضروری نہ ہو۔ جیسے: (فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَاتَقْهَرْ، وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَاتَنْهَرْ)
ر حرفِ روی ہے اور ہ لزوم مالا یلزم کا مصداق ہے۔

(بارھویں سوال کا جواب)

خاتمہ کا خلاصہ

خاتمہ میں سرقہ، اس کی اقسام اور اس کے ملحقات کے بارے میں بحث کی ہے۔
دوسرے کے کلام کو اپنے کلام میں لانے کی کئی صورتیں ہیں اور یہ ایک طرح سے دوسرے کے کلام کی چوری ہے اور چوری کو عربی میں سرقہ کہتے ہیں۔
سرقہ کی تین قسمیں ہیں۔

1 انتحال و نسخ:

دوسرے کے الفاظ کو بعینہ اپنے الفاظ بنانا یا اس کے مترادفات کے ساتھ لانا۔ جیسے:

دع المکارم لا ترحل لبغیتها　　واقعد فإنك انت الطاعم الكاسی

اس شعر کے شاعر کے علاوہ کوئی اور اگر یہ دعویٰ کرے کہ یہ میرا شعر ہے تو یہ سرقہ ہے اس کو نسخ کہتے ہیں اور یہ مذموم ہے۔
اسی طرح اگر کوئی اس شعر کو یوں کہے:

دع المكارم لا ترحل لبغيتها   واقعد فإنك أنت الطاعم الكاسي

تو یہ بھی اسی قبیل سے ہے۔

اغارہ و مسخ

الفاظ بدل دینا اور معنی کو برقرار رکھنا اس طور پر کہ سارق کا کلام قائل کے کلام کے برابر ہو یا اس سے بھی کم درجے کا ہو۔

المام و سلخ

صرف معنی کو لے لینا، الفاظ نہ لینا اس طور پر کہ سارق کا کلام قائل کے کلام کے برابر یا اس سے بھی کم درجے کا ہو۔

ملحقاتِ سرقہ کی پانچ قسمیں ہیں۔

1 اقتباس: قرآن یا حدیث کے کچھ حصے کو اپنے کلام کے طور پر لانا۔

2 تضمین: کسی دوسرے شاعر کے شعر کو اپنی نظم میں لانا اور اگر شعرا کے ہاں وہ شعر مشہور نہ ہو تو نشان دہی بھی کر دینا کہ یہ فلاں کا شعر ہے۔

3 عقد: کسی کے نثر کلام کو منظوم بنا دینا۔

4 حل: کسی کے منظوم کلام کو نثر بنا دینا۔

5 تلمیح: کسی قصہ، شعر یا ضرب المثل کی طرف اشارہ کرنا اسے ذکر کیے بغیر۔

آخری فصل کا خلاصہ

خاتمے کے آخر میں ایک فصل ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کہنے یا لکھنے والے کو تین مواقع پر اچھے سے اچھا انداز اختیار کرنا چاہیے:

1 ابتداء 2 تخلص 3 انتہاء

1 ابتداء میں اگر ایسی باتیں ہوں جو مقصود کے مناسب ہوں تو اسے براعتِ استہلال کہتے ہیں۔

2 تخلص یہ ہے کہ ابتدائے کلام سے مقصودِ کلام کی طرف آتے ہوئے اس بات کا خیال رکھا جائے کہ دونوں میں مناسبت ہو اور اگر مناسبت نہ ہو تو اسے اقتضاب کہتے ہیں۔

3 انتہاء میں اگر ایسی بات ہو جس سے تشفی حاصل ہو جائے اور انتہائے کلام پر دلالت کرے تو اسے براعتِ مقطع کہتے ہیں۔

کتاب مصباح البلاغت کے اختتامی کلمات کا بیان

الحمد للہ! آج بروز پیر ۱۲ ذیقعدہ ۱۴۳۵ھ بمطابق ۸ ستمبر ۲۰۱۴ء کو کتاب دروس البلاغۃ کا اردو ترجمہ مع مختصر شرح مصباح البلاغت کے مکمل ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مجھے دنیا و آخرت میں سرخرو ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے، اے اللہ میں تجھ سے کام کی مضبوطی، ہدایت کی پختگی، تیری نعمت کا شکر ادا کرنے کی توفیق اور اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کا طلبگار ہوں اے اللہ میں تجھ سے سچی زبان اور قلب سلیم مانگتا ہوں تو ہی غیب کی چیزوں کا جاننے والا ہے۔ یا اللہ مجھے اس تحریر میں غلطی کے ارتکاب سے محفوظ فرما، آمین، بوسیلۃ النبی الکریم ﷺ ۔

من احقر العباد محمد لیاقت علی رضوی حنفی